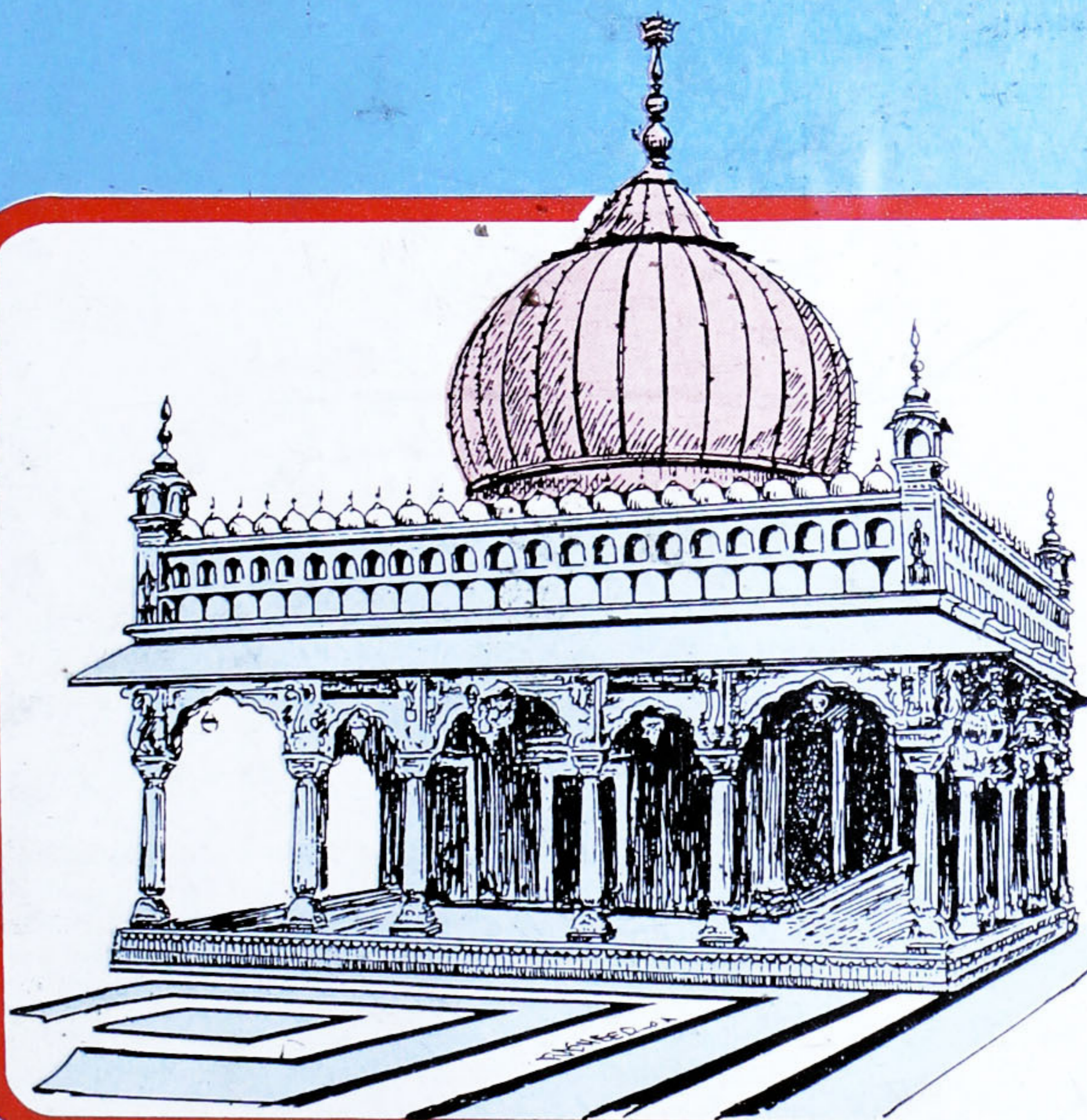


قوام العقائد

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے چشم دید حالات



مترجم پیر فیض نثار احمد فاروقی

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

**پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ**



سُلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی القدر سید
کے

حالات و کرامات پر مشتمل قدیم ترین کتاب

قوام العقائد

(اردو ترجمہ)

نوشتہ

محمد جمال قوام

(نبیرہ شمس العارفین خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء)

سار تالیف: ۱۳۵۵ھ
۱۳۵۴ھ

ترجمہ

پروفیسر نثار احمد فاروقی

صدر شعبہ عربی - دہلی یونیورسٹی دہلی

۱۳۱۵ھ

۱۹۹۴ء





جملہ حقوق محفوظ

سلسلہ مطبوعات: ۵

128334

قوام العقائد

نام کتاب	:	قوام العقائد
راوی	:	حضرت شمس العارفين قوام الدين، خليفه حضرت خواجہ نظام الدین اولیہ قدس سرہ
مؤلف	:	محمد جمال قوام نبیره شمس العارفين
سال تالیف	:	۶۱۳۵۴/ھ ۱۹۵۵ دولت آباد دہرا شہر
ترتیب و تحقیق	:	پروفیسر نثار احمد فاروقی
فارسی متن، اردو ترجمہ	:	صدر شعبہ عربی، دہلی یونیورسٹی، دہلی ۷
اور مقدمہ	:	۶۱۹۹۴/ھ ۱۴۱۵
سال اشاعت اول	:	ایک ہزار
تعداد	:	لبرٹی آرٹ پریس، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۲
مطبع	:	ڈاکٹر محمد شعائر اللہ خاں، جہتی
زیر اہتمام	:	ادارہ نشر و اشاعت، جامع العلوم فرقانیہ، مسٹن گنج، رام پور ۱۰۱۲۲۹
ناشر	:	

قیمت = 40

ملنے کے دیگر پتے:

- ۱۔ مکتبہ وزیریہ - انگوری باغ - رام پور - یوپی
- ۲۔ مکتبہ جامعہ ملیہ اردو بازار - جامع مسجد - دہلی ۶
- ۳۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن - ۱۷۸۱، حوض سویوالان - نئی دہلی ۲
- ۴۔ دانش محل - امین الدولہ پارک - لکھنؤ ۱۸



انتساب

حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین سعید گنج شکر اجود صنی
قدس سرہ کے فرزند جانی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی قدس سرہ
کے نام

اے میرے شکر فروشاں توبہ شکن صلاح کوشاں
درمیکدہ غمت سفالے نرخ ہمہ معرفت فروشاں
درکاویش کٹنہ خوبی تو گنداست خیال تیز ہوشاں
یک خستہ غمت درست بگشت
درصومعہ کبود پوشاں

[حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ]

[ترجمہ: اے سب شکر فروشوں کے سردار اے سارے
پارساؤں کی توبہ توڑنے والے تیری محبت کے میکدے سے ملے
ہوئے ایک کوزے سے سارے معرفت فروشوں کو خرید جا سکتا
ہے۔ تیری خوبیوں کے اسرار جاننے میں بڑے بڑے تیز ہوش والوں
کے اوسان گم ہیں۔ تیرے غم نے نیلے پوش (صوفیوں) کی خانقاہ
میں ایک خستہ بھی سالم نہیں چھوڑا ہے۔]

ہر کس زدر تو حسابتے می خواہد
من آمدہ ام از تو ترائی خواہم

امیدوار چشم کرم
نثار احمد فاروقی

فہرست

مقدمہ	_____	ترجمہ ۹
دیباچہ	_____	مؤلف ۲۰

پہلا باب: شیخ الاسلام کی ولادت کی کیفیت، اور اسی زمانے میں علامات سعادت کا ظہور، پھر شیخ الاسلام فرید الحق والدین سے بیعت کرنا، اسی شیخ راستیوں سے نعمتیں اور ولایت پانا۔ انوار حقیقت کا پھیلانے والا معدن کرامات، منبع مکاشفات، یقین کے بار کا در فرید جو ملک الفقراء والمساکین کے خطاب سے مخاطب ہے ۲۳



دوسرا باب: خدمت شیخ قدس الشریعہ العزیز سے علماء اور ائمہ شہر کا ملنا اور مرید ہونا ۳۱



تیسرا باب: بعض علماء اور مشائخ شہر کا بیان جو بطریق صحبت شیخ سے وابستہ تھے۔ ۴۳



چوتھا باب: اطراف عالم کے بزرگوں اور مشائخ کا خدمت شیخ کی عظمت و کرامت معاینہ کرنے کے بعد التجا کرنا۔ ۵۱



پانچواں باب: خدمت شیخ کی کرامتوں کا اظہار خدمت شیخ اور بعض اصحاب کے معاملات۔ ۶۷

سلاطین و شاہزادگان اور ملوک و خانان کا خدمتِ شیخ سے
عقیدت و ارادت کے ساتھ و البتہ ہونے کا بیان۔ ۹۱

چھٹا باب:

✽
علماء خانان اور ملوک و اُمراء، خاص و عام اور اہل سلوک کو
خدمتِ شیخ کے عطیات کا بیان۔ ۱۰۱

ساتواں باب:

✽
خرقہ، بیعت اور ارادت کی کیفیت کا بیان۔ ۱۰۵

آٹھواں باب:

✽
خدمتِ شیخ قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظات اور بعض مشائخ
قدس اللہ سرہم کے اقوال کے بیان میں ۱۱۹

نواں باب:

۱۲۹

✽ خاتمہ



مقدمہ

ہندوستان میں صوفیہ کے جن سلاسل کو زیادہ فروغ حاصل ہوا اور جن کا اثر بڑے شہروں سے نکل کر قصبات و دیہات تک پہنچا، ان میں چشتی سلسلہ سب سے ممتاز ہے۔ چشتی بزرگوں نے براہِ راست عوام سے اپنا تعلق رکھا، سرکارِ دربار سے کوئی جاگیر یا منصب قبول نہیں کیا اور ملوکِ امراء سے زیادہ میل جول بھی پسند نہیں کیا۔ اس لیے عوام کے دلوں پر ان کی حکومت رہی۔

چشتی بزرگوں میں سب سے پہلے حضرت خواجہ معین الدین بجنوری علیہ الرحمۃ (متوفی ۶۳۴ھ) نے اجیر کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ ان کے خلفاء بھی کثیر تعداد میں ہوئے جن میں دو شخصیتیں بہت نمایاں ہیں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ (متوفی ۶۴۲ ربيع الاول ۶۳۴ھ) اور سلطان التارکین حضرت خواجہ حمید الدین سوالی ناگوری (متوفی ۶۷۳ھ) جن کے ملفوظات "سُرور الصدور و نور البدور" ان کے پوتے شیخ فرید الدین محمود ناگوری کے فرزند شیخ محی الدین یا شیخ قطب الدین ناگوری میں سے کسی ایک نے فراہم کیے۔ یہ صرف حضرت حمید الدین ناگوری کے ملفوظات نہیں ہیں، بڑا حصہ خود حضرت فرید الدین محمود ناگوری کے احوال و ملفوظات پر مشتمل ہے۔ ان کا انتقال ۶۳۴ھ میں ہوا۔ ان کا لقب "جاک بران" ہے۔ دہلی میں مدفون ہیں۔ "سِلکُ السُّلوک" کے مصنف ضیاء الدین نخشبی شیخ فرید الدین محمود ناگوری ہی کے مرید ہیں۔

چونکہ خواجہ معین الدین اجیری کی حیات ہی میں، تقریباً ایک سو دس دن قبل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحلت فرما گئے تھے، اس لیے خواجہ اجیری کے خلیفہ و جانشین حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر اچودھتی قدس برہ (متوفی ۵ محرم ۶۷۰ھ) ہوئے جن کا مزار مبارک پاک پتن ضلع ساہیوال (پاکستان) میں ہے۔

حضرت بابا فرید کے خلفاء کی تعداد بھی کثیر تھی، مگر ان کی خلافتِ اولیٰ جسے اصطلاحِ صوفیہ میں

خلافتِ رحمانی کہتے ہیں حضرت شیخ نظام الدین اولیاءِ محبوب الہی (متوفی ۷۱۰ھ) ارشوال ۷۲۵ھ کو ملی اور اُن سے سلسلہ چشتیہ نظامیہ جاری ہوا۔ دوسرا چشتیہ صابریہ سلسلہ حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابری کلیری علیہ الرحمۃ سے شروع ہوا۔ ان دونوں شاخوں کی خانقاہیں سرسبز ہند میں پھیل گئیں اور پچھلے سات سو برسوں میں روحانی اور اخلاقی تربیت کا غیر معمولی کام نہایت خاموشی سے اور موثر طریقے پر ان خانقاہوں میں انجام دیا گیا۔

حضرت نظام الدین اولیاء کے لیے اُن کے پیروم شد حضرت بابا فرید گنج شکر نے فرمایا تھا کہ: "اللہ نے تمہیں علم اور عقل اور عشق، تینوں جوہر عطا کیے ہیں اور جس میں یہ تینوں جمع ہو جائیں اُس سے مشائخ کی خلافت خوب ہوتی ہے۔"

وہ نہایت عالم فاضل، مفسر، محدث، فقیہ، معقولی، ادیب، شاعر، سالکِ طریقت اور محققِ شریعت تھے۔ نکتہ رس طبیعت اور دقیقہ شناس ذہن کے مالک تھے۔ اُن کی شخصیت کے گرد اُس عہد کے علماء، درویش، امراء اور عوام اس طرح جمع ہو گئے تھے جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے رقص کرتے ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے ایک نہایت مختصر سی مدت میں جس طرح اپنے عہد کی معاشرت میں اصلاحِ اخلاق کا کام کیا اُس کا کچھ اندازہ ایک ہم عصر مؤرخ اور حضرت کے مرید ضیاء الدین برنی کے بیان سے ہو سکتا ہے جو تاریخ فیروز شاہی میں شامل ہے۔

ہندوستانی صوفیہ میں سب سے پہلے ملفوظات بھی حضرت نظام الدین اولیاء کے ہی قلمبند کیے گئے۔ اُنھیں فارسی کے مشہور شاعر حسن علاء سبزی دہلوی (متوفی صفر ۷۳۸ھ) نے فراہم کیا اور فوائد الفواد اُس کا نام رکھا۔ یہ ہر دور میں صوفیہ کے لیے دستور بنی رہی ہے اور ادبِ ملفوظ کا مثالی نمونہ سمجھی جاتی ہے۔ بعد کے زمانے میں مرتب ہونے والے بہت سے ملفوظات اسی کے نمونے پر جمع کیے گئے۔

حضرت نظام الدین اولیاء کے حالات و ملفوظات میں جو کتابیں لکھی گئیں اور جنہیں ہم عصر ماخذ کہا جا سکتا ہے اُن کی مختصر کیفیت یہ ہے:

(۱) فوائد الفواد | ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، فراہم کردہ امیرن علاء سبزی دہلوی (۲۹ صفر ۷۳۸ھ مدفون خلد آباد مہاراشٹر)

اس میں سنہ ۷۰۰ھ سے سنہ ۷۰۰ھ تک بارہ سال کی مدت میں ۱۸۸ مجلسوں کی گفتگو پانچ جلدوں میں مدون کی گئی ہے۔ کتاب کا فارسی متن مطبع نو لکشور لکھنؤ سے شائع ہوا تھا، ۱۹۶۸ء میں محکمہ

اوقاف پنجاب لاہور نے فارسی متن شائع کیا، جس کی تصحیح اور دوسرے نسخوں سے مقابلہ جناب لطیف ملک نے کیا ہے۔ یہ اب تک شائع ہونے والا صحیح ترین متن ہے اگرچہ قرأت کی بعض غلطیاں اور کوتاہیاں اس میں بھی رہ گئی ہیں۔

یہی فارسی متن خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی کے اردو ترجمہ اور راقم الحروف کے لکھے ہوئے مفصل مقدمے کے ساتھ ۱۹۸۹ء میں دہلی اردو اکیڈمی کی جانب سے شائع ہوا ہے۔ اس مقدمے میں پہلی بار زیر نظر کتاب ”قوام العقائد“ سے جا بجا استفادہ کیا گیا ہے۔

(۲) **دُرِّ نِظَامِی** | اس کا مؤلف علی بن محمود جاندار، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا مرید ہے۔ اُس نے اس کتاب میں حضرت کے ملفوظات وارشادات کو بہ اعتبار موضوعات تیس (۳۰) ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں کچھ ملفوظات تو وہی ہیں جو فوائد الفوائد اور سیر الاولیاء میں بھی مل جاتے ہیں ایک حصہ وہ ہے جس کی روایت صرف مؤلف درِ نظامی نے کی ہے۔ فوائد الفوائد کی طرح یہ بھی آٹھویں صدی ہجری کی فارسی نثر کا بیش بہا نمونہ ہے۔ اس کا فارسی متن ابھی تک شائع نہیں ہوا۔ اردو ترجمہ جو کسی ناقص متن پر مبنی ہے اور کہیں کہیں بالکل غلط بھی ہے کسی بار چھپا ہے۔

دُرِّ نِظَامِی کی تالیف ۷۵۰ھ کے قریب ہوئی ہے جب حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی وفات کو ۲۵ سال گزر چکے تھے۔ سیر الاولیاء سے اگر کچھ اضافے ہوئے ہیں تو وہ بعد میں کیے گئے ہوں گے۔

(۳) **قَوَامِ الْعُقَائِدِ** | مولف محمد جمال قوام نبیرہ شمس العارفین قوام الدین مرید و خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین راقم الحروف نے اس نادر کتاب کا فارسی متن پہلی بار شائع کیا ہے اور یہ فخر فصلنامہ ”قند پارسی“ شمارہ (۷) ۱۹۹۴ء کو حاصل ہوا ہے۔ اب اس فارسی متن کا سلیس اردو ترجمہ ماہنامہ ضیاء وجیہ رام پور (اکتوبر و نومبر ۱۹۹۴ء) میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کے مشمولات کا تعارف آئندہ مطور میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(۴) **سِیرِ الْأَوْلِیَاءِ فِي مَحَبَّتِ الْحَقِّ جَلِّ وَعَلَا** | مولف سید محمد بن مبارک علوی معروف بہ امیر خرد کرمانی (متوفی ۷۷۰ھ) یہ اپنے

مواد اور مشتملات کے اعتبار سے نہایت پر ارزش اور قابل قدر کتاب ہے۔ اس کی بدولت ہمیں صرف حضرت نظام الدین اولیاءؒ ہی کے نہیں بلکہ اُن کے اسلاف اور خلفاء کے حالات کا بھی ایسا علم حاصل ہوتا ہے کہ اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو ہندوستان میں چشتی صوفیہ کی جلیل القدر خدمات

سے ہم قطعاً ناواقف رہ جاتے۔

کتاب کا نام سیر الاولیاء فی محبت الحق جل و علا ہے (سیر بروزن خیر) اس کی تالیف کے بارے میں اندازہ یہ ہے کہ ۱۷۵۲ھ سے شروع ہو کر ۱۷۹۰ھ تک کار تالیف جاری رہا۔ اس میں فیروز شاہ تغلق کی وفات کا ذکر ہے جو ۱۷۸۹ھ میں واقع ہوئی — مولف سیر الاولیاء کا انتقال ۱۷۷۰ھ میں ہو چکا تھا، یہ اضافے زمانہ مابعد میں کسی نے کیے ہوں گے۔

یہ کتاب ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں پہلی بار مطبع محبت ہند دہلی سے شائع ہوئی۔ پھر اسی کا عکس مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔ سیر الاولیاء کا اردو ترجمہ بھی دوبار ہو چکا ہے مگر فارسی متن کی تحقیق و تدوین جیسی ہونی چاہیے ابھی تک نہیں ہوئی۔ اس میں بہت سی غلطیاں راہ پا گئی ہیں اور شخصی اغراض سے کچھ تحریف و الحاق بھی ہوا ہے۔ فارسی متن کے متعدد قلمی نسخے مل جاتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ نسخہ کتاب خانہ دارالعلوم دیوبند مکتوبہ سیدہ جلوس اکبری سنہ ۱۷۴۲ھ

۲۔ نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی۔ کلکتہ

۳۔ نسخہ جواہر میوزیم کلکتہ، آزاد لائبریری علی گڑھ مکتوبہ سنہ ۱۲۰۲ھ

۴۔ نسخہ نیشنل میوزیم نئی دہلی حوالہ ۱۲۷/۴، ۵۹

۵۔ نسخہ سلیمان کلکتہ مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ حوالہ ۶/۶۰۹

۶۔ نسخہ دیگر۔ فارسیہ اخبار نمبر ۲۶

۷۔ نسخہ دیگر ج۔ ف سیرۃ ۳۸۸

۸۔ نسخہ کتابخانہ خدابخش پٹنہ فہرست جلد ۸: ۳۵، ۵۲

۹۔ نسخہ ذخیرہ مولانا معنی انجیری۔ اجیر

مذکورہ بالا کتابیں وہ ہیں جو اس وقت ہماری دسترس میں ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین کے حالات و ملفوظات میں کچھ اور کتابیں بھی تالیف ہوئی تھیں جو اب ناپید ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) التوار الیچالس | مولفہ خواجہ سید محمد امام فرزند شیخ بدرالدین اسحق و نبیہ حضرت بابا فرید گنج شکر (سیر الاولیاء ۲۱۰)

اس کا ایک اقتباس سیر الاولیاء میں ملتا ہے (ص ۲۸۹)
 (۲) تحفۃ الابرار و کرامۃ الاخیار | مولفہ خواجہ عزیز الدین صوفی بنیہ حضرت بابا

فرید گنج شکر (سیر الاولیاء، ۲۱۲)

(۳) مجموع الفوائد | مرتبہ خواجہ عزیز الدین (عبد العزیز) ابن خواجہ ابوبکر مصطفیٰ دار
 (سیر الاولیاء، ۲۱۷)

(۴) ملفوظات سلطان المشائخ | گرد آورده مولانا شمس الدین دھاری (مدفن ظفر آباد)
 (سیر الاولیاء، ۳۲۸)

تالیف مولانا علی شاہ جاندار

خلاصۃ اللطائف (عربی)

(سیر الاولیاء، ۴۵۹ - اخبار الاخیار، ۹۴)

یہ سب مجموع اب ناپید ہیں۔ خلاصۃ اللطائف کا ایک مختصر اقتباس امیر خرد نے سیر الاولیاء
 (۴۵۹) میں دیا ہے اور غالباً وہیں سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ف ۱۰۵۲ھ) نے اپنی تالیف
 اخبار الاخیار میں نقل کیا ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ بھی کچھ ہم عصر ماخذ ہیں جن سے ہمیں حضرت نظام الدین اولیاء کے
 حالات اور کمالات کے بارے میں بہت قیمتی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں چند یہ ہیں:

(۱) خیر المجالس | ملفوظات حضرت خواجہ نصیر الدین محمود اودھی ملقب بہ چہ ارغ دہلی

(وفات ۷۸۵ھ) فراہم کردہ مولانا حمید قلندر

(۲) احسن الاقوال | ملفوظات خواجہ برہان الدین غریب (ف ۷۳۸ھ)

فراہم کردہ خواجہ حماد کاشانی (ف ۷۶۱ھ)

(۳) غرائب الکرامات | ملفوظات حضرت برہان الدین غریب

مولفہ خواجہ مجد الدین کاشانی

(۴) نفائس الانفاس | ملفوظات حضرت برہان الدین غریب

مولفہ رکن الدین دیر کاشانی (تالیف ما بین ۷۳۲-۷۳۸ھ)

(۵) شمائل الاتقیاء | تالیف رکن الدین دیر کاشانی (تالیف ما بین ۷۳۷-۷۳۸ھ)

(مطبوعہ اشرف پریس حیدرآباد۔ جون ۱۹۲۸ء)

(۶) بقیۃ الخراب | تالیف خواجہ مجد الدین کاشانی

مذکورہ بالا کتابوں میں صرف خیر المجالس کا فارسی متن - ۱۹۶۶ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے شائع کیا تھا، مگر اُس کے متن میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ خیر المجالس کا کوئی قدیم خطی نسخہ دستیاب نہیں ہے۔ دوسری کتاب شمائل الاتقیاء کا فارسی متن صرف ایک بار جون ۱۹۲۸ء میں صدر آباد سے چھپا تھا۔ احسن الاقوال، غرائب الکرامات اور نفائس الانفاس کے متون نہیں چھپے ہیں، حالانکہ یہ فارسی کی علمی تثر کا قدیم ترین نمونہ ہیں۔ ان مخطوطات کے تعارف میں اقم الحرف کے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

قریب العهد ماخذ میں حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز (ف ۸۲۵ھ) کی تصانیف اور ان کے ملفوظات خصوصاً جوامع الکلم مؤلفہ سید محمد اکبر حسینی (ف ۸۱۲ھ) میں بھی قابل قدر معلومات مل جاتی ہیں۔

زیر نظر کتاب قوام العقائد متعدد اعتبار سے نہایت بیش قیمت تالیف ہے سب سے بڑی اہمیت یہ کہ ترتیب زمانی میں قوائد الفوائد کے بعد اس کا دوسرا نمبر ہے یہ ۵۷۵ھ/۱۳۵۴ء میں دولت آباد (مہاراشٹر) میں لکھی گئی۔ اس میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید و خلیفہ حضرت قوام الدین معروف بہ شمس العارفینؒ نے روایت کیے ہیں جو رجب ۷۰۸ھ میں حضرت شیخ کے مرید ہوئے تھے ان روایات کو ان کے پوتے محمد جمال قوام نے محرم ۷۵۵ھ سے رجب ۷۵۵ھ تک چھ ماہ کی مدت میں قلمبند کیا۔ تالیف کتاب کے وقت تک حضرت شمس العارفینؒ زندہ تھے، اس طرح یہ ایک چشم دید راوی کے بیانات ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کی فارسی نثر کی کتابیں زیادہ نہیں ملتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کتاب ادبیات فارسی ہندی کے ذخیرے میں بھی ایک گراں قدر اضافہ ہے اور اس عہد کی بول چال کی فارسی کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ اس میں فارسی اور ہندی کے کچھ غریب الفاظ بھی آگئے ہیں، ان کے معانی کی تحقیق بھی اہل لغات کی دلچسپی کا موضوع ہوگی۔ مثلاً:

آشامی	جنینت ۶۸ الف
بقیہ	جودا ۶۰ الف
تظہیر ۹ ب	چوب داخل ۳۴ الف
تھرک	پوترہ ۶۴ الف

دَرَّاع	۱۷ ب	کَشَن	۶۸ ب
دُک	۵۷ ب	کَهْطُ	۸ - الف
دَوَاج		کَت	۷۲ ب
دَوْدَهی		مَسَدَه	۳۳ ب
دُولَه	۶۸ ب	نَفُوْد	
سَهیل	۷۵ - الف	بِرَاہِرِی	۸۳ ب
کُدَارَا	۵۹ ب	ہے	

مؤلف کتاب محمد جمال قوام اور اُن کے دادا شمس العارفین کے بارے میں ہمیں کسی دوسرے ذریعے سے کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ یہ ظاہر شمس العارفین نام نہیں لقب ہے اُن کا نام قوام الدین ہوگا حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفاء و مریدین میں قوام الدین نام کے درج ذیل اصحاب کا سراغ ملتا ہے :

قوام الدین یکدانہ اودھی

قوام الدین قدوائی

قوام الدین روہتکی

یہ ممکن ہے کہ نمبر ۲۰ ایک ہی شخصیت ہوں۔ قاضی شیخ قوام الدین روہتگی کے برادرزادے شیخ محمد موسیٰ گڑھ مکتبیری تھے جن کی اولاد میں مشہور منتظاری بزرگ شیخ الہ بخش گڑھ مکتبیری ہوئے۔ یہ قاضی قوام الدین حضرت خواجہ نظام الدین کے خلیفہ تھے مگر اُن کا انتقال روہتک (ہریانہ) میں ہوا تھا، وہیں مزار ہے اس لیے یہ قوام العقائد کے راوی نہیں ہو سکتے۔ باقی دو شخصیات میں سے جس کے بارے میں مندرجہ ذیل تین باتیں یا ان میں سے ایک بھی ثابت ہو جائے اُسے قوام العقائد کا راوی کہا جاسکتا ہے :

(الف) جس کا لقب شمس العارفین ہو۔

(ب) جس کے بارے میں یہ معلوم ہو جائے کہ اُنہوں نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی تھی۔

(ج) جس کے بارے میں یہ اطلاع ملے کہ وہ دولت آباد دکن کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور ۷۵۵ھ تک وہاں موجود تھے۔

مگر ان دونوں بزرگوں میں سے کسی کا نہ دولت آباد کو ہجرت کرنا ثابت ہے نہ حج بیت اللہ کے

لیے جانے کی شہادت ملتی ہے۔ اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ محمد جمال قوام کے دادا شمس العارفین قوام الدین ان سب سے جُدا شخصیت ہیں۔ وہ رجب ۷۰۸ھ / دسمبر ۱۳۰۸ء میں حضرت خواجہ نظام الدین سے بیعت ہوئے۔ (۶۹- الف) پہلے فوج میں ملازم تھے۔ (۱۱۰- الف) قیاس چاہتا ہے کہ علاؤ الدین خلجی کے لشکر میں رہے ہوں گے۔ انھیں یہ اشتیاق تھا کہ شہادت کی سعادت نصیب ہو جائے گی، یہ نہ ہو سکا تو فوج کی ملازمت سے استعفیٰ دے کر حضرت شیخ سے بیعت کر لی تھی، اور عبادت و ریاضت میں اپنے اوقات گزارتے تھے۔ حضرت شیخ کی وفات کے بعد ۷۲۷ھ / ۱۳۲۷ء میں سلطان محمد بن تغلق (۷۲۵- ۷۵۲ھ) نے دولت آباد کو اپنا دوسرا مستقر بنایا اور تغلق آباد دہلی کے باشندوں کو ہجرت کرنے کا حکم دیا تو یہ بھی ادھر چلے گئے تھے۔ ان قافلوں میں حضرت شیخ کے خلیفہ بُرہان الدین غریب ہانسوی، مولف سیرالاولیا سید محمد مبارک عرف امیر خرد کرمانی اور ان کے چچا سید خاموش کرمانی، بھائی سید حسین کرمانی (وفات ۲۱ شعبان ۷۵۴ھ) مولانا شہاب الدین امام اور جامع فوائد الفواد، امیر حسن علاء بھری دہلوی (وفات ۷۳۸ھ) جیسے بہت سے بزرگوں نے ہجرت کی تھی۔ دولت آباد میں یہ مشہور ہے کہ دہلی سے چار سو اولیاء اللہ کی پالکیاں آئی تھیں۔ یہ سب حضرات وہاں عالم غربت میں اپنی دہلی کی زندگی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی بابرکت صحبتیں اور جماعت خانہ شیخ کے انوار و برکات کو بڑی حسرت سے یاد کیا کرتے تھے۔ اسی حنین وطن (NOSTALGIA) کا اثر ہے۔

حضرت شمس العارفین کو ۷۰۸ھ کے بعد اور حضرت شیخ کے وصال (۷۲۵ھ) کے درمیانی عرصے میں، اور غالب گمان یہ ہے کہ حضرت شیخ کی مبارک زندگی کے آخری برسوں میں خلافت ملی ہوگی قوام العقائد سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انھیں سید محمد کرمانی نے اپنا بیٹا بنا لیا تھا (۱۰۹ اب) ۷۳۰ھ کے بعد محمد بن تغلق نے اجازت دے دی تھی کہ مہاجرین میں سے جو دہلی کو واپس جانا چاہے چلا جائے۔ اس ہجرت میں آنے اور جانے میں ہزاروں انسان سفر کی سختیاں اور راستے کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے موت کے گھاٹ اتر گئے تھے۔ بہت سے حضرات نے جن میں حضرت برہان الدین غریب، امیر حسن علاء بھری، شمس العارفین، سید خاموش کرمانی وغیرہ شامل ہیں، دولت آباد ہی میں رہنا پسند کیا۔ خواجہ شمس العارفین بھی وہیں بس گئے۔ قیاس چاہتا ہے کہ محمد جمال قوام کی ولادت دولت آباد ہی میں ہوئی ہوگی۔

شمس العارفین نے حسن گنگو بہنی بانی سلطنت بہمنیہ کا زمانہ (۷۴۸- ۷۵۹ء) پایا، غالباً

دولت آباد ہی میں انتقال ہوا، اور وہیں مدفون ہیں۔

شمس العارفین نے ۱۷۰۸ھ - ۱۷۲۵ھ کے درمیانی زمانے میں کسی سال حج بیت اللہ کا سفر بھی کیا۔ کھبایت (گجرات) کے راستے سے گئے۔ بعض حکایات میں انھوں نے اپنے سمندری سفر یمن میں قیام، وہاں کے مشائخ کی خدمت میں حاضری، پھر حجاز میں آمد، اور مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی زیارت کا حال بیان کیا ہے۔ وہ ماہ رمضان میں مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ عید الفطر وہیں ہوئی۔ (۴۲ الف) ۱۷۰۸۔ شوال کو پنجشنبہ کے دن مدینہ منورہ میں حاضری ہوئی۔ اسی طرح واپسی کے سفر کا بھی تذکرہ ہے۔ یہ کسی ہندوستانی حاجی کا غالباً پہلا سفر نامہ حج ہے، جو ہمیں تحریری شکل میں ملتا ہے۔

وہ عدن کی بندرگاہ سے کھبایت کے جہاز میں سوار ہوئے۔ (۷۵ الف) جو ۶۶ دن کے بعد کھبایت کے ساحل سے لگا تھا۔ (۷۹ ب)۔

اس کتاب کی اکثر حکایات میں قاضی محی الدین کاشانی (وفات شمال ۱۷۲۰ھ) کا تذکرہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شمس العارفین کے قاضی صاحب سے خصوصی مراسم تھے۔ ان کے علاوہ شہاب الدین امام مولانا بدیع الدین نولکھا، ظہیر الدین کوتوال مندر، شرف الدین جینسل (امام ملک حسام الدین خواہر زادہ علاء الدین خلجی) مولانا حجۃ الدین ملتانی، مولانا علی شہ جاندار وغیرہ حضرات کا حوالہ بھی ان حکایتوں میں اس طرح آیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات ان کے حلقہ احباب میں شامل تھے۔ قوام العقائد سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی محی الدین کاشانی کے ایک فرزند عبد اللہ نامی تھے، جو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ اسی سے یہ بھی علم ہوا کہ ایک زمانہ ایسا آیا، جب قاضی کاشانی کے تعلقات اپنی اہلیہ سے اس حد تک کشیدہ ہو گئے کہ انھوں نے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا۔ پھر یہ سوچا کہ حضرت خواجہ نظام الدین سے مشورہ کر لیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تمھارے اور زوجہ کے درمیان علیحدگی ہونی نہیں ہے۔ تعلقات ٹھیک ہو جائیں گے اور اس کے بعد ایک فرزند بھی پیدا ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔

قاضی کاشانی کے بھائی قاضی رفیع الدین کاشانی کا حوالہ بھی بعض حکایات میں آیا ہے۔

(۸۶ الف)

اس قدیم اور ہم عصر ماخذ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے والد ماجد کا انتقال حضرت کی ولادت سے کچھ عرصہ قبل ہی ہو گیا تھا اور جب ۱۶۶۷ھ میں وہ پہلی بار حضرت شیخ فرید الدین مسعود نے شکر علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں حاضری کے لیے اجمودھن گئے ہیں تو ان کی

والدہ ماجدہ حضرت بی بی زینجا حیات تھیں۔ اُن کی اجازت سے ہی یہ سفر کیا تھا۔ قیاس چاہتا ہے کہ حضرت کی والدہ ماجدہ کا انتقال ۶۷۰ھ کے بعد کسی زمانے میں ہوا۔



قوام العقائد کا نام قوام بدون تشدید (بروزن نظام) اور قوام مع تشدید (بروزن علام) دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ کتاب کے آخر میں کاتب نسخہ نے "قوام درویش" لکھ کر اُس پر علامت تشدید بھی لگائی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کتاب کا نام قوام العقائد (بدون تشدید) اور مؤلف کا نام محمد جمال قوام (مع تشدید) ہو۔ اس مخطوطے میں ایک مصرعہ یوں آیا ہے:

بنیادِ جہانِ عدل از ویافت قوام

اس میں یہ لفظ بلا تشدید ہے۔ (ورق ۵- الف)

اس نسخہ کی تالیف محرم ۷۵۵ھ میں شروع ہوئی اور ۷۵۵ھ کو کاتب تالیف اختتام

کو پہنچا۔ (۱۳۲ ب) عبدالقادر نامی کاتب نے تالیف سے ۳۶ سال بعد ۷۹۱ھ میں اسے خوش خط نستعلیق میں نقل کیا ہے۔ املا اور کتابت کی غلطیاں غماز ہیں مگر آخری صفحات میں بعض مقامات پر الفاظ کی جگہ بیاض چھوڑ دی ہے۔ ہم نے کہیں بھی سی تصحیح کی ہے تو اپنا مختار لفظ تو سین میں لکھ دیا ہے۔

قوام العقائد (۹ ابواب پر مشتمل ہے۔ مشمولات تمام تریزبانی روایات پر مبنی ہیں۔ صرف ایک موقع پر تذکرۃ الاولیاء نامی کتاب کا حوالہ آیا ہے۔ (۱۲۰- ب) اس سے غالباً وہی تذکرۃ الاولیاء مراد ہے، جو حضرت شیخ فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب ہے۔



یہ نہایت اہم، نادر اور ہم عصر ماخذ اب تک حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمۃ کے تمام تذکرہ نگاروں کی نظر سے اوجھل رہا ہے۔ سب سے پہلے راقم الحروف نے حضرت خواجہ جن ثانی نظامی کی مترجمہ فوائد الفواد کے مبسوط مقدمے میں اس کتاب کے مشمولات سے بھرپور استفادہ کیا تھا۔ (۱۹۸۹) اس کا صرف ایک اقتباس "شما اهل التقیاء" تالیف رکن الدین دبیر کاشانی میں ملتا ہے۔

قوام العقائد کا خطی نسخہ جس پر فارسی متن مبنی ہے اور جس کا ترجمہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے کتاب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں محفوظ ہے، دوسرا کوئی مخطوطہ معلوم نہیں۔ اس اعتبار سے بھی یہ متن بہت قیمتی ہو جاتا ہے۔ ہم نے ممکن حد تک متن کی تصحیح کر دی ہے۔ بعض مقامات پر مختصر حواشی

بھی لکھ دیے ہیں تاکہ سیاق و سباق کو سمجھنے میں معاون ہوں۔
فارسی متن کا شائع ہونا تو اس لیے ضروری تھا کہ محفوظ ہو جائے، ورنہ کسی کتاب کے ایک
ہی قلمی نسخے کو ناپید ہونے میں دیر کیا لگتی ہے!

لیکن اب فارسی زبان کا ذوق اور رواج ہمارے اہل علم میں بھی بہت کم ہو گیا ہے۔ اس لیے
کتاب کا اردو ترجمہ کیا گیا تاکہ اس موضوع سے دل چسپی رکھنے والوں کے لیے استفادہ آسان ہو جائے۔
اردو ترجمہ کی اشاعت کے لیے عزیز گرامی ڈاکٹر شعائر اللہ خاں (رام پور) نے ماہنامہ ضیاء وجہ کے ذریعہ
دست تعاون بڑھایا اور اُسے کم وقت میں نفاست کے ساتھ شائع کیا۔ اس لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے
دعا ہے کہ انھیں دین و دنیا کی ہر نعمت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ
الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نثار احمد فاروقی
(دہلی یونیورسٹی - دہلی)

ہفتہ ۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
۹ جولائی ۱۹۹۴ء

دیباچہ

بے حد حمد اُس خدا سے بزرگ و برتر ہی کے لیے ہے جس نے اولیاء کے ظاہری و باطنی امور کو اپنے خصوصی تعلق کے واسطے سے نظامِ بنحشا اور بے حساب شکر اُس بادشاہِ مطلق کے لیے جس کے سب نام پاکیزہ ہیں، جس نے پاک باطن بندوں کے دل میں ایسا نور رکھ دیا کہ اُس کے سامنے آفتاب ایک ذرہ دکھائی دیتا ہے۔ اُس نے ہر محبت کرنے والے کی باطنی آنکھ کو وہ بصارت دی ہے کہ اُنہیں لوحِ محفوظ کے اسرار نظر آتے ہیں۔ سالکانِ (طریقت) مُلک و مملکت اور اسرار، ارواح کا کشف، بن لُدنی علم، تجلی انوار، مقامِ طیر و سیر، اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کرنا، کمالِ قوت اور مقاماتِ مردانِ راہ کی کرامات۔ ان سب میں گفتگو کرتے تھے اور اہلِ مجلس ان مقاماتِ (درویشی) کے ہر مقدمہ میں سوالات کرتے تھے۔ میرے دادا بزرگوار اُس مقام سے مناسبت رکھنے والی کوئی حکایت قطبِ العالم نظام الحق والدین کی عظمت کی بیان کیا کرتے تھے۔ جب اہلِ مجلس دادا صاحب کے افادات سے بہرہ اندوز ہوئے اور ان سے احباب کے دلوں کو راحت ملی اور یقین حاصل ہوا تو اس ضعیف نے سعادت کی تلقین کے لیے دادا صاحب کی خدمتِ بابرکت میں عرض کیا کہ اس ضعیف کو باطنی کشش اس طرف آمادہ کر رہی ہے کہ ان حکایات کے موتیوں اور قطبِ عالم کی کرامات کے جو اہر کو، جو دادا صاحب سے سُنے گئے ہیں، ایک تحریر کی لڑی میں پرولیا جائے تاکہ دُنیا والوں پر روشن ہو جائے کہ آسمانِ کرامت کے اُس آفتاب کی نظر برسوں جد بزرگوار پر رہی ہے اور اُن سے ظاہر و باطن کی تربیت حاصل کی ہے۔ ہر حکایت جو (دادا صاحب کی) زبانِ مبارک سے روایت ہوئی تھی علماء و ائمہ کے نزدیک معتبر ہے اور اصحابِ سلوک بھی اُس کی تصدیق و اقرار کرتے ہیں۔ اگر دادا صاحب اس تالیف کی اجازت مرحمت فرمادیں تو یہ ضعیف بھی ہمیشہ کے لیے سعادت یافتہ بن جائے اور خلقِ خدا کو بھی اس کے مطالعہ سے مزید یقین اور سعادتِ دین حاصل ہو۔ دوسرے اہلِ مجلس نے بھی اس ضعیف کی رائے سے اتفاق کیا اور دادا صاحب کی خدمت میں التجا کی۔

دادا صاحب نے فرمایا کہ سب ساتھیوں کو یہ بات تحقیق شدہ ہے کہ اُس قطبِ عالم (حضرت

قوام العقائد

نظام الدین اولیاء کی عظمت و جلالت کی شہرت دُنیا میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور شیخ الاسلام کے کشف و کرامات کا ذکر آفاق میں ہر طرف چھایا ہوا ہے۔ جو کچھ دیکھا اور سنا گیا ہے اُس کا سوا حصہ (۱/۱) بھی اتنا ہے کہ اُس کو تحریر کرنے سے قلم اور بیان کرنے سے زبان عاجز رہ جائے۔ البتہ نئے عقیدہ مندوں کی دلچسپی کے لیے حضرت کی کچھ حکایتیں اور کرامتیں بیان کی جاتی ہیں۔

غرض کہ درخواست کرنے والے اس امیدوار نے دادا صاحب بزرگوار کی خوشنودی اور اُن سے مدد طلب کر کے ان حکایات کا لکھنا اور اُن مقامات کا حج کرنا اپنے اوپر فرض عین اور عین فرض قرار دے لیا۔ چونکہ اس تالیف میں شیخ الاسلام کی ولادت کی کیفیت اور اسی زمانے میں آپ کی سعادت کی نشانیوں کا ظاہر ہونا، پھر علم شریعت حاصل کرنے کے بعد شیخ الاسلام فرید الحق والدین کی خدمت میں پہنچنا اور اُن سے نعمتوں کا اور ولایت کا پانا پھر امراء، خاندان، ملوک، درویشوں اور اہل سلوک کے لیے حضرت شیخ (نظام الدین اولیاء) کی بخششوں کا ذکر، نہایت عالم و فاضل علماء شہر کے قاضیوں، درس و فتویٰ والے علماء کا آپ کی پیروی کرنا، مشائخ کبار اور ہر علاقے کے صاحبانِ سجادہ کا (بیعت کی) التجا کرنا، ہر مذہب کے جاننے والوں کا اقرار کرنا اور اہل انکار کا مغلوب ہونا، (خرقہ ارادت وغیرہ کا بیان بہت سے لطیف نکتوں اور قائدوں کے ساتھ اس میں مذکور ہے جس سے بڑھنے والوں کے اعتقاد میں سختگی اور دل میں رسوخ پیدا کرنا مقصود تھا اس لیے اس تالیف کا) نام قوام العقائد رکھا اور اسے (۹) ابواب میں مرتب کیا۔ امید ہے کہ اس مجموعہ کو پڑھنے سے خاص و عام کے دل میں امور دینی کا جذبہ اور کشش پیدا ہوگی اور اس کتاب کو سننے سے نا سمجھ لوگوں کے دل سے انکار کا زنگ چھوٹ جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

128334

قوام العقائد

پہلا باب (۱)

شیخ الاسلام کی ولادت کی کیفیت اور اسی زمانے میں
علاماتِ سعادت کا ظہور، پھر شیخ الاسلام فرید الحق والدینؒ سے
سے بیعت کرنا، اُس شیخ راستیں سے نعمتیں اور ولایت
پانا، انوارِ حقیقت کا پھیلانے والا، معدنِ کرامات، منبع
مکاشفات، یقین کے ہار کا درِ فرید جو نیک الفقراء
والمساکین کے خطاب سے مخاطب ہے۔

شیخ اُم قطب حقیقت نظام خضرو مسیح از دم یحیی العظام
نعبد ایاک طرازِ علم فاخلع نعلیک مقامِ قدم
چون دم الہام زدہ کام او نائبِ وحی آمدہ الہام او
ترجمہ: سب اُمتوں کے شیخ (دنیاے) حقیقت کے نظام جو اپنے (مردہ) بڈیوں کو زندہ
کر دینے والے نفس سے خضرو مسیح (کامرتبہ رکھتے) ہیں جن کے جھنڈے کی نشانی ایاک
نعبد ہے اور جن کے قدموں کا مقام فاخلع نعلیک۔ چوں کہ اُن کے دہن سے الہامی
باتیں نکلتی ہیں اُن کا الہام بھی وحی کا قائم مقام ہے۔
قوام العقائد

وہ نبی جیسی خصلتوں والا جس نے کمال عظمت سے ”شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں“ کے مقام تک ترقی کی ہے۔ وہ عیسیٰ نفس جس کے مبارک انفاس ”شیخ اللہ کے حکم سے زندہ کر سکتا ہے اور مار سکتا ہے“ کے درجے تک پہنچے ہیں، دُنیا کی شش جہات اور ساتوں اقلیموں میں جس کا کشف اور کرامات پوشیدہ نہیں رہی ہیں۔ اُس کا باطن مبارک لوح محفوظ کے اُسرار کو بڑھتا ہے۔ بڑے بڑے علماء اور نامور ائمہ اُس کی خانقاہِ ثقلین پناہ کی جو کھٹ کو چوم کر بلند مرتبے تک پہنچے ہیں۔ کرامت شعار اولیاء اور مشائخ کو اُس کی قدم بوسی کی سعادت سے باوقار منزلت حاصل ہوئی ہے۔ کاش یہ سب کو برابر ملتی رہے۔

حضرت رب العالمین کی حمد و ثنا اور سید المرسلین کی نعت نیز قطب المقربین کو دعا لکھنے کے بعد مسلمانوں کے بادشاہ کو دعا دینا واجب ہے حق سبحانہ و تعالیٰ سکندر اقتدار، سلیمان آثار ہمارے عہد کے بادشاہ یعنی سلطانِ زمانِ قہرمانِ آوانِ حامیِ اسلام و مسلمین علماء الدُنیا والدین، مراسم سلطنت کو زندہ کرنے والے شرائطِ مملکت کی نگہداری کرنے والے ممالکِ دُنیا کے پاسبان، مظہر الہی، خدا کی خاص عنایات سے مخصوص ابوالمظفر بہمن شاہ سلطان۔

شاہی کہ بہ عہدِ اوقوی شد اسلام، آسود زرافت و زاحسانش اَنام
ارکانِ شریعت از وجودش محکم بنیادِ جہانِ عدل زو یافت قوام
ترجمہ: ایسا بادشاہ جس کے عہد میں اسلام مضبوط ہوا، جس کی شفقت اور احسان کی بدولت
لوگ آسود ہوئے جس کے وجود سے ارکانِ شریعت مضبوط ہیں اور دُنیا سے عدل و انصاف
کی بنیادیں جس سے استوار ہوئی ہیں۔

اللہ اُسے عدل و احسان اور برحمت و امتنان میں شریعت کی ڈگر اور مشائخ طریقت کی پیروی
میں بہت برسوں تک، بے پایاں زمانے تک باقی رکھے۔ آمین رَبِّ الْعَالَمِينَ

اضعف العباد محمد جمال قوام نبیرہ شمس العارفین دُنیا والوں کے روشن ضمیر اور اہل جہان کے خاطر
خطر پر روشن کرتا ہے کہ یکم محرم ۱۵۵۵ھ کو بعض دوستوں اور سالکانِ راہِ دین کے خوش عقیدہ
احباب نیز سچے یقین کی طلب کرنے والے اس ضعیف کے دادا صاحب یعنی مشائخ کبار کی اولادِ صلحاء و
ابرار کے پیشوا کریم الطرفین، حاجی حرمین مقبولِ اقطاب، منظورِ محققین، قوامِ الملتہ والدین۔ اللہ اُن
کو سلامت رکھے۔ کی محفل میں حاضر تھے اور مکاشفات میں (گفتگو ہو رہی تھی) اصحابِ طریقت اور
علمائے حقیقت کے ضمیر کو معلوم رہے کہ جس کسی کو سعادت اور (روحانی) دولت دی گئی ہے وہ
قوام العقائد

روزِ ازل سے ہی مسعود ہے بلکہ رحمِ مادر میں بھی۔ اور حدیث السَّعِيدُ مَنْ سَعِدَ فِي بَطْنِ اُمِّهِ (نیک بخت وہ ہے جو بطنِ مادر ہی میں سعید بنا دیا گیا۔) اس پر گواہ ہے۔ خدمتِ شیخ الاسلام (بھی) یہ دولت و سعادتِ مادر زاد رکھتے تھے۔ چنانچہ معتبر دینداروں سے سنا گیا ہے کہ خدمتِ شیخ کی والدہ نہایت باصلاحیت اور باعفت اپنے وقت کی زاہدہ تھیں اور اللہ کے حضور میں رسوخ رکھتی تھیں، اُس زمانے میں جب خدمتِ شیخ بطنِ مادر میں تھے اور ولادت کا زمانہ قریب تھا خدمتِ شیخ کے والدِ بزرگوار کو کوئی بیماری لاحق ہوئی۔ اُس سیدہ (مادرِ حضرت شیخ) کے باطن میں القا کیا گیا کہ یہ بیٹا جو تمہارے بطن میں ہے، بزرگانِ دین اور صاحبانِ نعمت و ولایت میں سے ایک ہے اور ایسا ہوگا کہ (اللہ کی) نشانیوں کے مستفاد اُس کی پیروی کریں گے اور کئی ہزار بزرگانِ خدا اُس کی برکت سے

اللہ کے قریب پہنچیں گے۔ اب اختیار تمہارے ہاتھ ہے، اگر اس بچے کے باپ کی زندگی چاہتی ہو تو بیٹے سے ہاتھ اٹھاؤ اور اگر یہ بیٹا مطلوب ہو تو اُس کے باپ کی صحت یابی کے لیے دُعا کرنا چھوڑ دو۔ اُس سیدہ نے اُسی وقت سناجات کی کہ ”اے خداوند چونکہ اس بیٹے کی سعادت کے درجات تو نے مجھے دکھا دیے ہیں، تیرے جلال کی قسم کہ میں تیری بارگاہ سے اس فرزند ہی کو چاہتی ہوں، جب دن نکلا تو خدمتِ شیخ کے والدِ بزرگوار رحمتِ حق سے جا ملے اور چند روز کے بعد مبارک وقت اور مسعود ساعت میں شیخ نے اپنی تشریف آوری سے اس دُنیا کو مشرف فرمایا۔ جب اس پر چند برس بیت گئے تو قرآن شریف ناظرہ پڑھنے کے بعد آپ علمِ شریعت کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور اُسی زمانے میں صحرا کی طرف بھی چلے جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات حضرت رسالت علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضور نے اپنا سینہ مبارک شیخ کے سینے سے مَس کیا اور فرمایا ”اس سینے سے فقر کی بُو آتی ہے۔“ کچھ دنوں بعد حضرت رسالت علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں :

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَلِكُ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ (اے فقیروں اور مسکینوں کے بادشاہ تم پر سلام ہو۔)

حکایت (۱۱) | خدمتِ شیخ کے مُصلیٰ دارِ خواجہ ابو بکر نے کہا: بد اوں میں ایک پر دیسی کا انتقال ہوا، ایک شخص نے اُس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور اُس کا جنازہ لے کر اُس مسجد کے سامنے آئے جس میں خدمتِ شیخ پڑھتے تھے۔ شیخ کے اُستاد نے کہا: ”بابا محمد جاؤ تم امامت کرو۔ خدمتِ شیخ آئے، امامت کی۔ جس شخص نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا تھا اُس نے لات کو اُس پر دیسی کو خواب میں دیکھا کہ بہشت میں بُراق پر سوار ہو کر سیر کر رہا ہے۔ پوچھا

قوام العقائد

کہ تمہیں یہ رتبہ کیسے ملا؟ اُس نے کہا کہ اُس شخص کی برکت سے جس نے میرے جنازے کی نماز پڑھائی تھی مجھے اور اس جماعت میں حاضر ہونے والے سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔

جب دن نکلا تو یہ خواب دیکھنے والا آیا اور خدمتِ شیخ کے استاد سے یہ خواب بیان کیا۔ جب استاد نے یہ سنا تو خدمتِ شیخ کی طرف دیکھا اور کہا: "بابا محمد کل کی سعادت سے ہم محروم رہ گئے!"

حکایت (۲) ایک دن خدمتِ شیخ نے اپنی والدہ کے قدموں میں سر رکھ کر فرمایا کہ یہاں (بداؤں میں) تحصیلِ علم جتنی ہو سکتی تھی ہو گئی اب مجھے اجازت دیجیے کہ دہلی جا کر علم حاصل کرنے

میں مشغول ہو جاؤں۔ خدمتِ شیخ کی والدہ مرحومہ نے۔ اللہ ان کی قبر کو پاکیزہ رکھے۔ فرمایا: "جب تم چلے جاؤ گے تو میں یہاں کیا کروں گی؟" خدمتِ شیخ اپنی والدہ کے ساتھ دہلی میں آ گئے

اور اُس زمانے کے استادوں سے تحصیلِ علم کرنے میں بہت کوشش کی یہاں تک کہ سیکھنے کے مقام سے نکل کر سکھانے کے درجے میں آ گئے اور تمام علوم کے اصول اور ان کی شاخوں میں مستند اور معتبر سمجھے جانے لگے۔ اُسی زمانے سے وصولِ حق اور شیخِ کامل کی طلب آپ کے مبارک دل میں جمی ہوئی تھی۔

حکایت (۳) ایک دن ایک شخص دروازے پر آیا اور آواز دی: "مولانا نظام الدین مولانا نظام الدین" پر کہہ کر چلا گیا۔ خدمتِ شیخ نے اپنے دل میں سوچا کہ نظام لقب کا کوئی شخص اس

گھر میں نہیں ہے تو یہ شخص کسے پکار رہا ہے؟ دوبارہ وہ پھر آیا اور صد الگائی: "مولانا نظام الدین! مولانا نظام الدین! تیسری بار پھر آیا پھر اسی لقب سے آواز دی۔ خدمتِ شیخ دروازے پر آئے تو کسی کو نہ پایا۔ اسی سوچ میں رہے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ حتیٰ کہ دوسرے دن گھر سے باہر نکلے اور کسی مزار کی زیارت کرنے کی نیت سے چلے۔ جو بھی راہ میں ملتا تھا وہ اسی لقب سے پکار کر سلام کرتا تھا۔ اب آپ نے سمجھ لیا کہ یہ لقب من جانبِ حق ہے۔ پھر آپ مخلوق میں اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔

ایک دن آپ نے والدہ کی خدمت میں گزارش کی کہ اجداد میں ایک بزرگ ہیں انہیں شیخ فرید الدین کہتے ہیں، مجھے اجازت دیجیے کہ ان کی خدمت میں جاؤں۔ خدمتِ والدہ نے اجازت دے دی اور فرمایا "تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ خدمتِ شیخ ان سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور قطب العالم فرید الحق والدین کی خدمت میں پہنچے اور ان کی قدمبوسی حاصل کی۔ خدمتِ شیخ الاسلام فرید الحق والدین نے پہلی ہی مجلس میں خدمتِ شیخ کو توازا اور بہت مرحمت و شفقت کا برتاؤ خصوصیت اور محبت کے طریق پر کیا۔ خدمتِ شیخ بھی پہلی ہی ملاقات میں فریفتہ ہو گئے اور پکا

ارادہ کر لیا کہ شیخ کے خدمت گاروں کی صف میں شامل ہو جاؤں، یہ بات دوسری جگہ کم ملے گی۔
جب رات ہوئی شیخ الاسلام فریدالحق والدین نے چار پائی اور رات کو پہننے کے لیے لباس عت خانے
میں بھیجا اور شیخ بدر الدین اسحق سے فرمایا: ”جاؤ مولانا نظام الدین سے کہو، ہم یہ بات پسند نہیں کرتے
کہ تم زمین پر لیٹو۔ اس چار پائی پر آرام کرو۔“

مولانا بدر الدین آئے اور خدمت شیخ فرید الدین کا فرمان پہنچایا۔ اور کہا: ”مختیس شیخ کے فرمان
کو بجالانا چاہیے، پھر ہاتھ پکڑ کر انھیں چار پائی پر بٹھا دیا، اور واپس چلے گئے۔ جب دوسرا دن ہوا خدمت
شیخ کبیر نے خدمت شیخ کو حلق کرنے (سر کے بال منڈوانے) کا حکم دیا اور بیعت کی خلعت اور حقیقی
خرقے سے مخصوص فرمایا اور کچھ زمانے کے بعد اپنی خلافت سے مشرف کیا اور فرمایا: ”آج ہم نے
ایک ایسا پودا لگایا ہے جس کے سائے میں دنیا والے آرام پائیں گے۔“ پھر ایک وقت فرمایا: ”نظام
ہم نے خدا سے یہ چاہا ہے کہ جو کچھ تم خدا سے مانگو وہ مختیس ملے۔“ پھر ایک اور وقت ارشاد ہوا:
”نظام۔ اللہ مختیس آسودہ رکھے۔“ ایک وقت یوں فرمایا: ”نظام (مختیس) دین اور دنیا تو دے
دی گئی ہے قبولیت ابھی رہ گئی ہے۔“ چند روز کے بعد فرمایا ”نظام (مختیس) قبولیت بھی بخش دی گئی۔“
اور فرمایا: ”مولانا نظام الدین ہم نے مختیس خدا تک پہنچا دیا اور صاحبِ مجادہ بنا دیا اور (پورا)
ملک ہندوستان مختیس دے دیا جاؤ سارا جہاں لے لو اے جہاں گیر!“ زہے بخشش اور زہے بخشش
کرنے والا جس نے مرید کو ایک ہی نظر میں دونوں جہاں کی مرادوں تک پہنچا دیا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام فرید الدین نے انھیں وداع کیا، یہ دہلی میں آکر ایک گوشے میں مشغول
ہو گئے۔ چند روز کے بعد ان کی والدہ ماجدہ رحمت حق سے واصل ہوئیں۔ اب تنہا رہ گئے اور کوئی
علاقہ باقی نہ رہا مکمل طور پر یاد حق میں مشغول ہو گئے اور مجاہدہ و ریاضت کی راہ طے کرنے میں سختیاں
جھیلتے رہے۔ چنانچہ تین تین چار چار وقت کے فاقے ہو جاتے تھے اور یہ صرف پانی سے روزہ افطار
کیا کرتے تھے ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔

حکایت (۱۴) ایک بار (مسلسل) تین دن تک خدمت شیخ کو افطار کا سامان میسر نہ ہوا۔ کسی
شخص کے گھر میں نیاز تھی اُس نے اپنے دوستوں اور آشنا لوگوں کو بلا یا جب
سب جمع ہو گئے تو میزبان نے ایک آواز سنی کہ ”ہمارے نظام کو بلاؤ“ یہ شخص حیران ہوا کہ یہ بات
کس نے کہی؟ باہر آیا، ڈھونڈھا، مگر نظام نام کے جتنے جاننے والے تھے سب کو موجود پایا۔ پھر اپنے
کام میں مشغول ہو گیا۔ دوسری بار پھر سنا کہ ”ہمارے نظام کو بلاؤ“ اُس نے اپنے بیٹے سے کہا اگر نظام
قوام العقائد

نام کا کوئی شخص رہ گیا ہو تو سوچو اور اُس کو بلاؤ۔ بیٹا بھی باہر آیا، لوگوں کے مجمع پر نظر دوڑائی جس جس کا نام بھی نظام تھا سب کو وہاں حاضر پایا۔ پھر وہ دعوت کا انتظام کرنے میں لگ گیا تیسری بار پھر میزبان کو سٹوایا گیا کہ ”ہمارے نظام کو بلاؤ“ اُس وقت مجمع میں ایک بزرگ تھے۔ میزبان نے یہ ماجرا اُن سے بیان کیا کہ اب تیسری بار ایسی آواز سن رہا ہوں۔ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ اس بزرگ نے کہا: ”فلاں سر اے میں ایک درویش (عبادت) میں مشغول رہتا ہے اب اگر نظام لقب ہو سکتا ہے تو اسی کا ہو سکتا ہے۔“ اُسٹھوں نے سوچا کہ وہ سر اے اس جگہ سے دور ہے اور بارش ہو رہی ہے، نیاز کا وقت نکلا جا رہا ہے، اتنی فرصت نہیں کہ اُس بزرگ کو یہاں طلب کریں، سب نے اس پر اتفاق کیا کہ کسی سمجھ دار آدمی کے ہاتھ اسی جگہ کھانا بھجوا دیا جائے تاکہ وہ اُن کی خدمت میں کھانا پہنچا دے اور معذرت کرے ایسا ہی کیا گیا۔ جب یہ شخص دروازے پر پہنچا اُس وقت خدمتِ شیخ اپنا لباس بارش کے پانی سے دھو کر پاک کر رہے تھے اُسے اندر طلب کر لیا۔ اُس شخص نے کھانا سامنے رکھا اور میزبان کی جانب سے معذرت کی پھر واپس ہو گیا۔

اس کے بعد ایک دن خدمتِ شیخ کی خاطر مبارک میں گذرا کہ اگر مشغولی کے لیے کہیں دریا کے کنارے کوئی گوشہ خلوت ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ ایک دن وقت اچھا تھا آپ مناجات کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے ”یا اللہ میں چاہتا ہوں کہ اس شہر سے چلا جاؤں مگر اپنی پسند کی کوئی جگہ نہیں چاہتا، جہاں تیری مرضی ہو وہاں رہوں گا“ اسی دوران میں ایک آواز سنی: ”غیاث پور“ خدمتِ شیخ نے فرمایا ”میں نے کبھی غیاث پور نہیں دیکھا تھا اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ غیاث پور کہاں ہے، جب آواز سنی تو ایک دوست کے پاس گیا۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ غیاث پور میں ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ وہی غیاث پور ہے“ الغرض میں غیاث پور میں آ گیا۔ اُس وقت یہ جگہ اتنی آباد نہیں تھی، ایک گناہ سی جگہ تھی اور بہت تھوڑی آبادی تھی۔ یہاں آ کر سکونت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ کیقباد کیلو کھری میں آ کر رہنے لگا اور اُس زمانے میں یہاں خلق کا ہجوم ہو گیا۔ ملوک و امرا وغیرہ سب کا آنا جانا خوب ہونے لگا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ”اس جگہ سے بھی چلے جانا چاہیے“ اسی خیال میں تھا کہ ایک بزرگ میرے شناسا تھے اُن کی شہر میں وفات ہو گئی۔ میں نے اپنے دل میں پکارا ارادہ کر لیا کہ کل کو اُن کا سوم ہو گا میں زیارت کے لیے جاؤں گا اور پھر وہیں شہر میں رہنے لگوں گا۔ یہ ارادہ پختہ کر لیا۔ اسی دن عصر کی نماز کے وقت ایک خوب رُو مگر دُبلایا جوان آیا۔ اللہ جانے مردانِ غیب میں سے تھا یا کون تھا، غرض جب وہ آیا تو پہلی بات جو اُس نے مجھ سے کہی یہ تھی: ”اے روزِ کہ نہ شہیٰ نبی دانستی...“ (کیا جس دن تم چاند بنے تھے یہ نہیں توام العقائد

جانتے تھے۔۔۔)

اس کے بعد یہ بات کہی کہ اول تو کسی کو مشہور نہیں ہونا چاہیے اور جب کوئی مشہور ہو ہی گیا تو چاہیے کہ ایسے رہے جو کل قیامت کے دن رسول علیہ السلام کے سامنے شرمندہ ہونا نہ پڑے۔ پھر یہ بات کہی کہ یہ خود کون سی ہمت اور کیا حوصلہ ہے کہ خلق سے گوشہ گیر ہو کر حق سے مشغول ہو جائیں۔

خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ جب اُس نے یہ باتیں ختم کیں تو میں تھوڑا سا کھانا لے کر آیا مگر اُس نے نہیں کھایا۔ میں نے اُسی وقت نیت کی کہ اسی جگہ رہوں گا۔ جب یہ نیت (دل میں) کر لی تو اُس نے تھوڑا سا کھانا کھایا اور چلا گیا۔ پھر میں نے اُس کو کبھی نہیں دیکھا۔

خدمتِ شیخ نے جب جان لیا کہ یہ (اشارہ) حق کی طرف سے تھا تو پھر غیث پور ہی میں مستقل سکونت

اختیار کر لی۔ لوگوں کا ہجوم رہنے لگا چنانچہ علماء، فقراء، مشائخ، اہل سلوک، سلاطین، امراء و ملوک اور اُن کے سوا بھی بہت سے حضرت شیخ کی بندگی سے وابستہ ہوئے اور مشرق سے مغرب تک سب خدمتِ شیخ کی بزرگی کا اقرار کرنے لگے اور پوری عقیدت سے اُن کے آستانے پر اپنا سر جھکانے لگے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

قوام العقائد

دوسرا باب

(۲)

خدمتِ شیخِ قدس سرہ العزیز سے علماء اور ائمہ شہر کا ملنا اور مرید ہونا

لوگوں کے ضمیر کو معلوم رہے کہ دنیا والوں سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ خدمتِ شیخ کے مریدوں کی صف میں تمام سالکین طریقت اور راہِ مستقیم کے سرورِ منسلک ہو گئے تھے اُن میں سے بعض بزرگوں کو خلعتِ خلافت ملی۔ چنانچہ مولانا بُرہان الدین غریب جو خدمتِ شیخ کے تیسرے مرید تھے اور اُن کی ریاضتوں میں سے ایک یہ ہے کہ (۲۵) سال تک اُنھوں نے نمازِ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے اور کتنے ہی معتبر اصحاب مثلاً مولانا محمود اودھی، مولانا یوسف کلاکھری وغیرہ اُن کی صحبت میں رہے ہیں جن میں سے ہر ایک ولایت اور خلافت سے مخصوص ہوا اگر ہر ایک کی ملاقات اور بزرگی کا ذکر کیا جائے تو یہ کتاب بہت طویل ہو جائے گی البتہ بعض فاضل اور پرہیزگار علماء اور درس و فتویٰ والے ائمہ جن میں سے ہر ایک اپنے زمانے کا (قاضی) شریح اور اپنے عہد کا (الوصیفہ) نعمان تھا جو تحقیق اور امتحان اور بہت سے دعوے کرنے کے بعد خدمتِ شیخ کے مرید اور حلقہ بگوش ہوئے اُن کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ اہلِ دانش اور اربابِ تحقیق جان لیں کہ ایسے دینداروں کا معترف ہونا تحقیق اور الہام ربانی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

مولانا وجیہ الدین پابلی رحمۃ اللہ علیہ جو بزرگانِ دین میں سے تھے اور اپنے زمانے کے مجتہد تھے شہر کے اُستادوں میں اُن کے علمِ ظاہر و باطن پر سب کو اتفاق تھا چنانچہ سارا شہر جانتا ہے کہ وہ مردانِ غیب کے ساتھ ملاقات رکھتے تھے اور اگر کسی مسئلے میں دشواری پیش آتی تھی تو ساتھیوں سے کہتے تھے ”آج مجھے مہلت دیجئے تاکہ میں خواجہ سے دریافت کر لوں“ مطلب یہ کہ خواجہ خضر (علیہ السلام) سے۔ ”اور کل اس کا جواب دوں گا“

قوام العقائد

مولانا کی ملاقات کی کیفیت یہ ہے کہ جب مولانا کے سر میں اس کام (علم باطنی) کا سودا سما یا تو انہوں نے جان لیا کہ بخیر پیر (کی مدد) کے یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی۔ چونکہ کسی طرح بھی دل کو اطمینان حاصل نہ ہوتا تھا، خدمتِ شیخ کی جانب بھی اُن کا میلان نہیں تھا۔ اسی سوچ میں رہتے تھے کہ کس سے بیعت کریں؟ یہاں تک کہ ایک بار خواجہ خضر سے اُن کی ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے فرمایا ”مولانا، شیخ نظام الدین بہت بڑے بزرگ اور قطبِ زمانہ ہیں۔ آپ اُن سے بیعت کر لیجیے۔“

جب مولانا کو یہ بات خواجہ خضر سے تحقیق ہو گئی تو وہ ہیں سے شیخ کی خدمت میں آئے اور یہ کیفیت عرض کی۔ خرقہ ارادت سے مشرف ہوئے۔ اتنی برکت اور ایسا زبردست علم جو مولانا رکھتے تھے اس سبب سے تھا کہ ایک بار مولانا حضرت شیخ کے سامنے بیٹھے تھے اور ہر طرح کی باتیں ہو رہی تھیں، خدمتِ شیخ نے مولانا وجیہ الدین کی طرف رخ کیا اور فرمایا: ”آپ تین سال تک شیخ الاسلام فرید الحق والدین کے روضے میں مشغول رہے ہیں؟“ مولانا نے سر جھکا کر عرض کیا: ”خدمتِ خواجہ جو فرماتے ہیں درست ہے۔“

خواجہ نے فرمایا: ”اُس وقت کیا بات مطلوب تھی؟“ مولانا نے کہا: ”علم شریعت کی طلب تھی۔“ ذرا دیر ٹھہر کر خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”پھر کیا ہوا؟“ مولانا نے کہا: ”ایک دن چاشت کے وقت شیخ کی تربت کے پائین میں مراقبہ کر رہا تھا میں نے سجدے میں نہ رکھا، اونگھ اُگئی اُس وقت دیکھا کہ شیخ کی تربت مبارک میں شکاف ہوا اور شیخ تربت سے باہر نکل آئے اپنے پاؤں سے مجھے ٹھوکا دیا اور کہا ”اے ابو حنیفہ پاپی اٹھو۔“ میں جاگ گیا اور دیکھا کہ ہر طرف سے سوال و جواب اور اُن کی تحقیق میرے دل میں موجیں مار رہی ہے۔“ خدمتِ خواجہ اور جو لوگ حاضر تھے سب رونے لگے اور بہت اچھا وقت گذرا۔ الحمد للہ علیٰ ہذا۔

حکایت (۶) مولانا بدر الدین نو لکھانے لکھا ہے کہ مولانا وجیہ الدین پاپی نے بیان کیا کہ میں دریا کی جانب بیٹھا تھا ایک دن زپارت کے لیے باہر نکلا دیکھا کہ اُن میں ایک حال ظاہر ہوا۔ میرے دل میں (کسی مسئلے کا) انکار پیدا ہوا۔ میں نے چاہا کہ اس سے بچ جاؤں اُنہوں نے کہا: آئیے مولانا، کیا کوئی مشکل درپیش ہے؟ پوچھیے۔ میرے دل میں ہر علم سے تعلق رکھنے والے بعض شہادت گذر رہے تھے چنانچہ ہدایہ، بزدوی، علم کلام، فلسفہ وغیرہ میں ہر ایک مسئلہ بیان کرتا رہا اور وہ اس کا سیدھا اور لطیف جواب دیتے رہے یہاں تک کہ میرا دل مطمئن ہو گیا۔ حتیٰ کہ میں نے قضا و قدر کے مسئلے کو بھی پوچھ لیا۔ اُنہوں نے تسلی بخش جواب بیان کیا اُن باتوں کے خاتمے پر فرمایا ”مولانا آپ کو

قوام العقائد

بیعت کس سے ہے؟“ میں نے کہا:

”شیخ الاسلام مولانا نظام الدین سے“ کہا ”بہت اچھا۔ پھر فرمایا:

”مولانا شیخ الاسلام نظام الدین بہت بڑے بزرگ ہیں اور آج وہی قطبِ وقت ہیں!“

حکایت (۷)

مولانا بدر الدین نوکھانے کہا: ”میں نے مولانا وجیہ الدین پاپلی سے سنا ہے فرماتے تھے ایک بار مجھے دق کا مرض ہو گیا طبیبوں نے کہا کہ کسی باغ میں جا کر رہنا چاہیے یا کسی دریا کے کنارے۔ میں نے کہا: باغ میں رہنا تو دشوار ہے، مگر خدمتِ شیخ کا گھر دریا کے کنارے ہے، وہاں رہ سکتا ہوں۔ طبیبوں نے جو دوائیں تجویز کی تھیں وہ سب جمع کر کے میں نے غیاث پور کا قصد کیا۔ جب شیخ قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچا تو شیخ افطار کر چکے تھے۔ جاڑوں کے دن تھے۔ کوئی شخص خدمتِ شیخ کے لیے کچھ دوائیں تیار کر کے لایا تھا وہ دوائیں بہت گرم تھیں آپ انھیں تناول فرما رہے تھے مجھ سے فرمایا: بسم اللہ۔ شروع ہو جائیے، حالانکہ مجھے دق کا مرض تھا اور وہ مرکب سخت گرم اور مجھے بہت ناموافق۔ مگر خواجہ کے حکم کی تعمیل میں کھانا شروع کر دیا۔ خدمتِ خواجہ تاکید فرماتے رہے کہ ”مولانا اور کھاؤ“ میں نے بھی کچھ زیادہ ہی کھالیا جب خدمتِ خواجہ کے سامنے سے اٹھا بیماری کم ہوئی شروع ہوئی یہاں تک کہ اللہ کے فضل سے اور شیخ کی برکت سے پھر دوا کی ضرورت پیش نہ آئی اور کامل صحت ہو گئی۔ میری دوا وہی مرکب تھی۔

حکایت (۸)

مولانا حسام الدین ملتانی جو صاحبانِ نعمت میں سے اور بہت علم و برکت والے تھے زہد اور پرہیزگاری میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے شہر کے علماء اور مشائخ مولانا کی بزرگی کے معترف اور معتقد تھے اور ان بزرگوں میں ہر ایک شہر کا صاحبِ سجادہ تھا ہر ایک کو شش کرتا تھا کہ مولانا کو اپنی طرف کھینچ لے مگر مولانا کامیلان کسی طرف نہ تھا خدمتِ شیخ کی جانب بھی نہ تھا۔ اسی سوچ میں پڑے ہوئے تھے کہ کیا کریں اور کس کے مرید ہوں۔ کیونکہ اس راہ میں ایک شیخ تو ضرور چاہیے۔ مولانا حسام الدین کو مولانا جمال الدین سے صحبت تھی اور مولانا جمال الدین شیخ کے خادموں میں سے تھے انھیں کشفِ ارواح (کاملہ) حاصل ہو گیا تھا۔ اُس عہد کے بزرگ مولانا جمال الدین کے معترف اور معتقد تھے۔ مولانا مذکورہ راہِ شفقت و محبت مولانا حسام الدین کو شیخ کی جانب ترغیب دلاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات کو مولانا حسام الدین مراقبے میں مشغول تھے انھوں نے خود کو شیخ کی مجلس میں دیکھا، انھیں کسی (علمی) مسئلے میں کچھ شبہ رہ گیا تھا جو شہر میں کسی سے حل نہ ہوتا تھا اور یہ اُس مسئلے کو حل کرنے کے لیے سفر اختیار کرنے کی سوچ رہے تھے۔ خدمتِ شیخ نے گفتگو میں اسی مسئلے کی تحقیق بیان کرنا شروع کر دی مولانا بھی گفتگو میں شریک ہو گئے۔ خدمتِ شیخ نے اُس مسئلے کو اس طرح بیان کیا کہ

قوام العقائد

مولانا کو پوری تسلی ہو گئی۔ مسئلہ حل کرنے کے بعد فرمایا ”مولانا آگے آئیے“

جب مولانا آگے بڑھے خدمتِ شیخ نے اپنے سر سے دستار اتاری اور مولانا کے سر پر باندھ دی۔ پھر انہیں مبارکباد دی۔ اب مولانا ہوش میں آگئے۔ شیخ نے جو مسئلہ (خواب میں) بیان کیا تھا اس کے ذوق سے متحیر و حیران رہ گئے تھے۔ صبح کو آکر یہ قصہ مولانا جمال الدین سے بیان کیا۔ مولانا جمال الدین نے فرمایا ”اے حسام، کیا میں نے تم سے بار بار یہ نہیں کہا کہ کسی وقت جا کر شیخ سے ملاقات کرنی چاہیے۔ اب اگر یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی تم محروم رہو تو بڑے افسوس کی بات ہے، اب شیخ سے ملاقات کر لینی چاہیے، اس میں کوتاہی نہ کرو۔“

مولانا حسام الدین نے کہا: ”ملاقات کروں گا مگر اس شرط کے ساتھ کہ جس طرح خدمتِ شیخ نے خواب میں وہ مسئلہ حل کیا ہے، گفتگو میں بھی وہی باتیں فرمائیں اور اپنی دستار مبارک میرے سر پر رکھیں اور ان ہی لفظوں میں مبارکباد دیں تو میں بھی اسی مجلس میں شیخ کے غلاموں میں داخل ہو جاؤں گا اور حلق کرا لوں گا۔“

مولانا جمال الدین نے فرمایا: ”مجھے اُمید ہے کہ ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد یہ دونوں بزرگ شیخ کی خدمت میں آئے اور دہلیز پر بیٹھ گئے۔ مولانا جمال الدین نے خادم سے کہا کہ خدمتِ شیخ کو اطلاع کر دو کہ فلاں شخص کے ساتھ مولانا حسام الدین ملتانی آئے ہیں۔“ خادم نے جا کر اطلاع دی۔ خدمتِ شیخ مسکرائے اور فرمایا: ”انہیں اندر بلاو، اچھے آئے ہیں۔“ خادم دونوں کو اندر لے گیا شیخ کے سامنے انہوں نے زمین کو بوسہ دیا اور کھڑے رہے۔ فرمان ہوا ”بیٹھ جائیے“ خدمتِ شیخ مولانا سے باتیں کرنے لگے۔ چونکہ مولانا کو کسی مسئلے میں شبہ تھا خدمتِ شیخ نے اسی مسئلے کا بیان شروع کر دیا۔ مولانا بھی بحث میں غریب ہو گئے۔ خوب گرما گرم گفتگو رہی، مگر مولانا ذرا بے قابو ہو گئے بحث ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ خدمتِ شیخ نے اُس مسئلے کا حل جیسا خواب میں بیان کیا تھا بالکل اسی طرح پھر فرمایا اور اپنے سر مبارک سے دستار اتاری، مولانا کے سر پر رکھ دی، اور مبارکباد دی مولانا پر گریہ طاری ہو گیا اور بے قابو ہو گئے۔ پھر زمین پر سر رکھا اور کہا: ”اب خدا کے لیے مجھے اپنے غلاموں کی صفت میں شامل کرنے کا حکم فرمائیں۔“

خدمتِ شیخ نے ایسا ہی کیا مولانا کو دستِ بیعت دیا اور حلق کرنے کو فرمایا پھر اپنے خاص خرقے سے مشرف کیا۔ جب یہ خبر لوگوں کو ملی تو شہر میں غلغلہ مچ گیا کہ مولانا حسام الدین ملتانی شیخ نظام الدین

قوام العقائد

کے مرید ہو گئے۔ بیعت کے بعد مولانا کا معاملہ اس مرتبے کو پہنچا کہ خدمتِ شیخ نے ایک بار اُن کے لیے فرمایا: ”اے حُسام ہمارے درمیان تمہاری برکت چاہیے“ دوسرے وقت اصحاب کے سامنے ارشاد ہوا: ”حُسام الدین مُلتانی کی برکت اس ملک کے لیے درکار ہے“ اب وہ کیا نعمت ہوگی جو خدمتِ شیخ نے مولانا حُسام الدین کے حق میں ایسی بات فرمائی۔

حکایت (۹)

قاضی محی الدین کا شانی بہت بڑے بزرگ اور نہ صرف شہر بلکہ ملک کے بزرگ ذوال میں سے تھے، علم و فضل اور زہد و تقویٰ سے آراستہ تھے اور مشغولی باطن میں اپنا تانی نہ رکھتے تھے۔ شہر بھر کے اُستاد تھے چنانچہ اُن کی مجلس میں کتنے ہی دانشمند حاضر ہوا کرتے تھے اور خدمتِ قاضی اُنہیں درس دینے کے بعد لوگوں سے بچ کر گوشے میں بیٹھ جاتے اور مشغول ہو جاتے تھے۔ نہایت درجے کی مشغولی مگر اس کیفیت میں بہت ہی سخت مرحلے بھی پیش آتے تھے۔ جب اس پر چند سال گذر گئے تو اُنہوں نے جان لیا کہ اس کام میں کسی شیخ کا ہونا بہت ضروری ہے اب کیا کیا جائے؟ کس سے بیعت کریں؟ یہاں تک کہ ایک دن مشغول تھے تو قاضی کو کچھ دکھایا گیا جس سے وہ حیران و متحیر رہ گئے۔ مدت تک اسی حیرت میں گرفتار رہے۔ جب دل کو اس سے تسلی ہو گئی تو شیخ کی خدمت میں آئے اور بیعت کی درخواست کی۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”اچھا ہے“ اور دستِ بیعت دے دیا؛ حلق کرنے کا بھی حکم ہوا۔ پھر خرقة خاص سے مشرف فرمایا۔ جس روز قاضی شیخ کے مرید ہوئے سارے شہر میں شہرت ہو گئی کہ قاضی محی الدین کا شانی بھی خدمتِ شیخ کے مرید ہو گئے۔ ان میں سے بعض لوگوں نے قاضی سے مکالمہ کیا اور کہا کہ تمہارے دادا، باپ اور خاندان کے بزرگ سب شیخ الاسلام بہار الدین اور شیخ الشیوخ (بابا فرید) کے خاندان سے بیعت رکھتے تھے تمہیں کیا ہو گیا جو یہاں جا کر مرید ہو گئے؟

قاضی نے جواب دیا: ”مجھے جو کچھ یہاں دکھایا گیا، اگر تمہیں بھی دکھا دیا جائے تو تم سب شیخ الاسلام نظام الدین کے آستانے پر سر رکھ دو گے اور اُن کی غلامی و خدمتِ گاری کا اقرار کرو گے۔“

معلوم نہیں کہ قاضی کو کیا دکھایا گیا وہ بات اُنہوں نے کسی کو نہیں بتائی خدا جانے کیا ہوگی! اور خدمتِ قاضی نے مرید ہونے کے بعد حُجبتہ و دستار کو ترک کر دیا، زیر پوشش بھی کم ہوتا بس یہی پیراہن اور نیمہ دستار رکھتے تھے اور باقی عمر اسی پر بسر کی ہمیشہ حسن عقیدہ اور کمالِ ادب کی راہ چلتے تھے کیونکہ اہلِ صفہ کے کام کو آداب پر ہی منحصر رکھا گیا ہے اور کہا ہے کہ اگر آداب سے توام العقائد

ذدہ بھر دگر دانی کریں تو جس مقام پر ہوں گے، وہاں سے نیچے گر پڑیں گے، اور قاضی ہر جمعرات کو دہلی سے شیخ کی خدمت میں پیدل آتے تھے اور قاضی کا گھر خدمت شیخ کے گھر سے تین کوس یا کچھ کم و بیش فاصلے پر تھا، اور میں جانتا ہوں کہ انھوں نے ایک قدم بھی ترک ادب کے ساتھ نہ اٹھایا ہوگا، اور وہ جمعہ کی شب میں جماعت خانے میں بہتے تھے۔ خدمت شیخ اس دن اور رات میں چند بار قاضی کو اندر (حجرے میں) طلب فرماتے تھے۔ اب اس خلوت میں انھیں کیا نعمتیں نہ ملتی ہوں گی! وہ یارانِ طریقت کے ساتھ محفلِ سماع میں اور دوسری محفلوں میں بھی حاضر ہوتے تھے، مگر سماع میں شرکت نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک رات کو خواجہ محمد امام نبیرہ شیخ الاسلام فرید الدین کے گھر میں سماع تھا، خدمت قاضی پر ایسا اثر ہوا کہ ان کی حالت قابو سے باہر ہو گئی اور ساکتیوں کو ان کی زندگی سے بھی با یوسی ہو گئی۔ سب نے سمجھ لیا کہ قاضی گئے۔ خدمت قاضی رات کے بیشتر حصے میں وجد و رقص کرتے رہے۔ جس شعر نے ان پر حال طاری کیا تھا، اسی کو پڑھواتے رہے اور بے خود ہو جاتے تھے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ قاضی پر کیا حال طاری ہوا تھا۔ چنانچہ صبح ہو گئی۔ یہ خبر خدمت شیخ کے علم میں لائی گئی اور کہا کہ آج رات قاضی محی الدین کا ثانی کا ایسا حال تھا۔ خدمت شیخ نے فرمایا: ”جی ہاں۔ قاضی ایسے ہی حال والوں میں سے ہیں۔“ پھر کسی موقع پر جب خدمت شیخ میں آئے تو گزارش کی اور کہا:۔

”اگر دعا گو کے لیے فرمان ہو تو کبھی کبھی سماع سن لیا کروں۔“

خدمت شیخ نے فرمایا: ”اچھی بات ہے، مگر یارانِ طریقت کے ساتھ سنا کرو۔“

وہ وقت بھی گذر گیا۔ پھر کسی موقع پر انھوں نے چند ساکتیوں کی فہرست بنائی اور شیخ کی خدمت میں پیش کی۔ خدمت شیخ نے وہ کاغذ ملاحظہ فرمایا، جب پڑھ چکے تو کاغذ کا ذرا سا کونہ پھاڑ کر ایک طرف کو رکھ دیا۔ قاضی نے جب یہ بات دیکھی تو خاموش ہے۔ وہ وقت بھی گذر گیا۔ دوسری بار جب قاضی آئے، اس فہرست میں سے جو پہلے بنائی تھی چند لوگوں کو چھانٹ کر چند نئے لوگوں کے نام کا اضافہ کیا، پھر اسے لا کر حضرت شیخ کے دست مبارک میں دیا۔ خدمت شیخ نے کاغذ کو ملاحظہ فرمایا اور قاضی سے ارشاد ہوا: ”بہت اچھے، ہاں ان لوگوں کے ساتھ سنا کرو۔“

اس تاریخ کے بعد خدمت قاضی جو سماع سنتے تھے، اس میں بہت ذوق اور راحت نصیب ہوتی تھی اور ایسا بھرپور وجد ہوتا تھا جو اس معاملے میں مشائخ کو ہوا کرتا ہے۔

اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ تم جان سکو قاضی کیسے روشن ضمیر تھے، شیخ کے متعین کیے بغیر

اُنھوں نے شیخ کی نیت کو سمجھ لیا اور اُنھیں عزیزوں کا نام فہرست میں لکھ کر لائے جنہیں شیخ چاہتے تھے۔ خدمتِ شیخ نے بھی پسند کیا اور فرمایا ” اچھا ہے ان کے ساتھ سنا کرو“ اور قاضی ادب کا کتنا لحاظ کرتے تھے اس کی ایک حکایت یہ ہے:

حکایت (۱۰) قاضی محی الدین کا ثانی نے فرمایا کہ ایک بار میں شیخ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا مجھے یاد آیا کہ میں نے گھر میں وضو کیا تھا اور اسی وضو سے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو گیا دوبارہ وضو کیوں نہ کیا۔ اس سبب سے میرا دل پرانگندہ ہو گیا تھا۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ خدمتِ شیخ نے میرے اسی حال کی مناسبت سے حکایت شروع کر دی اور فرمایا کہ ایک بار سید اجل کے بیٹے میرے پاس آئے تھے ہر چند میں اُن سے باتیں کرتا تھا مگر اُن کے دل کو حاضر نہ پاتا تھا میں نے کہا: سید کیا بات ہے میں تمہیں کھویا کھویا دیکھ رہا ہوں؟“ اُنھوں نے کہا: ” میں نے گھر میں وضو کیا تھا وضو کی تجدید نہیں کی اسی سبب سے دل پرانگندہ ہو رہا ہے کہ میں تجدید وضو کر کے آپ کی خدمت میں کیوں حاضر نہ ہوا میں نے اُن سے کہا: سید جاؤ، وضو کر لو اور اور بلکے پھلکے ہو کر خوشدلی سے بیٹھو۔“ جب خدمتِ شیخ نے یہ بات کہی تو قاضی کہتے ہیں میں اُٹھا، اور عرض کیا کہ ”مخدوم میرے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے“ بندگی شیخ نے تبسم فرمایا۔

سبحان اللہ قاضی کو کیسا پختہ اعتقاد تھا اور شیخ کی عظمت کیسی اُن کے دل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اتنی سی بات کو بھی ترک نہ کیا۔

حکایت (۱۱) مولانا فخر الدین مروزی شہر کے معتبر علماء میں سے ایک تھے اور ابتدائی زمانے میں خدمتِ شیخ نے اور مولانا نے ایک ہی جگہ پڑھا بھی تھا۔ جب خدمتِ شیخ کو یہ کام (سلوک و تصوف) پیش آیا تو خدمتِ مولانا بھی اسی کام میں مشغول ہو گئے۔ اس مشغولی کے عالم میں مولانا کو کچھ دکھایا گیا جس کے بعد وہ خدمتِ شیخ کے مرید ہو گئے اور صاحبانِ نعمت میں سے ایک ہوئے ان کی کشف و کرامات لوگوں میں بہت ظاہر ہوئیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اُن کا ایک دوست تھا جس کا نام خواجہ رشید تھا وہ بھی شیخ کے اصحاب (مریدوں) میں سے تھا۔ اُسے ایک بار کوئی بیماری لاحق ہوئی اور بات یہاں تک پہنچی کہ اُس کی زندگی سے لوگ مایوس ہو گئے اور کہنے لگے کہ رشید چلا وہیں۔ مگر اُن کے سالس کی آخری رفق باقی تھی اُن کے منہ پر کپڑا ڈال دیا گیا اور تہمیر و تکفین کی تیاری کی جانے لگی اسی دوران میں مولانا فخر الدین مروزی آگئے اور پوچھا کہ رشید کا کیا حال ہے؟ کسی نے کہا: رشید تو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ مولانا نے کہا: ”ایسا مت کہو“ مولانا کو کرسی

قوام العقائد

دی گئی اور مولانا رشید کے سنبھلے بیٹھے گئے، رشید کے چہرے سے چادر ہٹادی اور اُن کے کان کے قریب سر جھکا کر کہا: ”میں نے آج رات اللہ سے تمہیں مانگا ہے، تمہیں اتنے سال عمر اور دے دی گئی ہے خاطر جمع رکھو“ یہ کہا اور اُسٹھ کر چلے گئے۔ ایک شخص رشید کے سر ہانے کھڑا تھا اُس نے مولانا کی یہ گفتگو سنی، خاموش رہا۔ کچھ دیر کے بعد رشید کو ہوش آیا اور اُس (کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ سب لوگ رشید کے چاروں طرف اکٹھے ہو گئے اُس کے منہ سے کپڑا ہٹادیا اور پوچھا: کیا حال ہے؟ اُس نے کہا: اچھا ہوں مجھے سہارا دوتا کہ اُسٹھ کر بیٹھ جاؤں، ایسا ہی کیا گیا، وہ بیٹھ گیا اور اٹھارے سے کہا کہ کچھ ہے جو میں کھا سکوں؟ کچھ رقیق چیز (پینے کی) موجود تھی وہ لائی گئی اُس نے تھوڑی سی کھائی۔ چند روز میں بھلا چنگا ہو گیا اور جیسا کہ مولانا فخر الدین نے کہا تھا، چند سال تک زندہ رہا۔

مولانا بُرہان الدین حجت ملتانی نہایت بزرگوار، علمائے شہر کے استاد اور علم قدس میں یگانہ عصر تھے جب خدمتِ شیخ کی عظمت و کرامت کا شہر میں جبر چاہوئے لگا اور وہ ائمہ جو مولانا کی خدمت میں پڑھا کرتے تھے، شیخ کی خدمت میں آمد شد رکھتے تھے انہوں نے بارہا شیخ کی بزرگی کا حال مولانا کی خدمت میں بیان کیا، مولانا سے کہا کہ آپ کو شیخ سے ملاقات کرنی چاہیے کیونکہ مولانا نے تعلیم کے زمانے میں خدمتِ شیخ کو دیکھا تھا۔ شیخ کا تذکرہ مولانا کے دل میں کچھ جتنا تھا اور کہتے تھے: ”مولانا نظام الدین کو یہ مرتبہ کہاں سے مل گیا؟“

مولانا بُرہان الدین کی آنکھوں میں کچھ ضعف پیدا ہو گیا تھا چنانچہ ہر وقت آنکھوں سے پانی بہتا رہتا تھا۔ غرض شاگردوں کو درس دینے کے بعد کبھی کبھی مولانا اوکھلا میں آیا کرتے تھے جسے مہتر خضر کا مقام کہا جاتا ہے اُس وقت یہ جگہ بہت باراحت اور یہاں کا منظر بہت اچھا تھا۔ ایک دن مولانا اپنے شاگردوں کے ساتھ معمول کے مطابق آئے ہوئے تھے۔ شاگردوں نے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ ”یہاں سے غیاث پور نزدیک ہے اگر اس جگہ خدمتِ شیخ سے بھی ملاقات ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔“ مولانا نے کہا کہ مجھے منظور ہے بشرطیکہ جب میں شیخ سے ملاقات کروں تو اُن سے ملاقات کی برکت سے میری آنکھیں اچھی ہو جائیں تو میں بھی خدمتِ شیخ کا دم بھرنے لگوں گا۔

اسی شرط پر شیخ کی خدمت میں آئے۔ خدمتِ شیخ باہر تشریف لائے (مولانا کی) بہت زیادہ تعظیم کی اور ایک جا بیٹھ گئے بات چیت کے دوران خدمتِ شیخ نے مولانا سے پوچھا ”آپ کی آنکھوں کوام العقاد

سے پانی بہنے کا سبب کیا ہے؟“ مولانا نے اپنی آنکھوں کی کیفیت بیان کی۔ خدمتِ شیخ نے پہلے تو بہت معذرت طلب کی پھر اپنا مبارک لعابِ دہن انگلی میں لے کر مولانا کی آنکھوں پر مل دیا۔ مولانا کی آنکھوں سے پانی کا بہنا اسی وقت رُک گیا اور آنکھیں روشن ہو گئیں۔ جب مولانا نے یہ (کرامت) دیکھی تو شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور کہا ”مجھے اپنی غلامی میں قبول فرما لیجیے۔“

خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”نہیں۔ آپ بزرگ ہیں اور شہر بھر کے استاد ہیں، اس کی ضرورت نہیں۔“ مولانا نے بہت ہی عاجزی کے ساتھ کہا ”خیر مجھ ناکارہ کو جس نے اپنی ساری عمر گنوا دی ہے قبول فرما لیجیے۔“

اس کے بعد خدمتِ شیخ نے انھیں بیعت سے مشرف کیا۔

حکایت (۱۳) | مولانا بدر الدین نو لکھانے کہا کہ میں نے قاضی گویا لیکر سے سنا ہے انھوں نے بیان کیا کہ پہلے مجھے خدمتِ شیخ۔ قدس اللہ سرہ العزیز سے سخت عداوت تھی اور جو باتیں یہ دانشمندانِ مدعی (علمائے ظاہر) درویشوں کے بارے میں کہا کرتے ہیں میں بھی وہی کہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار میرا ارادہ خانہ کعبہ جانے کا ہوا۔ میں جہاز پر سوار ہوا وہ جہاز ایک پہاڑ سے ٹکر آیا اور پاش پاش ہو گیا سب لوگ (جو اُس پر سوار تھے) غرق ہو گئے میں ایک تختے سے چھٹ گیا تھا اس لیے بچ گیا۔ دو تین گزر گئے، میں سست پڑ گیا اور قریب تھا کہ وہ تختہ میرے ہاتھوں سے چھوٹ جائے۔ اس حال میں میں نے کہا ”شیخ نظام الدین میری دستگیری فرمائیے۔“

میں نے دیکھا کہ اُس پہاڑ میں ایک صوفی ظاہر ہوا اُس نے اپنا عصا میری جانب بڑھایا اور کہا: ”قاضی اسے تھام لو، باہر نکل آؤ۔“ میں نے عصا پکڑ لیا اور باہر آ گیا۔ وہ صوفی میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میں جو انکار رکھتا تھا وہ اعتقاد میں بدل گیا۔ جا کر میں نے حج ادا کیا، واپس آیا اور غیاث پور میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے مجھے پانی سے باہر نکالا تھا میں نے شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور عرض کیا: ”جیسی آپ نے اس دنیا میں میری دستگیری فرمائی ہے اور مجھے دربا سے باہر نکالا ہے، آخرت میں بھی ایسی ہی دستگیری فرمائیے گا۔ مجھے اپنے غلاموں میں داخل کر لیجیے۔“

خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”قاضی میں تو یہاں بیٹھا ہوں وہاں کہاں سے پہنچ گیا؟“

قاضی نے کہا: ”خواجہ مشائخ کو زمان و مکان طے کرنے کی قدرت ہوتی ہے، آپ مجھے ٹالیے

قوام العقائد

نہیں۔ خدمتِ شیخ ہر چند عذر کرتے تھے مگر میں نہیں مانتا تھا، یہاں تک کہ خدمتِ شیخ نے دستِ بیعت دیا اور مجھے خرقے سے مشرف فرمایا۔

حکایت (۱۴) | مولانا ظہیر الدین کو تو ال منذہ نے کہا: ایک بار قاضی لشکر سستی کوراں کی جانب جو ملتان کے مضافات میں ہے شکار کھیلنے گئے ہوئے تھے، اُن کے سامنے ایک ہرن آیا، اُنھوں نے اُس کا پیچھا کرنے میں بہت مبالغہ کیا، یہاں تک کہ گھوڑے سے گر پڑے اور اُن کا ہاتھ بیکار ہو گیا یا ٹوٹ گیا یہ درد کے مارے بیہوش ہو گئے، اسی دوران میں دیکھا کہ ایک بزرگ آئے اُن کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا: ”اٹھو“ جیسے اُس بزرگ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کو لگا درد کو آرام ہو گیا اور ہاتھ ٹھیک ہو گیا انھیں پوری طرح صحت ہو گئی۔

اس کے بعد (اُس بزرگ) نے کہا: ”اب یہ چاہیے کہ آئندہ کبھی تم سے ایسا کام سرزد نہ ہو جو حق تعالیٰ نے آدمی کو اپنی عبادت اور بندگی کے لیے پیدا کیا ہے، مخلوق خدا کو ایذا دینے کے لیے نہیں بنایا خصوصاً یہ مسکین (جانور) جو اس بیابان میں تھوڑی سی گھاس پر قناعت کیے ہوئے ہیں“

غرض جب وہ (قاضی لشکر) شہر میں آئے تو چونکہ اُنھیں وہ حال دیکھ کر درویشوں سے عقیدت پیدا ہو چکی تھی، انھیں شیخ کی زیارت کی تمنا ہوئی۔ مولانا وجیہ الدین پابلی سے اُن کا ملنا جلنا تھا۔ یہ قصہ اُن سے بیان کیا مولانا نے انھیں ساتھ لیا اور شیخ کی خدمت میں آئے۔ جب اُن کی نگاہ شیخ کے جمال مبارک پر پڑی تو سُدھ بدھ کھو بیٹھے، کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ مولانا نے اُن سے پوچھا کہ ”تمہیں کیا ہو گیا تھا؟“ اُس نے کہا: ”جس بزرگ نے اُس بیابان میں میرا ہاتھ پکڑا تھا اور مجھے نصیحت کی تھی اور میرا بازو ٹوٹنے کے بعد ٹھیک ہو گیا تھا وہ یہی تو ہیں!“ اور شیخ کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے بعد اسی مجلس میں وہ بزرگ بھی بندگانِ شیخ کی صف میں شامل ہو گئے۔

حکایت (۱۵) | کوئی مولوی کسی جگہ کے قاضی تھے اُنھوں نے کہا: ”ایک بار میں برص کے روگ میں مبتلا ہو گیا چنانچہ میرے سارے بدن پر داغ پڑ گئے ہر چند میں نے علاج کیا وہ دور نہ ہوئے ایک رات میں گیا اور غیاث پور میں رہا۔ رات کے پچھلے پہر میں اٹھا اور خدمتِ شیخ کے گھر کا رخ کیا۔ خدمتِ شیخ تہجد کے لیے اٹھ چکے تھے۔ میں آگے بڑھا، دروازہ کھٹکھٹایا خدمتِ شیخ خود دروازے پر آگئے اُسے کھولا اور کہا: ”فرمائیے کیا بات ہے؟“ قاضی نے اپنا حال گزارش کیا۔ شیخ نے فرمایا: ”اچھے آئے ہو، وقت بھی اچھا ہے، وہ داغ کہاں ہیں دکھاؤ؟“ میں نے برص کے داغ دکھائے۔

قوام العقائد

شیخ نے اپنے دہن مبارک کا لعاب اُن پر ملا، جب سارے داغوں پر لعاب دہن مل چکے تو فرمایا: ”قاضی جاؤ۔“

جب میں باہر آیا تو دیکھا کہ ہر داغ اپنے (جلد کے) قدیم رنگ کی طرف آرہا ہے حتیٰ کہ چند روز میں بالکل صحت یاب ہو گیا۔ اس کے بعد میں بھی خدمتِ شیخ کے غلاموں کی صف میں شامل ہو گیا۔

حکایت (۱۶)

مولانا شرف الدین جیمینکل ایک مرد دانشمند تھے، علم میں کمال رکھتے تھے اور سلطان علاء الدین (غلی) کے بھانجے (ملک حسام الدین قلیغ) کے امام تھے۔ انہیں بھی اس کام (سلوک و تصوف) کا شوق ہوا تو شیخ کی خدمت میں آنے لگے اور بیعت کا التماس کیا کرتے تھے۔ خدمتِ شیخ معذرت کرتے تھے چنانچہ یہ عاجز آگئے اور کوئی سبیل نظر نہ آئی تو انہوں نے سوچا کہ کیا تدبیر کی جائے جسے خدمتِ شیخ قبول کر لیں۔ فرمایا کہ تقریباً ایک من کی بڑی ہانڈی میں کم و بیش اتنا ہی کھانا پکایا اور کچھ بڑال لپیٹ کر اس کا اینڈو بنایا اسے دستار کے اوپر رکھا اور اس پر وہ ہانڈی رکھی، ایک رسی اپنے گلے میں ڈالی وہ ایک شخص کے ہاتھ میں تھمادی تاکہ وہ انہیں آگے سے جو پایوں کی طرح ہانکتا ہوا لے جائے۔ اسی حلے میں بازار سے نکل آئے اور ان کے گھر سے شیخ کی خانقاہ تک کم و بیش ایک کوس کا فاصلہ تھا اور راستے میں شہر کے یہ بازار دونوں طرف تھے۔ سارے شہر میں شور مچ گیا کہ مولانا کو کیا ہو گیا؟ جو اس ہیئت میں آگئے۔ وہ اسی طرح شیخ کے دروازے تک پہنچے۔ خادم نے خدمتِ شیخ کو اطلاع دی کہ مولانا شرف الدین جیمینکل اس حلے میں آئے ہیں انہیں اندر بلوایا گیا۔ مولانا اسی ہیئت میں شیخ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے خدمتِ شیخ مسکرائے اور فرمایا کہ ”یہ ہانڈی مولانا کے سر سے اتار لو۔“ اسی وقت بیعت اور خرقے سے مشرف فرمایا اور حلق بھی کرایا اس کے بعد مولانا کی مشغولی باطن کا معاملہ وہاں تک پہنچا کہ اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔

حکایت (۱۷)

قاضی جلال الدین دیباچی جو شہر کے ممتاز لوگوں میں سے ایک تھے اور طالب علمی کے زمانے میں شیخ سے جان پہچان بھی رکھتے تھے جب انہیں دیوگیر (دولت آباد) کی قضا علی تو قاضی کو فالج کی بیماری ہو گئی اس میں بہت در ماندہ ہو گئے۔ اس سے پہلے قاضی بندگانِ شیخ کے حق میں کبھی کبھی ایسے کلمات کہا کرتے تھے جو بندگانِ شیخ کے حال کے لائق نہ ہوتے تھے، کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ان کی تعریف بھی کرتے تھے۔ جب قاضی کو دہلی میں طلب کیا گیا، یہ گئے۔ وہاں پہنچے تو چاہا کہ خدمتِ شیخ سے ملاقات کریں۔ انہوں نے کم و بیش بیس برس کے بعد خدمتِ شیخ سے ملاقات کی۔ جب خدمتِ شیخ کو دیکھا تو جان لیا کہ یہ (اب) وہ نہیں ہیں جنہیں میں نے کبھی

قوام العقائد

دیکھا تھا۔ اب تو ان کا معاملہ ہی دوسرا ہے جب یہ سب دیکھا تو بہت ہی فریفتہ ہو گئے اور قاضی کے دل میں شیخ کی محبت جم گئی اس بار صرف (شیخ کے) دیدار پر ہی اکتفا کیا اور واپس آ گئے اسی اتنا میں قاضی کو (شاہی) فرمان کے ذریعے روانہ کر دیا گیا اور شیخ سے ملاقات کی مزید فرصت نہ ملی۔ یہ دیوگیر (دولت آباد) میں آ گئے۔ جب قاضی بیمار پڑے تو مجبوراً غائبانہ مرید ہوئے اور حلق کر لیا۔ اس ضعیف کے دادا نے فرمایا کہ میں اس وقت سکر کی طرف تھا۔ کچھ زمانے کے بعد دیوگیر گیا اور ملاقات کے لیے قاضی کے گھر جانا ہوا۔ انہیں خبر کی گئی کہ فلاں شخص آیا ہے۔ مجھے (اندر) طلب کر لیا جب قاضی نے مجھے دیکھا تو کہا: ”آؤ آؤ۔ میں تو خدا سے دعا کر رہا تھا کہ تم آ جاؤ۔“ میں آگے بڑھا، مجھے گلے سے لگا لیا اور اپنے سر سے پگڑی اتار کر کہنے لگے:

”دیکھو میں نے سرمند والیا ہے اور شیخ کی نیت کر کے ان کے غلاموں میں شامل ہو گیا ہوں اب میں خدا سے چاہ رہا تھا کہ وہ تمہیں میرے پاس پہنچا دے تاکہ میں تمہیں گواہ بنا لوں کہ اگر کل قیامت کے دن شیخ مجھے اپنی خدمتگاری میں قبول نہ فرمائیں تو میں تمہیں پکڑوں اور شیخ کے سامنے کھڑا کر دوں اور کہوں کہ یہ آپ کے فرزندوں میں سے ایک ہیں میں نے انہیں گواہ بنایا ہے کہ میں خواجہ کے غلاموں میں شامل ہو گیا ہوں تمہیں چاہیے کہ (قیامت کے دن) اسی طرح گواہی دو تاکہ اس مقام پر شیخ مجھے ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔“

سبحان اللہ! شیخ کی قوت کے کمال کا کیا کہنا کہ ایسے علمائے کبار اور محققان نامدار جن میں سے ہر ایک علم شریعت میں مقتداے روزگار تھا، شیخ کی خدمتگاری کا دم بھرتے تھے اور خدمت شیخ کے آستانے پر سر رکھتے تھے۔ (نظم):

آں کہ دریاچ مقامے نزدہ خیمہ عشق

پیش او رخت بیفگندہ و سر بنہا وہ

(وہ جس نے کسی مقام پر بھی عشق کا خیمہ نہ لگایا تھا، اس کے سامنے اپنا اسباب ڈال کر سر زمین پر رکھ دیا)

تیسرا باب

(۳)

بعض علماء و مشائخ شہر کا بیان جو بطریق صحبت شیخ سے وابستہ تھے

ضمیر اصحاب پر واضح رہے کہ جب خدمت شیخ کی عظمت سب پر آشکار ہو گئی تو شہر کے سارے علماء اور مشائخ، اس کے باوجود کہ وہ دوسرے خاندان میں بیعت رکھتے تھے، سب شیخ کی صحبت اور محبت سے مخصوص ہو گئے، ان میں سے بعض بزرگوں کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

حکایت (۱۸) | مولانا شمس الدین دامغانی جنہیں شیخ الاسلام بہار الدین سے یا خدا بہتر جانتا ہے شیخ صدر الدین سے خلافت حاصل تھی اور وہ بہت بڑے بزرگ تھے، علم شریعت و طریقت میں اپنے عہد کے یگانہ اور روشن ضمیر تھے، انہوں نے جب شیخ کی بزرگی دیکھی تو برسوں تک بہ طریق محبت و صحبت شیخ کی خدمت میں گزارے اور خدمت شیخ بھی مولانا کے حق میں بے حد نوازش فرماتے تھے۔ یہ بھی جلدی جلدی شیخ کی خدمت میں آتے رہتے تھے۔ خدمت شیخ بھی جہاں کہیں جلسہ یا محفل سماع ہوتی تھی اور خدمت شیخ کو وہاں تشریف لے جانا ہوتا تھا، ان کو بھی ضرور طلب فرماتے تھے یہ بھی حاضر ہو جاتے تھے، اور خواجہ کو ان سے بہت زیادہ دل بستگی تھی۔

حکایت (۱۹) | مولانا دمشق شیخ الاسلام بہار الدین کے مریدوں میں سے تھے، عمر رسیدہ بزرگ تھے اور اس کام (درویشی) میں بہت سی نعمتیں حاصل کر چکے تھے، سلوک کے معاملے میں بہت آراستہ اور شہر کے ممتاز لوگوں میں سے تھے، انہوں نے حکایت بیان کی کہ میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا، مجھے خدمت شیخ سے بہت محبت تھی بہت آنا جانا تھا۔ (مگر) خدمت شیخ (تعزیت کے لیے) نہ خود تشریف لائے نہ کسی کو (اپنی طرف سے) بھیجا۔ مجھے بہت رنج ہوا، اور کچھ دنوں تک میں نے آنا جانا بند کر دیا۔ ایک رات عشاء کی نماز پڑھ کر بارگاہ میں مشغول ہو گیا، رات کا ایک حصہ گزر چکا تھا اور بارگاہ کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ میں نے خدمت شیخ کو دیکھا چند بزرگوں کے ساتھ اندر آئے، مجھ سے مصافحہ کیا اور فرمایا: ”جو ملاقات خدا کے لیے ہوتی ہے اسے ایسی باتوں سے چھوڑ نہیں دینا چاہیے۔“ یہ کہہ کر غائب ہو گئے، جب صبح ہوئی تو میں گیا، مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا اور کچھ نہیں کہا۔ یہ بزرگ

قوام العقائد

نہایت علم و فضل اور کمال کا زہد و تقویٰ رکھتے تھے، اور حکمت (فلسفہ) کے معاملے میں دوسرا ان کی نظیر کم ہی ہوا ہوا ہوگا؛ جب تک زندہ رہے شیخ کی خدمت گاری سے وابستہ رہے اس ضعیف کے دادا نے فرمایا: "میں نے بھی اُن کو دیکھا تھا نہایت باراحت بزرگ تھے"

حکایت (۲۰) | مولانا فخر الدین ہانسوی شہر کے اُستاد تھے اور زہد و تقویٰ میں ضرب المثل۔ نیز وہ خود بھی اپنے وقت کے شیخ تھے اُن کے پدر بزرگوار شیخ بہاء الدین کے مرید تھے اور مولانا فخر الدین خدمت شیخ سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور اگر سماع کا مسئلہ زیر بحث آتا تھا تو کتاب (قرآن و سنت) کی روشنی میں جواب دیتے تھے، لیکن ادب کا بھی پورا خیال رکھتے تھے یہ اُن کی بزرگی اور بڑائی تھی کہ کبھی کوئی سخت بات نہ کہتے تھے۔ آخر وقت میں اُن پر مرض کا غلبہ ہوا اور اُنھوں نے جان لیا کہ اب چل چلاؤ کا وقت ہے، قاضی شمس الدین دیباچی اور مولانا فخر الدین زرادی یہ دونوں شیخ کے مریدوں میں سے تھے اور مولانا کے شاگرد بھی تھے، اُن کو بلوایا اور کہا: "تم شیخ الاسلام نظام الدین کی خدمت میں جاؤ اور اس دعا گو کی طرف سے اُن کی خدمت میں ایک پیغام لے جاؤ اُن کو میرا ادب اور سلام پیش کرو کہ میں آپ کا مخلص اور معتقد بندہ ہوں، لیکن جب کبھی سماع کا مسئلہ زیر بحث آتا تھا تو اپنے شاگردوں سے وہی بات کہتا تھا جو کتاب (اللہ) کا حکم ہے۔ معاذ اللہ اگر کسی وقت مجھ سے بے ادبی ہو گئی ہو اور وہ بات میں سمجھتا ہوں آپ تک بھی پہنچی ہو، اگر کبھی خاطر مبارک پر کوئی گرانی ہوئی ہو تو اپنے کرم سے اُسے معاف فرمادیں، کیونکہ دعا گو کا یہ وقت بہت تنگ ہے۔ ازراہ کرم میری دست گیری فرمائیں اور مجھے دعائیں یاد رکھیں تاکہ خاتمہ بخیر ہو جائے۔ یہ دونوں گئے اور مولانا کا سلام و ادب پہنچایا اور اُن کی گزارش بھی پیش کی خدمت شیخ نے جواب میں فرمایا: "معاذ اللہ کہ مجھے مولانا سے کوئی گرانی ہو، اور فرمایا: "فاتحہ پڑھو" مولانا کی سلامتی کے لیے فاتحہ پڑھی گئی۔ فرمایا: "جاؤ میرا سلام اور دعا پہنچاؤ اور یہ کہنا کہ آپ خاطر جمع رکھیں سب کام حسبِ مُراد ہو جائیں گے" یہ دونوں آئے اور یہ بات مولانا سے آکر کہی۔ مولانا خوش ہوئے اور فرمایا: "پانی لاؤ" پانی لایا گیا۔ مولانا نے نئے سرے سے وضو کیا اور رکعت نفل پڑھے اور سجدے میں سر رکھ کر جاں بحق تسلیم ہوئے۔

حکایت ۲۱ | مولانا علاء الدین قاضی جہاں بہت بزرگ شخص تھے نہایت عالم و فاضل۔ اُنھیں سلطان علاء الدین نے زبردستی جہاں کا قاضی بنا دیا تھا۔ انھیں قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا مجبوراً قبول کر لیا۔ وہ بھی شیخ الاسلام بہاء الدین یا شیخ صدر الدین کے

قوام العقائد

مریدوں میں سے تھے اور اس فن (سلوک) میں کمال مشغولی رکھتے تھے، بہت سی نعمتیں حاصل کر چکے تھے، انھیں مردانِ غیب سے بھی صحبت تھی اس بارے میں ان کے بہت سے قصے ہیں جن سے اُس زمانے کے لوگ اچھی طرح واقف تھے۔ غرض ایک بار سلطان علاء الدین کے بڑے امیروں میں سے کسی کو کسی مقدمے میں ان کے سامنے پیش کیا گیا۔ حکمِ شریعت کے مطابق اُس کا قتل واجب تھا اور قاضی نے اُسے قتل کرنے کا حکم صادر کر دیا جب اُس کو قتل کر دیا گیا تو یہ بات سلطان تک پہنچی۔ سلطان نے یہ سن کر بہت پیچ و تاب کھایا اور کہا کہ میں نے ایسا حکم کب دیا تھا کہ میرے ایسے امیر کو مجھے اطلاع دیے بغیر قتل کر دیا جائے۔ اُس نے حکم دیا کہ قاضی کو طوق و زنجیر پہنا کر لائیں۔ اسی طرح (قاضی کو) لے کر آئے۔ جب دہلی ایک منزل رہ گئی تو قاضی نے سپاہیوں سے کہا کہ تم اتنا تو کر سکتے ہو کہ مجھے پہلے شیخ کی خدمت میں لے جاؤ۔ چونکہ قاضی ایک بزرگ آدمی تھے، ان سپاہیوں نے بھی یہ بات مان لی اور قاضی کو لے کر چلے راتوں رات خدمتِ شیخ کے سامنے اسی طرح (طوق و زنجیر میں) بندھا ہوا پیش کیا۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”یہ کیا حال ہے؟“ قاضی نے کہا: ”آپ پر یہ بات روشن ہے کہ میں نے شریعت کے مطابق فیصلہ دیا ہے۔“ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”جاؤ، خاطر جمع

رکھو، اچھا ہی ہوگا، مگر جو کچھ وہ کہے اُس کا جواب نہ دینا بس یہ کہنا کہ اس معاملے میں چوک ہو گئی۔“ پھر فاتحہ پڑھی اور فرمایا: ”قاضی جاؤ۔ کچھ اندیشہ نہیں۔“ اسی حال میں صبح کو سلطان کے سامنے لے گئے، سلطان نے قاضی کو دیکھا تو بہت غصہ کیا اور آپے سے باہر ہو گیا کہنے لگا:

”قاضی میرے اُس امیر کو بغیر مجھے اطلاع دیے کیوں قتل کر دیا؟“

قاضی نے کہا: ”خداوندِ عالم حکمِ شریعت میں اس بارے میں کچھ سہو ہو گیا۔“

جب سلطان نے یہ سنا تو سر جھکا لیا اور قاضی کے سامنے شرمندہ ہوا، کچھ دیر کے بعد سر اُپر اٹھایا اور جو (درباری) کھڑے تھے ان کی طرف رخ کر کے کہنے لگا: ”جو شخص اپنی غلطی کا اقرار کر لے اُس کے ساتھ کیا کیا جاسکتا ہے؟“

سلطان نے کہا ان کے بند کھول دو۔ پھر قاضی کو خلعت پہنائی اور فرمایا کہ ”قاضی ایسے بڑے مقدما میں یہ چاہیے کہ مجھے اطلاع دیا کرو۔ اب جاؤ اپنا کام انجام دو۔“ یہ اسی طرح خلعت پہنے ہوئے شیخ کے سامنے آئے اور وہاں سے رخصت ہوئے مولانا عثمان سیوستانی ان کے برادرِ نسبتی شیخ الاسلام صدر الدین کے مریدوں میں سے تھے ممتاز اور دانشمند انسان تھے وہ کم و بیش (۲۰) سال شیخ کی صحبت

میں رہے بلکہ خرقة کا التماس بھی کیا تھا خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ نہیں، ہمارے ساتھ محبت اور طریقِ صحبت پر اکتفا کرو۔ خدمتِ مولانا جب تک زندہ رہے وہ ازراہ عقیدت شیخ کی خدمتِ گاری سے وابستہ رہے۔ اب اے عزیز! جن لوگوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں سے ہر ایک نے شیخ کے کشف و کرامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اسی لیے ساری عمر ان کی خدمتِ گاری میں بسر کر دی۔

حکایت (۲۲) | مولانا حمید الدین ملتانی استادانِ شہر میں سے تھے اور شیخ صدر الدین کے مرید تھے، اپنے علم و فضل اور دانشمندی کے بل پر انہوں نے ہدایہ کی شرح لکھی تھی جب وہ شرحِ ملکِ بغداد و بخارا اور سارے ملکِ خراسان میں پہنچی تو ان علاقوں کے علماء نے اُسے بہت پسند کیا، مولانا کی عظمت کے معترف ہوئے اور یہ کہا کہ دہلی میں ایسے ایسے بزرگ پیدا ہو چکے ہیں۔ اور یہ بزرگ شیخ صدر الدین کے خدمتِ گاروں میں سے تھے، اس (درویشی) کے معاملے میں بہت زیادہ مشغولی رکھتے تھے۔ شیخ کی خدمت میں بھی ازراہ اعتقاد و محبت ان کا آنا جانا تھا اور ہر معاملے میں ان سے (دعا کی) التجا کیا کرتے تھے جب تک زندہ رہے یہی ان کی وضع رہی۔

حکایت (۲۳) | مولانا بدر الدین تھیکھوری ساکن کڑہ، عالم فاضل اور اُس علاقے کے استاد تھے، زہد و تقویٰ بھی کمال درجے کا تھا، انہوں نے بھی بطور عقیدت و محبت شیخ کی خدمتِ گاری میں کئی سال بسر کیے چنانچہ انہوں نے خانہ کعبہ کی زیارت کی نیت سے عزم سفر کیا۔ شہر کڑہ سے روانہ ہوئے اور شیخ کی خدمت میں آئے۔ خدمتِ شیخ نے ازراہ کرم ان پر بہت زیادہ نوازش فرمائی پھر پوچھا: "مولانا کیا حال ہے؟" مولانا نے کہا کہ مخدوم اس دعا گو کا ارادہ خانہ کعبہ کی زیارت کرنے کا ہوا ہے میں نے سوچا کہ (وہاں جانے سے) پہلے شیخ الاسلام نظام الدین کی زیارت کروں اور ان کی اجازت لے کر روانہ ہوں تاکہ ان کے ارشاد کی برکت سے اپنی غرض حاصل کر سکوں۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "بہت اچھا ہے سلامتی کے ساتھ جاؤ، سلامتی سے واپس آؤ، سب کام تمہاری مراد کے موافق ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔" اُس وقت خدمتِ شیخ دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، مولانا نے عرض کیا کہ مخدوم کرم فرمائیں تھوڑا سا آگے آجائیں یعنی اپنی جانب اشارہ کیا۔ خدمتِ شیخ آگے آگے مولانا نے دو تین بار یہی گزارش کی اور بہت عاجزی سے التماس کیا کہ آگے آجائیے خدمتِ شیخ اور آگے آگے یہاں تک کہ خدمتِ شیخ اور دیوار کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گیا کہ ایک شخص اُس فاصلے میں گزر سکے۔ اس کے بعد مولانا نے التماس کیا کہ بندے نے ایک منت مانی تھی خدمتِ شیخ کے کرم سے میری وہ منت پوری ہو سکتی ہے، اس وقت خدمتِ شیخ

قوام العقائد

انراہ لطف و مرحمت قبول فرمائیں تاکہ بندہ اپنی منت پوری کر لے۔ شیخ نے کہا: ”کیا حکم ہے فرمائیے؟ تاکہ ویسا ہی کیا جائے“ مولانا نے کہا میں نے یہ نذر کی ہے کہ خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے پہلے سات بار شیخ کے سر مبارک کا طواف کروں اب اس وقت یہ موقع ہے کہ خدمت شیخ راضی ہوں تاکہ بندہ اپنی نذر پوری کر لے۔ خدمت شیخ مجبوراً خاموش رہے مولانا اٹھے اور سات بار شیخ کے سر مبارک کا طواف کیا پھر زمین بوس ہو کر عرض کیا کہ اس وقت یہی مطلوب تھا، اب برائے خدا مجھے خدا کے سپرد فرمائیے خدمت شیخ نے ایسا ہی کیا۔ فاتحہ پڑھی اور مولانا کو خدا حافظ کہا وہ چلے گئے سلامتی سے گئے، حج ادا کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور سلامتی سے شیخ کے سامنے واپس آئے۔

حکایت (۲۴)

خواجہ عثمان سیاح شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہ کے خلیفہ تھے جب سلطان قطب الدین کے زمانے میں شیخ رکن الدین دہلی سے ملتان کی جانب روانہ ہوئے تو خواجہ عثمان سیاح نے خدمت شیخ رکن الدین سے عرض کیا کہ مخدوم، بندہ آپ سے اتنی دُور ہے اگر حکم ہو تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں اور وہیں (ملتان میں) سکونت اختیار کروں تاکہ اپنی کیفیات جو کچھ گذرین آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ شیخ رکن الدین نے فرمایا: ”آنے کی ضرورت نہیں تم یہیں رہو اور شیخ الاسلام نظام الدین کی خدمت میں اپنا احوال عرض کیا کرو، پھر جو کچھ وہ فرمائیں اُس پر عمل کرو۔ اُن کی صحبت میں رہو اور خود کو اُن کی خدمتگاری کے لیے وقف کر دو۔“ عثمان سیاح شیخ رکن الدین کے فرمان کے مطابق شیخ الاسلام نظام الدین کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ خدمت شیخ رکن الدین نے بندے کو آپ کے حوالے کیا ہے آپ کا کیا حکم ہے؟ خدمت شیخ الاسلام نے فرمایا: ”اچھا ہے“ انھیں بہ طریق صحبت قبول کر لیا اور یہ خواجہ عثمان سالکان راہ میں سے تھے، بہت بابرکت اور سلوک کے کام میں یگانہ عصر تھے۔ اُن کی بزرگی کی ایک حکایت یہ ہے کہ جب عہدِ غیاثی میں شہر کے علماء نے سماع کی بحث چھیڑی۔ یہ خواجہ عثمان صاحب سماع درویش تھے، اور اُس وقت ایک گاؤں بھی معانی میں رکھتے تھے، جب انھوں نے دیکھا کہ سماع کی بحث شروع کر دی گئی تو اُن کے پاس (گاؤں کا) جو فرمان تھا وہ لائے اور سلطان کے محل کے دروازے پر جا کر جوہِ داخل (عرضیاں سلطان تک پہنچانے کا وسیلہ) میں لٹکا دیا اور کہا: ”یہ تمہارے گاؤں کا فرمان ہے، اسے سنبھالو، ہم تو سماع سے باز آنے والے ہیں نہیں۔“

اسی بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب تک کسی میں باطنی قوت نہ ہو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ عرض وہ فرمان چوبِ داخل پر لٹکا دیا تو خود رقص کرتے ہوئے اپنے گھر کو چلے گئے یہ خبر سلطان غیاث الدین

کو پہنچائی گئی کہ خواجہ عثمان ستیاح نے ایسا کیا ہے۔ سلطان نے کہا وہ فرمان لاؤ، جب لایا گیا تو فرمان کو دیکھا اور اُس پر مزید شکر اتار رکھا، بہت زیادہ معذرت کی اور کہا کہ ہمیں تمہارے کام سے کوئی مطلب نہیں، تم اپنا فرمان لے لو اور جیسے جی چاہے اپنے مشاغل میں مگن رہو خواجہ عثمان نے وہ فرمان واپس لے لیا اور جب تک زندہ رہے اسی طرح اپنے معمولات میں مشغول رہے اور شیخ کی خدمتگاری دل و جان سے کرتے رہے۔

حکایت (۲۵) خواجہ موسیٰ دیوگیری نے بھی شیخ رکن الدین کی خدمت میں ایسی ہی گزارش کی جیسی خواجہ عثمان ستیاح نے درخواست کی تھی۔ شیخ رکن الدین نے اُن سے بھی وہی فرمایا جو خواجہ عثمان ستیاح سے کہا تھا۔ اُنہوں نے پھر عرض کیا کہ ”مجھے وہاں کون گھسنے دے گا۔ یہ بات اُنہوں نے ایسے ہی کہی کہ شیخ رکن الدین کو بہت ناگوار گذری، شیخ رکن الدین نے کہا:

”ارے کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا کہ جا، اُس آستانے سے گلی کے نکتہ تک اپنی داڑھی سے

جھاڑو دے تاکہ تجھے باریابی دی جائے، تو وہاں ایسے ہی (بغیر محنت کے) بارچاہتا ہے؟“

اُنہوں نے سر جھکا لیا واپس ہو گئے اور آکر شیخ کے آستانے سے اپنی داڑھی سے جھاڑو دینا

شروع کیا، تھوڑی دُور تک ہی جھاڑو سکے تھے پھر نہ کر سکے تو سر سے دستار اتاری اور اُس سے

جھاڑو ناک شروع کیا، یہاں تک کہ گلی کے سرے تک پہنچ گئے۔ یہ خبر خدمت شیخ تک پہنچائی گئی

اُنہوں نے فرمایا: ”اُنہیں چھوڑ دو، جو کر رہے ہیں کرنے دو۔“ جب یہ کام ختم کر چکے تو اپنے

حضور میں طلب کیا، اُنہوں نے آکر زمین بوسی کی، کھڑے رہے، خدمت شیخ مسکرائے اُن پر نوازش

فرمائی اور بہت خوشی کا اظہار کیا۔ یہ زمین بوس ہو کر واپس آ گئے مگر ان کا معاملہ خواجہ عثمان ستیاح

جیسا نہ ہو سکا۔ خواجہ عثمان ستیاح کا معاملہ بہت اعلیٰ و ارفع ہو گیا تھا وہ جب تک زندہ رہے جو

کچھ کہتے تھے خدمت شیخ کے بارے میں ہی کہا کرتے تھے۔

حکایت (۲۶) مولانا فخر الدین زاہد میرٹھ میں تھے، اُنہیں بھی ایسی کمال کی مشغولی تھی جو اس طبقہ (درویشوں) کو ہوا کرتی ہے اور لوگوں نے بھی اُن سے ازراہِ خرق عادت

(ذکر اہمات) بہت کچھ دیکھا تھا اُنہیں بھی خدمت شیخ میں محبت اور اخلاص کا علاقہ تھا اگر شیخ کا

تذکرہ ہوتا تھا تو وہ اُن کی بزرگی اور عظمت (کے بیان) میں بہت غلو کرتے تھے اور اپنی مہمات

میں خدمت شیخ سے رجوع کرتے تھے جب تک زندہ رہے۔ یہی اُن کا معمول رہا۔

قوام العقائد

حکایت (۲۷) | شیخ نظام الدین پانی پتی جو شہر میں نہایت بزرگ اور شیخ وقت تھے لوگوں کو دست بیعت دیا کرتے تھے جب اپنے دادا صاحب کے بارے میں انہوں نے معلوم کیا کہ وہ شیخ (نظام الدین) کی صحبت میں رہتے تھے اور خدمت شیخ بھی ان سے بہت محبت و اخلاص کا برتاؤ فرماتے تھے وہ جلسوں میں حاضر ہوا کرتے تھے اور ان کے ساتھ رہتے تھے اور خلق کو بھی یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ خدمت شیخ ان سے بہت خوش تھے، وہ صاحب وجد و سماع درویش تھے اور اس کام میں بڑا ذوق رکھتے تھے، توجیب تک یہ زندہ رہے خدمت شیخ کے ساتھ محبت و عقیدت کا معاملہ رکھا۔

حکایت (۲۸) | سید علاء الدین جیوری بڑے بزرگ تھے، پہلی بزرگی تو ان کی یہ کہ سید تھے اور دوسرے عالم فاضل، استاد شہر، تیسرے یہ کہ اپنے وقت کے شیخ تھے۔ سید قوام الدین کی طرف سے لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔ وہ بھی شیخ سے محبت و اخلاص کا تعلق رکھتے تھے، اس حد تک کہ جب سماع کی بحث ہوئی تو انہوں نے سماع کے جواز کے بارے میں روایات نکالیں اور ازراہ اخلاص شیخ کی خدمت میں بھیجیں اور یہ کہا کہ میں آپ کا محبت و مخلص ہوں۔ یہ روایات بطور اخلاص آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ اگرچہ یہ روایات آپ کی نظر سے پوشیدہ نہ ہوں گی، مگر میں نے اپنے اخلاص کا اظہار کیا ہے خدمت خواہ اس کا برائے مانیں۔ خدمت شیخ نے بھی ازراہ محبت ان (روایات) کو قبول فرمایا۔

حکایت (۲۹) | مولانا علم الدین شیخ الاسلام بہاء الدین کے پوتے بھی شیخ سے محبت رکھتے تھے اور سماع کی بحث کے وقت مولانا مذکورہ نے بھی روایات نکالیں اور شیخ کی خدمت میں بھیجیں اور معذرت کی کہ اگرچہ مذکورہ روایات آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں مگر میں نے اپنے اخلاص کا اظہار کیا ہے اور یہ بات خاطر مبارک پر روشن ہے۔ اس کے بعد انہوں نے سماع کے جواز پر ایک رسالہ بھی لکھا۔

چوتھا باب (۴)

اطراف عالم کے بزرگوں اور مشائخ کا خدمتِ شیخ کی عظمت و کرامت معاینہ کرنے کے بعد التجا کرنا

دوستوں کے ضمیر پر روشن رہے کہ (فن) سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے جب حق تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو عالمِ قدس کے مقرب فرشتے آواز سنتے ہیں کہ اے فرشتو میں نے فلاں بندے کو اپنا دوست بنا لیا ہے تم بھی اُسے دوست بنا لو اور آسمان و زمین کے فرشتوں سے پکار کر کہہ دو تا کہ وہ بھی اُسے اپنا دوست بنا لیں پھر فرمان ہوتا ہے کہ اس بندے کی محبت دریاؤں میں، حوضوں میں، اناج کے دانوں میں ڈال دو تا کہ جو بھی اُسے کھائے وہ اس بندے کا دوست ہو جائے اور وہ بندہ سب کا محبوب بن جائے۔

الغرض دنیا والوں سے یہ بات ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ خدمتِ شیخ مارے عالم کے محبوب تھے اور مشرق و مغرب کے مشائخ اور خاص و عام سب شیخ کی پیشوائی کے مقرب و معترف تھے اور خدمتِ شیخ سے محبت، التجا اور انخلاص کا تعلق رکھتے تھے اور ان مشائخ میں سے بعض جو صاحبانِ سجادہ تھے اپنے دُود و تین تین ہزار مریدوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ شیخ کے رشتہ ارادت میں منسلک ہو گئے۔ دنیا بھر کے دانا اور ہر مذہب و مسلک کے صاحبانِ ریاضت حضرات نے جب شیخ کی کرامت دیکھی تو وہ بھی شیخ کی محبت میں گرفتار ہو گئے۔ ان میں سے صرف چند کا تذکرہ اس باب میں کیا جاتا ہے تا کہ یہ کتاب زیادہ طویل نہ ہو جائے۔

حکایت ۳

شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہ العزیز کو جب سلطان قطب الدین نے (دہلی میں) طلب کیا تو وہ تشریف لائے۔ پہلی ہی ملاقات میں سلطان نے خدمتِ شیخ رکن الدین سے کہا: آپ ازراہ کرم ملتان سے یہاں تک آتے ہیں اور ایک شخص میرے قلعے (کی دیوار) کے سائے میں رہتا ہے مگر میرے معاملات کی طرف قطعاً دھیان نہیں دیتا۔ خدمتِ شیخ رکن الدین نے سمجھ لیا کہ سلطان یہ بات شیخ الاسلام نظام الدین کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ جواب میں فرمایا کہ:

”میرے ساتھ ایک اسمعیل ہے، ضرورتاً آتا ہوں، اور ان (شیخ نظام الدین) کے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہے پھر وہ کس لیے آئیں؟ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ آپ ان کے حق میں کسی کی بات (جعلی) سنیں کیونکہ وہ بہت بڑے بزرگ ہیں، اس معاملے میں ان کے رُتبے کو کوئی کیا پہنچ سکتا ہے؟“

جب سلطان نے یہ بات سنی تو تر مندہ ہوا، زبان پلٹ گیا اور بولا: ”معاذ اللہ کہ مجھے ان سے مخالفت ہو میں تو یوہیں کسی کی حکایت بیان کر رہا تھا۔ اس کے بعد یہ خدمتِ شیخ رکن الدین کی بزرگی تھی کہ انہوں نے خدمتِ شیخ الاسلام نظام الدین کی بزرگی کے بیان میں بہت زیادہ غلو کیا چنانچہ سلطان اپنی بات کہہ کر سخت پشیمان ہوا اور اس موقع پر مخالفوں کی اور کوئی بات نہیں کہی۔ جب خدمتِ شیخ رکن الدین چلے گئے تو ان کے لیے جو مکان تیار کیا گیا تھا اس میں فروکش ہوئے۔ انہیں بتایا گیا کہ خدمتِ شیخ نظام الدین تشریف لارہے ہیں۔ خدمتِ شیخ رکن الدین نے جب یہ سنا تو اٹھے اور فرمایا کہ جلدی سے پانی لے کر آؤ تاکہ میں تجدیدِ وضو کر لوں کیونکہ جس وضو میں نے سلطان سے ملاقات کی ہے اسی سے خدمتِ شیخ الاسلام نظام الدین سے ملاقات نہیں کی جاسکتی، اسی دوران میں خدمتِ شیخ الاسلام نظام الدین تشریف لے آئے۔ خدمتِ شیخ رکن الدین نے ان کا استقبال کیا اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے اور یہ دونوں اُن بڑے فرش پر جو بڑا ہوا تھا اسی پر بیٹھ گئے اور سجادے کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا۔ خدمتِ شیخ چند تھکان پڑے کے چند نائفے مُشک کے اور کچھ سونے کے تھکے بطور ہدیہ لائے تھے۔ شیخ کے خادم اقبال نے یہ چیزیں لا کر سامنے رکھیں۔ خدمتِ شیخ رکن الدین نے کہا: ”خداوند شیخ آپ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان ہدایا کو قبول کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے“ شیخ سمجھ گئے کہ وہ کیا فرما رہے ہیں انہوں نے اقبال کو اشارہ کیا کہ ان (ہدایا) کو (سامنے سے) اٹھالے۔ خدمتِ شیخ رکن الدین کے بھائی شیخ زادہ اسمعیل نے اُن ہدایا میں سے ایک نائفہ مُشک بطور تبرک لے لیا اس کے بعد خدمتِ شیخ اُٹھے اور رخصت ہو کر چلے گئے۔ اپنے مکان پر آئے

اور اصحاب کے سامنے خدمتِ شیخ رکن الدینؒ کے اخلاقِ حمیدہ اور ان کے ادب کی حکایت بیان کر کے ذوق لیتے رہے اور فرمایا کہ ”بات شروع کرنا آنے والے کا حق نہیں ہے۔ جو شخص بیٹھا ہوا ہے اسے چاہیے کہ بات شروع کرے۔“ خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نہایت حُسنِ ادب سے جو ان (کی سیرت میں تھا) خاموش رہے مجبوراً میں نے بات شروع کی تاکہ تم یہ جان لو کہ اے عزیز کہ وہ بزرگوں کو پہچانتے ہیں ہم اور تم اس (رتبے) کو کہاں پہنچ سکتے ہیں!“

شیخ رکن الدینؒ کے خدمتِ گاروں میں سے مولانا یوسف حج ادا کر چکے تھے اور بہت حکایت (۳۱) مشغولی رکھتے تھے ان سے میں نے سنا ہے کہتے تھے :

”میں کم و بیش بارہ سال کا تھا خدمتِ شیخ رکن الدینؒ کی نظر میں رہتا تھا ایک روز خدمتِ شیخ وضو کر رہے تھے میں نے دیکھا کہ ہر بار وہ بے خود سے ہو جاتے تھے اور سینے سے ایک گرم سانس نکالتے تھے چند بار اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ کچھ دیر کے بعد جب اس حالت سے نکلے اور وضو کر کے تحت وضو (کے نقل) بڑھے میں آگے بڑھا اور عرض کیا: ”خداوند شیخ یہ آپ کو کیا ہوا تھا؟“ فرمایا: ”اے یوسف مجھے اُس وقت شیخ الاسلام نظام الدینؒ کا مرتبہ دکھایا گیا؛ سبحان اللہ یہ کیا عظمت ہے اور کیا بزرگی ہے اور کیا مقامات ہیں جو ان کو دیئے گئے ہیں۔“

یہ یوسف کہتے تھے میں نے کہا: ”خداوند شیخ آپ بھی ایسا فرماتے ہیں! خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے فرمایا: ”اے یوسف شیخ الاسلام نظام الدینؒ بہت بڑے بزرگ ہیں وہاں تک کون پہنچ سکتا ہے!“ میں نے یوسف سے ہی سنا کہ اُنھوں نے کہا: ”ایک بار میں نے چند گھوڑے فروخت کرنے کے لیے دہلی کی طرف روانہ کیے۔ شیخ رکن الدینؒ کے سہائی کے پاس بھی ایک گھوڑا تھا وہ اُنھوں نے میرے حوالے کیا۔ قضار شیخ زادے کا گھوڑا راستے میں جوڑنے غائب کر دیا جب میں دہلی آیا تو (اپنے) گھوڑوں کو بیچ دیا اور پھر ملتان کو واپس ہوا شیخ زادے سے میں نے کہا کہ (آپ کا) گھوڑا جوڑ لے گئے۔ شیخ زادے ہر بار مجھے برا بھلا کہتے تھے میں عاجز آ گیا۔ ایک دن شیخ رکن الدینؒ کے سامنے گزارش کی اور کہا کہ خداوند عالم جانتا ہے کہ شیخ زادے کا گھوڑا جوڑ لے گئے مگر شیخ زادے یہ بات نہیں مانتے۔ اب میں کیا کروں؟ اس کا چارہ کیا ہے؟“ خدمتِ شیخ رکن الدینؒ نے فرمایا کہ یہ قصہ شیخ الاسلام نظام الدین سے بیان کرنا چاہیے وہی (وہاں کے) صاحبِ ولایت ہیں۔ جب میں نے یہ سنا تو گھر آیا اور دہلی کے سفر کا پکا ارادہ کر لیا۔ چند گھوڑے خریدے اور شیخ رکن الدینؒ کی

قوام العقائد

خدمت میں عرض کیا کہ میں نے چند گھوڑے خریدے ہیں چاہتا ہوں کہ انہیں دہلی کی جانب لے کر جاؤں۔ فرمایا: بہت اچھا ہے۔ شیخ نے شیخ الاسلام نظام الدین کے لیے چند تحائف بھی دیے اور اسی طرح میں جب بھی دہلی آتا تھا خدمت شیخ رکن الدین، شیخ الاسلام نظام الدین کے لیے کچھ چیز بطور ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ میں نے اسی طرح وہ تحفہ لیا اور روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ غیاث پور آ پہنچا۔ شیخ رکن الدین کا ہدیہ پہنچا دیا اور اس سوچ میں رہا کہ جوڑے کے گھوڑے لے جانے کا قصہ اسی مجلس میں بیان کروں یا نہ کروں۔ اسی اندیشے میں تھا کہ خدمت شیخ نے فرمایا: یوسف تم کل گھوڑوں کے نخاس میں جاؤ گے؟ میں حیران ہوا کہ گھوڑوں کو دو تین دن روک کر رکھنا چاہیے تاکہ وہ چاق و چوبند ہو جائیں اسی الجھن میں تھا کہ میرے اٹھتے وقت (حضرت نے) پھر تاکید سے فرمایا: "یوسف کل گھوڑوں کے نخاس میں جانا۔ میں نے جان لیا کہ تاخیر کرنے میں حکمت نہیں ہے اس لیے کہ خدمت شیخ تاکید کے ساتھ فرما رہے ہیں۔ صبح کو میں سوار ہوا، گھوڑوں کے نخاس میں گیا تو وہاں دیکھا کہ شیخ زائے کا گھوڑا جو چور لے گئے تھے بازار میں گھمایا جا رہا ہے میں نے جا کر گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا کہ یہ گھوڑا تو میرا ہے۔ دلال مجھے اور گھوڑے کو اس کے مالک کے پاس لے گئے اور یہ گھوڑا بیچنے والا سلطان علاء الدین (خلجی) کے امیروں میں سے ایک تھا اس نے مجھ سے کہا: "درولیش، تم کیا کہتے ہو؟" میں نے کہا کہ "یہ گھوڑا میرا ہے فلاں تاریخ کو میرے پاس سے غائب ہو گیا تھا۔" ملک نے کہا: اس معاملے میں تمہارا کوئی گواہ ہے؟ میں نے کہا: "جی ہاں میرے گواہ شیخ الاسلام نظام الدین ہیں۔"

جب ملک نے یہ سنا تو کہنے لگا: "گھوڑا اس کے حوالے کر دو یہ ایسی شخصیت کا نام لے رہا ہے کہ ہمارے لیے شبہ کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔" گھوڑا اسے دے دیا گیا۔ یوسف وہ گھوڑا لے کر خدمت شیخ کے سامنے آئے اور سارا قصہ بیان کیا۔ خدمت شیخ نے تبسم فرمایا اور کہا "جاؤ گھوڑا اس کے مالک کے سپرد کر دو۔"

حکایت (۳۳) جب خدمت شیخ کا اس جہاں سے سفر کرنے کا آخری وقت ہوا تو خدمت شیخ رکن الدین شیخ کی ملاقات کے لیے آئے اور فرمایا کہ "اے مخدوم ہمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ اختیار آپ کے ہاتھ ہے خواہ رہیں خواہ تشریف لے جائیں۔" خدمت شیخ نے فرمایا: "جی ہاں یہ ٹھیک ہے۔ خدمت شیخ رکن الدین نے فرمایا: "میری ایک درخواست ہے شیخ نے فرمایا: "فرمائیے کیا حکم ہے۔" خدمت شیخ رکن الدین نے کہا: "جب ایسا ہے تو مناسب توام العقائد"

ہوگا کہ خدمتِ شیخ کچھ مدت اور یہاں رہیں تاکہ چند ہم جیسے طالبوں کو خدمتِ شیخ کی نظر سے مقامِ مراد نصیب ہو جائے۔“

خدمتِ شیخ الاسلام نظام الدین نے فرمایا: ”خیر، خواجہ یہ نہیں کر سکتا کیونکہ حضرت رسالتِ مجھ سے فرماتے ہیں: ”نظام تمہارا اشتیاق حد سے گزر گیا اب اور کب تک؟“

خدمتِ شیخ رکن الدین نے جب سنا تو رونے لگے اور خدمتِ شیخ کو الوداع کہہ کر واپس ہوئے چند روز کے بعد خدمتِ شیخ رحمتِ حق سے جا ملے۔ خدمتِ شیخ رکن الدین حاضر ہوئے اور (نماز جنازہ کی) امامت کی اور خدمتِ شیخ نے کسی مقام کا (دفن کے لیے) تعین نہیں کیا تھا، خدمتِ شیخ رکن الدین نے اقبال سے پوچھا کہ کیا خدمتِ شیخ نے کسی جگہ کا تعین کیا ہے؟ اقبال نے کہا ”نہیں“ یہاں ایک باغ تھا خدمتِ شیخ رکن الدین نے فرمایا: ”جب خدمتِ شیخ یہاں آیا کرتے تھے تو کہاں بیٹھتے تھے؟“ اور اب جس جگہ خواجہ آرام فرما رہے ہیں یہاں تاریکی کا ایک درخت تھا اقبال نے کہا: خدمتِ شیخ اکثر اس جگہ تشریف رکھا کرتے تھے۔

خدمتِ شیخ رکن الدین نے اُس جگہ دو گانا ادا کیا اور اسی مقام کو (دفن کے لیے)

چنا، خدمتِ شیخ کو وہاں سپردِ خاک کر کے واپس ہوئے تیسرے دن مجلسِ سوم میں مخلوق کی حاضری کا اگر بیان کیا جائے تو کتاب بہت طویل ہو جائے گی اور کیا کہوں کہ اُس روز خلق پر کیا بیتی؟ غرض اُس وقت جب ساری مخلوق واپس چلی گئی خدمتِ شیخ رکن الدین ٹھہرے رہے یہاں تک کہ تنہائی ہو گئی پھر وہ شیخ کی تربیت پر مراقب ہوئے کچھ دیر کے بعد سر اٹھایا اور اُس وقت ایک شخص اُن کے نزدیک تھا اُس سے کہا کہ ”اس بزرگ کو یہاں نہیں چھوڑا گیا“ اس کے بعد فاتحہ اور دعا پڑھ کر واپس ہوئے۔

مولانا تقی الدین لکھنوی بہت بڑے بزرگ تھے۔ اُن کے کشف و کرامات بہت سی ہیں۔ سارا ملک ہندوستان اُن سے عقیدت رکھتا تھا۔

حکایت (۳۴)

جب شیخ الاسلام نظام الحق والدین کی حکومت کا جھنڈا بلند ہوا تو اس علاقے کی مخلوق سارے علماء و فقراء و سلاطین خدمتِ شیخ سے عقیدت رکھنے لگے اور مولانا تقی الدین بھی؛ یہ اُن کی کمال بزرگی تھی کہ شیخ کی بزرگی کے معترف ہوئے اور ازراہ محبت و اعتقاد برابر خط لکھتے تھے اور ہدایا کے ساتھ بھیجتے تھے؛ ایک بار اُنھوں نے اپنے ایک مرید کو شیخ کی خدمت میں بھیجا اور اور کہا کہ اس وقت ہمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ خدمتِ شیخ فلاں مقام پر ہیں۔ یہ شخص آیا اور شیخ

تمام العقائد

کی خدمت میں عرض کیا لیکن ذرا کھل کر بات کہہ دی؛ اُس کے کہنے سے خدمتِ شیخ ناراض ہوئے اور فرمایا: ”جاؤ خواجہ ہم کہاں اور وہ مقام کہاں؟“ نہ جانے وہ کون سا مقام ہو گا؟ تو اب لے کر اپنے ایسا بادشاہ جیسے شیخ تقی الدین تھے، انہیں کیا دکھایا گیا جو وہ اور ساری اقلیم شیخ کی جانب متوجہ ہو گئی۔

حکایت (۳۵)

کرم مان میں ایک بزرگ تھے صاحبِ نعمت۔ اور اُس علاقے کے مشائخ میں نہایت بزرگ۔ اُن کا ایک بیٹا تھا، اپنے باپ کے حکم سے وہ دہلی میں شیخ کی خدمت میں آیا۔ یہ جوان مشغول اور صاحبِ ریاضت تھا ایک ریاضت تو اُس کی یہی تھی کہ کم و بیش چھ مہینے تک وہ شیخ کی خدمت میں رہا، راتوں کو لوگ اُسے ڈھونڈتے تھے کبھی اُسے کسی نے رات کو زمین پر لیٹا ہوا نہ دیکھا۔ خدمتِ شیخ اُس کے حال پر بہت کرم اور شفقت فرماتے تھے اور جلدی جلدی اپنے حضور میں طلب کیا کرتے تھے اور اُسے نوازتے تھے۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنے گھر کو واپس جانے کا ارادہ کیا۔ شیخ کے سامنے آیا گزارش کی کہ اگر فرمان ہو تو بندہ اپنے گھر کو چلا جائے خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”اچھی بات ہے“ اور کہا کہ تم شہر کے (دوسرے) بزرگوں سے بھی ملو گے؟ اور اس مدت میں یہ نوجوان کسی وقت کسی بھی کام سے شیخ کے گھر سے باہر نہ نکلا تھا بس صرف وضو کرنے کے لیے جاتا تھا۔ جب خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ شہر کے بزرگوں سے ملو گے تو اُس نے کہا: ”جی نہیں۔“ اُس کا راستہ اجودھن اور ملتان اور اچھ سے ہو کر تھا، شیخ نے فرمایا: ”اجودھن جاؤ گے تو شیخ علاء الدین سے ملو گے؟ اور دوسرے بزرگ جو تھارے راستے میں ہیں انہیں دیکھو گے؟“ اُس نے عرض کیا: ”خیر، خواجہ میرا یہاں آنے کا مقصد خواجہ کی قد بوسی کرنا تھا وہ سعادت مجھے نصیب ہو گئی اب میری اور کوئی غرض نہیں ہے سیدھا اپنے گھر کو جاؤں گا۔ کیونکہ میرے باپ جو اُس علاقے کے شیخ ہیں اُن کا حکم یہی تھا کہ بیٹے دہلی میں شیخ الاسلام نظام الدین صاحبِ ولایت اور بڑے عالی مرتبت بزرگ تشریف رکھتے ہیں تم وہاں جا کر چند روز ان کی نظر کے سامنے رہو شاید کہ اُن کی نگاہ کی برکت سے تمہارا کام حصولِ مراد تک پہنچ جائے اور تم کوئی نعمت حاصل کر سکو۔ میں اپنے باپ کے حکم سے آیا ہوں اور چند روز خود کو خواجہ کی زیر نگرانی رکھا ہے اب آپ کا حکم ہو جائے تو واپس چلا جاؤں اور اپنے باپ کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کروں۔“

خدمتِ شیخ اُس کی باتوں سے بہت خوش ہوئے، فاتحہ پڑھی، اُس کے حق میں دعا کی اور

قوام العقائد

فرمایا: "جاؤ، سلامتی کے ساتھ پہنچو گے اور سلامتی سے رہو گے۔ اپنے والد صاحب کو ہمارا سلام اور دعا کہنا اور ہماری جانب سے بہت پوچھنا۔ وہ زمین بوس ہوا اور چلا گیا۔"

حکایت (۳۶) | شیخ ماہن بوندی بڑے بزرگ صاحبِ نعمت تھے۔ خلق کے درمیان اُن کے کشف و کرامات بہت ظاہر ہوئیں وہ بھی کبھی کبھی شیخ سے التجا کیا کرتے تھے اور اپنا آدمی بھیجتے تھے کہ میں آپ سے محبت کرنے والا، آپ کا مخلص اور گدا ہوں، آپ سے کچھ بھیک چاہتا ہوں، آپ کے پاس بہت سی نعمتیں ہیں، اگر میرے حال پر بھی ایک نظر فرما دیں تو اس میں کیا کم ہو جائے گا؟

اور میرے دادا صاحب نے فرمایا کہ شیخ ماہن نے مجھ سے بھی شیخ کے لیے یہی پیغام کہا تھا جب میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا تو انہوں نے دعا کے بعد فرمایا کہ "وہ بہت بڑے بزرگ ہیں مگر ذرا زبان پر قابو نہیں رکھتے۔" غرض ایک بار کوئی شخص اُن کے سامنے بیٹھا تھا اُس نے شیخ ماہن سے پوچھا کہ آپ نے شیخ نظام الدین کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے شیخ الاسلام نظام الدین کو خانہ کعبہ میں دیکھا ہے۔"

حکایت (۳۷) | شیخ حوصل کبھون میں تھے صاحبِ نعمت بزرگ اور اُس علاقے کے شیخ تھے، بہت سی مخلوق نے اُن کی طرف رجوع کیا اور اُن سے مرید ہوئی اور ان میں سے ہر ایک بہت مشغولی رکھتا تھا اور نعمت حاصل کر چکا تھا اور یہ شیخ کسی شیخِ کامل کی تلاش میں تھے جس سے اپنی غرض حاصل کر سکیں۔ انہیں انقا کیا گیا کہ شیخ الاسلام نظام الدین سے پوچھ کر و۔ کئی بار اسی طرح کا انقا ہوا۔ یہ شیخ کی خدمت میں آئے خدمتِ شیخ نے اُن پر نوازش فرمائی اور دریافت فرمایا: "آپ کی غرض کیا ہے؟" انہوں نے کہا: "غرض یہ ہے کہ آپ کا فرمان ہو جائے تاکہ میں شیخ کے خادموں کی صف میں شامل ہو جاؤں" خدمتِ شیخ نے ایسا ہی کیا اور انہیں، اُن کے سارے مریدوں کے ساتھ قبول کر لیا پھر انہیں اُن کے مقام پر بھیج دیا اور فرمایا "جاؤ وہیں جا کر بیٹھو۔" وہ شیخ کے فرمان کے مطابق کبھون میں آکر (خانقاہ میں) بیٹھ گئے اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔

حکایت (۳۸) | ایک بار ایک صاحبِ نعمت بزرگ اپنے چند مریدوں کے ساتھ آئے خدمتِ شیخ نے انہیں طلب کیا۔ وہ بزرگ زینے کی بجلی سیڑھی تک

توام العقائد

آئے اور اپنے مریدوں کو وہیں چھوڑ دیا خود اوپر چلے گئے (شیخ کے سامنے) آکر زمین بوس ہوئے اور ادب سے کھڑے ہو گئے۔ خدمتِ شیخ نے بہت تعظیم اور کرم کے ساتھ فرمایا: ”بسم اللہ! آئیے تشریف رکھیے۔ یہ پورے ادب کے ساتھ آگے بڑھے، تعظیم کے لیے سر جھکایا اور بیٹھ گئے۔ خدمتِ شیخ نے گفتگو کا آغاز کیا اور پوچھا: ”آپ کہاں سے آ رہے ہیں اور مزاج کیسا ہے؟“ انہوں نے کہا ”چند سال ہو گئے میں فلاں شہر سے یہ نیت کر کے نکلا تھا کہ خواجہ کی قدمبوسی کروں گا اب کہیں جا کر خواجہ کی نظر کرم سے مُشرّف ہوا ہوں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔“ اسی طرح کی باتیں وہ گزارش کرتے رہے اور خدمتِ شیخ ازراہ لطف و کرم جواب دیتے رہے اور وہ بزرگ بار بار بے خود ہو جاتے تھے خدمتِ شیخ ازراہ عنایت اُن پر نوازشیں فرماتے اور بہت تپاک سے باتیں کرتے تھے، یہاں تک کہ شیخ نے فرمایا: ”جائے جماعت خانے میں بیٹھ جائیے،“ ان بزرگ نے تعظیم کے لیے سر جھکایا اور واپس ہو گئے جب سیڑھیوں پر پہنچے تو زینے سے اترتے ہوئے ہر سیڑھی پر دیوار کا سہارا لیتے تھے اور بے خود سے ہوئے جاتے تھے، کئی بار ایسی ہی کیفیت ہوئی جب نیچے آگئے تو جن ساتھیوں کو زینے کے نیچے چھوڑ گئے تھے وہ سامنے آئے اور انہوں نے خدمت کی۔ اُن میں سے ایک نے پوچھا: ”آخر کیا بات ہے جو خواجہ کو متوالا کیے دے رہی ہے؟“ انہوں نے فرمایا: ”ارے بھائی کیا بتاؤں کیسا بادشاہ ہے جو بیٹھا ہوا ہے،“ اوپر شیخ کی طرف اشارہ کیا۔ ”ساری دنیا کی بلاؤں کو لپیٹ کر اپنے زانو تلے دبا رکھا ہے اُنھیں اُٹھنے نہیں دیتا۔ بدبختی ہو اُس دن پر جب وہ اپنا زانو اٹھالے گا، نہ جانے اُس وقت دنیا کا حال کیا ہو،“ یہ کہا اور آکر جماعت خانے میں بیٹھ گئے۔ خدمتِ شیخ نے چند روز تک اُنھیں (اپنا ہمان) رکھا اور جلدی جلدی اپنے حضور میں طلب فرماتے رہے اور کرم و شفقت سے حالات پوچھتے رہے ایک مدت کے بعد اُنھوں نے گزارش کی ”اگر حکم ہو تو بندہ اپنے گھر کو چلا جائے“

خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ ”اچھی بات ہے۔“ پھر بہت نوازش اور مرحمت کے ساتھ اُنھیں رخصت کیا۔ اسی سلسلے میں میرے دادا صاحب نے کہا کہ ایک دن خدمتِ شیخ فرماتے تھے:

”یہ لوگ جانتے نہیں کہ یہ درویش کیسی بلاؤں کو اپنے زانو تلے دبائے ہوئے ہے جس دن میں زانو اٹھالوں گا اُس دن ان کو معلوم ہو گا۔“

حکایت (۳۹) | ایک بار ایک بوڑھا مسافر جو صاحبِ نعمت اور اس کام (درویشی) میں مستغرق تھا، شیخ کی خدمت میں آیا۔ کھانے کا وقت ہو گیا۔ خدمتِ شیخ نے

قوام العقائد

پوری تعظیم کے ساتھ انہیں اپنے پہلو میں بٹھایا اور وہ اُس وقت کے ہر علاقے کے درویشوں کی باتیں کرتے رہے، حتیٰ کہ انہوں نے کہا: ”خواجہ آپ کی قدر یہ لوگ جو بیٹھے ہوئے ہیں یہ کیا جانیں، آپ کی قدر تو میں جانتا ہوں کہ بارہ سال سے اپنے گھر سے نکلا ہوا ہوں، ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک اقلیم سے دوسری اقلیم میں سرگرداں ہو کر گھومتا پھرا ہوں تب کہیں اس وقت یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ آپ کے حضور میں باریاب ہوں۔ اس صورت میں آپ کی قدر میں جان سکتا ہوں۔ یہ لوگ کیا جانیں جو ہر روز آپ کو دیکھتے ہیں۔ ہماری اور ان کی مثل تو خانہ کعبہ کو جانے والوں اور وہاں کے رہنے والوں کی سی ہے۔“

خدمتِ شیخ نے بھی اُن پر نوازش فرمائی اور ازراہِ کرم اُن کی خیر خبر پوچھتے رہے چند روز اپنی خالقاہ میں اُن کو مہمان رکھا۔ کچھ مدت کے بعد اُن بزرگ نے سفر کی اجازت طلب کی۔ خدمتِ شیخ نے بھی اُن کو وداع کر دیا۔

اس ضعیف کے دادا نے فرمایا: ”جب ہم یمن میں پہنچے تو رجب کا وقت بہت نزدیک آچکا تھا میں نے خیال کیا کہ شاید ہم وقت پر نہ پہنچ سکیں اس لیے اس

حکایت (۴۰)

سال اسی جگہ رہیں اور یمن کے بزرگوں کی زیارت کریں۔ یہ بات میں نے اپنے ساتھیوں سے کہی ان میں سے چند لوگوں نے یہ منظور کر لیا۔ اس سال جہاں کہیں بھی کوئی بزرگ تھا ہم نے اُس کی زیارت کی۔ اُس زمانے میں شیخ عمر ناہاری ملک یمن میں بہت بڑے بزرگ تھے چنانچہ اُن کے کشف و کرامات اور بزرگی کی شہرت ساری دنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ بادشاہ، علماء، مشائخ اور ان کے علاوہ بھی ساری خلقِ خدا اُن سے عقیدت رکھتی تھی۔ اُن کا تکیہ یمن کی پہاڑیوں میں ایک اجاڑ جگہ پر تھا۔ ہم چھ درویش اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ازراہِ کرم ہم سب کو گلے لگا لیا اور خیریت پوچھی ہم چند روز اُن کے حضور میں رہے۔ اُن کی بیٹھک تکیہ دیوار کے دو پایوں پر ہوتی تھی اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ہمارے ایک بڑے ساتھی کی طرف رخ کر کے پوچھا: ”تم کہاں سے آئے ہو؟“ انہوں نے کہا کہ میں شہر دہلی سے تعلق رکھتا ہوں۔ پھر دوسرے کی جانب رخ کیا۔

اسی طرح ہر ایک سے پوچھتے رہے یہاں تک کہ مجھ دعا گو تک پہنچے جو صفِ بغال میں بیٹھا ہوا تھا۔ پوچھا: تم کہاں سے ہو؟ بندے نے کہا: ”دہلی سے۔“ پھر فرمایا: ”کس سے بیعت ہو؟“ میں نے کہا شیخ الاسلام نظام الدین کے خدمت گاروں میں سے ہوں۔“ جب میں نے یہ کہا تو انہوں نے چند بار گرم گرم سانس بھری اور بے خود سے ہو گئے کچھ دیر تک دیوار سے ٹیک لگائے رہے پھر ذرا سنبھلے اور فرمایا: ”تم

تو العقائد

نے کیا کہا؟ میں نے کہا: میں شیخ الاسلام نظام الدین کے خادموں میں سے ہوں۔ انہوں نے پھر ایک نعرہ مارا اور بے خود ہو گئے، کچھ دیر کے بعد سنہلے اسی طرح مجھ سے چند بار سوال کیا میں خدمت شیخ کا نام لیتا تھا اور وہ بے خود ہو جاتے تھے، تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آتے تھے اور ہر بار کہتے تھے: "وَاللّٰهُ وَاللّٰهُ مَلِيحٌ يَا اُخِي" (خدا کی قسم، خدا کی قسم، بہت خوب بھائی)۔

میں نے یہ قصہ اس لیے سنایا تاکہ تم جان سکو کہ اولیاء اللہ کا نام ہی سننے سے اولیاء اللہ کو راحت نصیب ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی بزرگی کی قدر وہی جان سکتے ہیں۔

اس ضعیف کے دادا نے فرمایا: جب میں حج سے واپس آ کر کھبایت میں پہنچا اور اہل نوار میں آیا تو خواجہ عمر عاج تراشش کی پابوسی کی سعادت حاصل کی

حکایت (۴۱)

اور یہ وہ بزرگ تھے کہ ساحلِ معتبر (کیرلا) سے سندھ کے کنارے تک اگر خلقِ خدا کو کوئی مشکل پیش آتی تھی تو انہیں اپنا شفیع بناتے تھے اور ان کے نام کی تذرمانی جاتی تھی اور ملکِ عرب بھی ان کی بزرگی کا معترف تھا قصہ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا تو ازراہِ کرم انہوں نے بہت نوازش

فرمائی۔ چند روز کے بعد میں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں روانہ ہو جاؤں فرمایا: اگر رمضان کا مہینہ ہمارے ساتھ گزارو تو بہت اچھا ہے میں نے قبول کر لیا، شہر کے باہر قبرستان میں ایک مسجد تھی خواجہ عمر اس میں نماز پڑھا کرتے تھے میں اسی میں ساکن ہو گیا۔ خواجہ عمر فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد سے باہر نکلتے تھے قبرستان میں جاتے تھے، اشراق کے وقت مسجد میں واپس آتے تھے، وہاں نماز اشراق پڑھتے تھے اور مراقبہ میں بیٹھ جاتے تھے، کچھ دیر کے بعد سر اٹھاتے اور کہتے سبحان اللہ پھر مراقبہ میں چلے جاتے۔ میں بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ شیخ کس حال میں ہیں جب بھی وہ مراقبہ سے سر اٹھاتے تھے میں دیکھتا تھا کہ شیخ کا بسترہ بدل جاتا تھا۔ اس پر کبھی فرحت کے آثار ہوتے تھے، کبھی عاجزی اور مسکینی کے۔ اور جس وقت وہ عشا کی نماز ادا کرتے تھے مسجد کے صحن میں بیٹھ جاتے تھے مجھ سے فرماتے تھے کہ بیٹھو۔ مشائخ کی حکایتیں اور ان کے احوال اور اپنی باتیں سناتے تھے۔ اکثر خواجہ (نظام الدین اولیاء) کا تذکرہ زیادہ ہوتا تھا۔ ایک رات انہوں نے مجھ سے کہا: شیخ الاسلام نظام الدین سے میری ایک درخواست ہے اور کئی سال سے اس فکر میں ہوں کہ کس سے کہوں، اب میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ تم سے کہوں، وہ یہ ہے کہ میری جانب سے شیخ الاسلام کی خدمت میں گزارش کرنا کہ مجھ مسکین کو اپنے خدمت گاروں کی صف میں

قوام العقائد

شامل فرمائیں۔ میں حیرت میں ڈوب گیا کہ خواجہ عمر نے بارہا فرمایا ہے کہ وہ برسوں تک شیخ احمد کچر کی صحبت میں رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہے کہ وہاں بیعت نہیں کی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو خواجہ احمد کچر سے صحبت تھی وہ اُس زمانے کے مشائخ کبار میں سے ہوئے ہیں؛ کیا بات ہے کہ وہاں آپ نے بیعت نہیں کی؟ انہوں نے کہا: ”اُس وقت مجھ پر سکر غالب تھا، اِس لیے (بیعت کی طرف) توجہ نہیں کی، یہاں تک کہ اُن کا وصال ہو گیا اور میں عالمِ صغیر میں آ گیا اور جب ہوش آیا تو یہ محسوس کیا کہ اِس معاملے میں شیخ کی ضرورت ہے۔ اب شیخ کی طلب اور کھوج شروع کی، ہر علاقے سے آنے والے اور مسافروں سے وہاں کے بزرگوں کا احوال پوچھتا تھا، کچھ زمانہ اِسی میں گذر گیا، کسی پر دل نہ جتنا تھا ایک دن میں مسجد کی محراب میں مشغول تھا تو دیکھا کہ محراب سے ایک شخص باہر آیا اور اُس نے کہا: ”شیخ نظام الدین سے بیعت کر لو“ میں ہوش میں آیا اور کہا: سبحان اللہ، یعنی یہ کیا ہے کہ مجھے وہاں حوالے کر رہے ہیں۔ دوسری بار پھر مراقبے میں تھا تو مجھے یہ آواز سنوائی گئی کہ شیخ نظام الدین سے بیعت کر دو۔ جب آپ نے اِس آواز کو پہلا والا خطرہ دل میں گذرا ایک بار پھر بہت تاکید کے ساتھ مجھے یہ آواز سنائی دی کہ ”ارے فلاں، ہم نے تجھ سے نہیں کہا کہ شیخ نظام الدین سے بیعت کر لے“ میں ہوش میں آیا اور جان لیا کہ یہ آواز محض رحمانی ہے اور اُن پچھلے اندیشوں سے میں نے توبہ کی، مگر اتنی بات دل میں ضرور رہی کہ جب مجھے وہاں حوالے کیا جا رہا ہے تو بارے مجھے شیخ کے مقامات اور مرتبہ تو معلوم ہو۔ اِس قیامت سے میں نے مراقبہ کیا۔ کچھ مدت کے بعد مجھے کشف ہوا کہ شیخ الاسلام نظام الدین اِس زمانے میں فلاں مقام پر ہیں (خواجہ عمر نے) وہ مقام بتایا مگر یہاں اِس رسالے میں کھول کر اِس لیے نہیں لکھا جا رہا ہے کہ عوام غلط فہمی میں نہ پڑ جائیں اور کم عقل لوگ اُس کا تحمل نہیں کر سکیں گے۔

غرض خواجہ عمر نے فرمایا: اِس دن سے میں حیرت میں ہوں کہ یہ بات کس سے کہوں؟ اب تم چونکہ شیخ کے خادموں میں سے ہو، تم سے کہتا ہوں۔

شیخ کی خدمت میں میری جانب سے گزارش کرنا کہ وہ ازراہِ کرم مجھے اپنی خدمت گاری میں قبول فرمائیں میں نے یہ پیغام قبول کیا اور اُن کے پاس سے روانہ ہوا جب شیخ کی خدمت میں پہنچا تو پہلی ہی مجلس میں خواجہ عمر کی درخواست پیش کی۔ فرمایا کہ وہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ میں جب بھی اُن کا تذکرہ کرتا تھا، شیخ خوش ہوتے تھے اور خدمتِ شیخ (کی طبیعت میں) فرحت پیدا ہو جاتی تھی۔ فرماتے تھے: ”پھر مقصود کیا تھا؟“ میں نے عرض کیا ”غرض یہ تھی

قوام العقائد

کہ خدمتِ شیخ کے خدمت گاروں کی صفت میں شامل ہو جائیں۔ فرمایا: ”اچھی بات ہے ہم نے انہیں قبول کیا، اس کے کم و بیش دو چھینے کے بعد خواجہ عمر نے دو بیٹوں کو شیخ کی خدمت میں بھیجا۔ خدمتِ شیخ نے ان پر نوازش فرمائی چند روز کے بعد انہیں واپس بھیج دیا۔ اپنی خاص خلعت، دستار، کلاہ اور مصلیٰ عطا فرمایا اور کم و بیش اسی ٹوپیاں بھیجیں۔ خواجہ عمر کے بہت سے مرید تھے جو مشغول تھے اور اس راہ کے سالک تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اتنی ٹوپیاں اس لیے تھیں کہ ان مشغولوں میں سے جس کو مناسب سمجھیں اُسے دے دیں اور یہ ایک طریقہ خلافت (عطا کرنے) کا بھی ہے۔ اس کے بعد میں نے یہ قصہ مولانا جمال الدین کی خدمت میں عرض کیا مولانا جمال الدین قدس سرہ نے فرمایا کہ اسی تاریخ میں مولانا تقی الدین نے بھی کسی کو شیخ کی خدمت میں بھیجا تھا اور کہا تھا کہ اس وقت ہمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ خدمتِ خواجہ فلاں مقام پر (فائز) ہیں، یہ شخص آیا اور اُس نے شیخ کے سامنے کھل کر یہ بات کہہ دی۔ خدمتِ شیخ اُس کی باتوں سے تنگ آگئے اور فرمایا ”خیر، اے خواجہ ہم کہاں اور وہ مقام کہاں، وہ محل کہاں؟“ اقبال سے فرمایا کہ اس شخص کو کچھ چیز دے کر روانہ کر دو۔ اُسے کچھ (تبرک) دیا گیا اُس نے ادب سے سر جھکایا اور واپس ہو گیا۔ میں نے یہ حکایت فلاں کتاب کے حاشیے پر لکھ دی ہے۔ مولانا جمال الدین نے فرمایا کہ وہ کتاب لائیں جب کتاب لائی گئی تو بالکل یہی بات اُس میں لکھی ہوئی تھی۔

حکایت (۴۲) | ایک بار ایک بزرگ دہلی سے غلام کعبہ کی زیارت کے لیے گئے وہ خواجہ نجم الدین اصفہانی کے سامنے بیٹھے تھے اور اس وقت خواجہ نجم الدین اصفہانی اپنے زمانے کے بزرگوں کا تذکرہ کر رہے تھے۔

تھے اُس بزرگ نے عرض کیا کہ خواجہ جب آپ اس وقت کے بزرگوں کا تذکرہ کر رہے ہیں تو گذارش یہ ہے کہ کچھ شیخ نظام الدین کا ذکر بھی فرمائیے کہ آپ کی زبان مبارک سے سنا جائے۔ انہوں نے کہا کہ ”شیخ الاسلام نظام الدین کا ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہے، اس لیے کہ اُن کی بزرگی اس دُنیا میں ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی ہے وہ تو اس زمانے کے قُطب ہیں۔“ اور اسی طرح جب بھی شیخ نجم الدین کی مجلس میں شیخ کا تذکرہ ہوتا تھا تو شیخ کی بزرگی (کے بیان) میں بہت غلو فرماتے تھے اور شہر دہلی کے بزرگوں میں سے جو بھی وہاں (خانہ کعبہ میں) وارد ہوتا تھا شیخ نجم الدین خدمتِ شیخ کی خیر و عافیت بہت گرم جوشی سے معلوم کرتے تھے، اور بہت تعظیم کرتے تھے۔ شیخ ہے شیخ نجم الدین جیسا ہی بزرگ چاہیے جو شیخ کی بزرگی کو پہچان سکے، ہم تم وہاں تک کہاں پہنچ سکتے ہیں!

حکایت (۲۳) | اس ضعیف کے دادانے بیان کیا: ایک بار چھ جوگی آئے اور خدمتِ شیخ کی دہلیز میں بیٹھ کر مراقبے میں مشغول ہو گئے وہ کسی سے بات نہیں کر رہے تھے۔

اقبال گئے اور خدمتِ شیخ کو اطلاع دی۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "انہیں اندر بلاو" جب وہ شیخ کے سامنے آئے تو انہوں نے ادب سے سر جھکا دیا۔ فرمان ہوا: "بیٹھ جائے" بیٹھ گئے۔ میں دروازے کے تختے پر کھڑا تھا تاکہ دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا اور اپنے ساتھی جو گیوں میں سے ایک کی جانب اشارہ کر کے کہا کہ یہ شخص کالورڈ کے فلڈاں پہاڑ میں چالیس سال سے ایک غار میں رہتا ہے اور کسی سے ملاقات نہیں کرتا۔ پھر دوسرے کی طرف اشارہ کیا کہ یہ شخص پچاس سال سے ایک غار میں تھا اسی طرح پانچوں کے بارے میں بتایا کہ ان میں سے ہر ایک تیس سال، چالیس سال کسی غار میں رہا ہے اور کسی سے ملنا جلنا نہیں رکھا، حتیٰ کہ اُس وقت ان کے باطن میں یہ القار کیا گیا کہ دہلی میں ایک ایسے بزرگ موجود ہیں۔ ہم سب نے باہم اتفاق کیا کہ کچھ دیر کے لیے خود کو شیخ کی نظر میں رکھیں تو یہ ایک کام ہو گا۔ اس نیت سے خواجہ کی قدمبوسی کا قصد کیا ہے اور اس کے ہوا ہم کوئی عرض نہیں رکھتے۔ جب یہاں سے واپس ہوں گے تو ہر ایک اپنے اپنے ٹھکانے پر چلا جائے گا۔ خدمتِ شیخ نے ان سے بات چیت کی اور انہیں رخصت کر دیا۔ یہ حکایت میں نے اس لیے سنانی کہ تم جان سکو کہ ہر مذہب میں جو دانا، صاحبانِ ریاضت و مشغولی تھے وہ خدمتِ شیخ کی بزرگی کا اعتقاد رکھتے تھے اور اُسے پوری عقیدت سے تسلیم کرتے تھے، ان کے آستانے پر سر ٹیکتے تھے۔ اسی طرح کی اور بہت سی حکایتیں ہیں اگر میں کہوں تو قصہ بہت دراز ہو جائے گا۔

حکایت (۲۴) | ایک دن خدمتِ شیخ شہر میں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک برہمن کھڑا تھا جو

اس کام میں کامل حال تھا اور مشغولی رکھتا تھا جب اُس نے شیخ کو دیکھا تو اللہ جانے اُسے کیا دکھایا گیا کہ وہ بے خود ہو گیا۔ کسی شخص سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ اُس نے شیخ کا نام لیا۔ پھر پوچھا ان کا گھر کہاں ہے؟ اُس نے کہا: غیاث پور میں۔ پھر اُس نے سوچا کہ اس بزرگ سے ملاقات کیسے کی جائے اسی خیال سے مولانا یوسف کلا کھڑی کی خدمت میں آنا جانا شروع کیا۔ چند روز کے بعد اُس نے مولانا سے پوچھا کہ آپ ہر ہفتہ میں ایک دن رات کے لیے غائب ہو جاتے ہیں یہ کیا بات ہے؟ مولانا نے کہا: ہمارے ایک شیخ ہیں ہر ہفتہ میں ایک دن رات ہم ان کی خدمت میں گزارتے ہیں اُس برہمن نے کہا: کیا یہ ممکن ہے کہ آپ

قوام العقائد

خدمتِ شیخ سے میری ملاقات کرا دیں؟ مولانا نے یہ بات منظور کر لی۔ اُسے شیخ کی خدمت میں لے آئے، پہلے اُسے دہلیز پر چھوڑا اور خود شیخ کی خدمت میں گئے، اُس وقت خواجہ محمد امام شیخ کے پاس بیٹھے تھے مولانا کو حکم ہوا بیٹھ جائیے۔ مولانا بیٹھ گئے پھر اُس برہمن کی درخواست پیش کی۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: اُنھیں اندر بلاؤ۔ جب برہمن سامنے آیا، ادب سے سر جھکا کر بیٹھ گیا اور مراقبے میں چلا گیا۔ مشغول ہو گیا۔ خدمتِ شیخ نے خواجہ محمد کی طرف دیکھا اور فرمایا: ”یہ شخص مشغول ہو گیا۔“ کچھ دیر تک وہ اسی حالت میں رہا پھر مراقبے سے سر اٹھایا، زمین بوس ہوا اور واپس چلا گیا۔ مولانا یوسف حیران ہوئے کہ اس شخص کو میں کہاں لے آیا کہ اس نے تو کوئی بات بھی نہ کی، اٹھ کر چل دیا۔ خدمتِ شیخ نے مولانا کی طرف رخ کیا اور مسکرا کر فرمایا: ”مولانا اس قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں!“ جب صبح کو مولانا اپنے گھر آئے تو وہ برہمن بھی مولانا کی خدمت میں آیا۔ مولانا نے اُس سے کہا: ”تم نے یہ کیا کیا کہ شیخ کے سامنے مراقبے میں چلے گئے اور کوئی بات نہ کی۔ یوہیں واپس آگئے۔“ برہمن نے کہا: میں کیا بات کرتا، میں مشغول ہو گیا اور چاہا کہ شیخ کے باطن کو ٹوٹوں کہ یہ کون سی نعمتیں ہیں جو اُن کی گفتگو میں ظاہر ہو رہی ہیں میں نے ہر چند کوشش کی مگر راستہ نہ ملا اور کسی جانب سے بھی (باطن شیخ میں) داخل نہ ہو سکا، خدا ہی جانتا ہے کہ شیخ کے باطن میں کون سی نعمتیں ہیں اور اُن کو پالینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ جب میں نے یہ دیکھا حیران ہو گیا کہ بات کیا کروں؟“

جس زمانے میں سلطان علاء الدین (غلی) نے یہ فرمان نکالا کہ کوئی غلام

حکایت (۴۵)

ولایتِ بالا (افغانستان) کی جانب نہ لے جایا جائے قتلِ خواجہ نے بھی کہا کہ کوئی گھوڑا ہندوستان کی طرف نہ لے جائیں، اُس زمانے میں ایک شخص یہاں سے گیا، وہاں چند گھوڑے خریدے اور یہ چاہا کہ کسی حیلے بہانے سے اس طرف لے جائے، اُسے دیکھ لیا گیا اور گرفتار کر کے قتلِ خواجہ کے سامنے لے گئے۔ اسی وقت اُس شخص نے یہ نیت کی کہ اگر میں اس جگہ سے سلامتی کے ساتھ نکل جاؤں گا تو شیخ کی خدمت میں جا کر بیعت تو بہ کروں گا۔ شیخ اس وقت آپ میری دستگیری فرمائیے اور مجھے اس ہلاکت سے باہر نکال لیجیے۔ جب اُسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا اُس نے کہا: ”آؤ تم کہاں کے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم نے حکم دے رکھا ہے کوئی شخص یہاں سے گھوڑا لے کر نہ جائے۔“ اُس نے کہا: ”میں غیاث پور کا رہنے والا ہوں، شیخ الاسلام نظام الدین کے خدمت گاروں میں سے ہوں،“ قتلِ خواجہ نے جب خدمتِ شیخ کا نام سنا تو سر نیچے جھکا لیا، کچھ دیر کے بعد سر اٹھایا اور وزیر سے کہا: ”یہ ایسے شخص کا نام لے رہا ہے کہ ہمارا اس پر

کچھ بس نہیں چل سکتا سوائے کرم کرنے کے۔ کیونکہ جنگ کیلی کے دن اُس بزرگ نے تین بار میری طرف عصا پھینکا تھا اُس وقت میں نے اُسے نہیں پکڑا اور نہ سلطان علاء الدین کا لشکر میری فوج کو شکست نہیں دے سکتا تھا۔ اب اس شخص کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ وزیر نے کہا: » جو کچھ بادشاہ جانتے ہیں، ہم نہیں جانتے۔ اس موقع پر تو سوائے مرحمت کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اسے خلعت دیا جائے اور جتنے گھوڑے اس نے خریدے ہیں اتنے ہی دوسرے گھوڑے خاص (شاہی) اصطبل سے اسے بطور انعام دیے جائیں ایسا ہی کیا گیا، اُسے خلعت پہنائی گئی اور قتلغ خواجہ کے سامنے لایا گیا۔ قتلغ خواجہ نے کہا:

» تم نے ایسے شخص کا نام لیا کہ ہم سوائے خلعت و انعام دینے کے اور کچھ نہیں کر سکتے تھے، اب تم جاؤ، میں نہیں چاہتا کہ دوسری بار تم ایسا کرو۔ جب تم شیخ کی خدمت میں پہنچو تو ہماری طرف سے زمین پر سر رکھنا اور دعا کی درخواست کرنا اور ہم نے تمہارے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ شیخ کے سامنے بیان کر دینا۔

جب وہ شخص دہلی آیا تو وہ سب باتیں شیخ کی خدمت میں عرض کیں۔ شیخ نے تبسم فرمایا اور خاموش رہے۔ یہ قصہ جب یارانِ مجلس نے سنا تو اس ٹوہ میں لگ گئے کہ جنگ کیلی کے دن خدمتِ شیخ کس کام میں مشغول تھے اور شیخ کے پاس اُس وقت کون تھا۔ معلوم ہوا کہ اُس دن محمود بیاسانی کے سوا شیخ کے پاس کوئی نہیں تھا۔ لوگوں نے اُن سے سوال کیا۔ اُنھوں نے کہا: جنگ کے دن شیخ حجرے کے اندر مشغول تھے اور میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ چاشت کے وقت شیخ عصا ہاتھ میں لے کر باہر تشریف لائے اور دُک کے کنارے دریا پر کھڑے ہوئے اور تین بار دریا کی طرف اپنا عصا پھینکا پھر واپس آ گئے۔ لوگوں کو اُس شخص کی حکایت کی تصدیق حاصل ہو گئی۔

پانچواں باب

(۵)

(خدمتِ شیخ کی کرامتوں کا اظہار، خدمتِ شیخ اور بعض اصحاب کے معاملات)

ضمیر اصحاب پر روشن رہے کہ (کتب) عقائد میں لکھا ہوا ہے کہ اولیاء کی کرامات حق ہیں، مگر ولی پر کرامت کا چھپانا فرض ہے، سوائے چند مواقع کے۔ مثلاً حالتِ سُکر میں، لوگوں کی رہنمائی اور ترغیب کے لیے، یا ایسے ہی احوال میں اگر ولی کرامات کا اظہار کرتا ہے تو جائز ہے۔ خدمتِ شیخ اگرچہ اپنی کرامت چھپانے کی انتہائی کوشش کرتے تھے، کسی کے سامنے اس طرح کا کچھ اظہار کرتے بھی تھے تو وہ اشاروں میں یا حکایات کے پردے میں ہوتا تھا۔ مگر سچ کو کوئی چیز چھپا نہیں سکتی، اس کہاوٹ کے مصداق شیخ کی بزرگی، کرامت اور معاملات دنیا والوں سے ڈھکے چھپے نہیں رہے۔ نئے نیاز مندوں کی ترغیب کے لیے ان میں سے چند کرامتوں کا بیان کیا جاتا ہے۔

(۴۶) خدمتِ شیخ کے امام مولانا شہاب الدین نے کہا: ایک بار قاضی محی الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا: **حکایت** کہ آج خدمتِ شیخ کا عجب حال تھا۔ ایک حدیث بیان کی اور اس حدیث کے بعد نظامی کا شعر پڑھا۔ وہ حدیث یہ تھی: "جس نے کسی موحّد کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھ سکے گا۔" فرمایا کہ اس حدیث کے ظاہری معنی سنت و جماعت کے (عقیدے کے خلاف) ہیں۔ اس کی ایک تاویل کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے مقامِ حساب میں حق تعالیٰ کی عنایت سے جنت کی خوشبو پھیلے گی، تاکہ ان پر حساب آسان ہو جائے، پس جس شخص نے موحّد کو قتل کیا ہو گا، اس کو شدتِ حساب کے لیے وہ خوشبو نہ پہنچے گی، اور نظامی کا جو شعر پڑھا، وہ یہ تھا:

بادے کہ سحر کہ زمر کوے تو آید جان باشس، فدا باد کمزوبوے تو آید
(جو ہوا صبح دم تیرے کوچے سے آتی ہے، اس پر جانیں قربان ہوں، کہ اس سے

قوام العقائد

تیری خوشبو آتی ہے)

اس کے بعد بے حد مغلوب ہو گئے۔ اور تین بار یہ فرمایا کہ "خواجہ کی نعمت سے وہ (خوشبو)

اس وقت اس مجلس میں موجود ہے۔" آج ایسی حالت تھی جو خواجہ نے یہ بات ظاہر کر دی۔

حکایت (۳۷) مولانا حجت نے کہا: ایک بار مجھے بخار پھیر گیا اور میں خون تھوکنے لگا۔ طبیبوں نے

کچھ ٹھنڈی دوائیں دیں، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب بیماری بہت غالب ہو گئی تو میں نے قاضی محی الدین کاشانی

رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میرا حال خواجہ کے سامنے بیان کر کے ان سے دعا کی درخواست کرنا۔ قاضی خواجہ کی

خدمت میں گئے۔ دیکھا کہ خواجہ افطار کر چکے ہیں اور کھانے میں مشغول ہیں۔ قاضی نے کہا: جب میں اندر آیا

خدمتِ شیخ نے فرمایا: "قاضی بسم اللہ" میں بیٹھ گیا اور کھانے میں مشغول ہو گیا۔ کھانے کے دوران میں

فرمایا: "مولانا حجت کا کیا حال ہے؟" قاضی نے کہا: "اس وقت خلانِ معمول انہیں کے کام سے حاضر

ہوا ہوں" پھر قاضی نے ان کی کیفیت بیان کی۔ خواجہ نے فرمایا: "کوئی گھبرانے کی بات نہیں، تم دل جمعی

سے کھانا کھاؤ۔" جب کھانے کی مجلس ختم ہوئی تو ایک نان میں کچھ حلوا لپیٹ کر قاضی کو دیا اور فرمایا کہ

یہ مولانا حجت کو دیدینا تاکہ وہ کھالیں۔" مولانا حجت کہتے ہیں کہ جب حلوا میرے پاس آیا تو طبیب نے

کہا حلوہ گرم ہے، اور تمہیں بخار چڑھا ہوا ہے، منہ ب نہیں، اسے رکھ لو، جب ٹھیک ہو جاؤ گے،

تو کھالینا۔ میں نے اس کی بات پر دھیان نہ دیا۔ وہ حلوا کھا گیا۔ بس میری دوا وہی تھی۔ مجھے صحت ہو گئی۔

حکایت (۳۸) مولانا شہاب الدین امام نے کہا: ایک بار قاضی محی الدین کاشانی نے اس ضعیف سے

فرمایا کہ میرے بیٹے عبد اللہ نامی کی بیماری جیہ حد سے تجاوز کر گئی تو میں نے سوچا کہ شیخ

کی خدمت میں جاؤں۔ دیکھوں ان کی زبان مبارک سے کیا نکلتا ہے۔ میں اس کا علاج کرتے کرتے

عاجز ہو گیا تھا۔ میرا دکھ اور پریشانی حد سے بڑھ گئی تھی۔ جب میں شیخ کی خدمت میں گیا اور اپنے بیٹے کا

حال بیان کیا تو انہوں نے سب سنا، پھر میرے حالات سے مناسبت رکھنے والی حکایت شروع کر دی۔

کہ کسی شخص کا ایسے ہی ایک بیٹا تھا۔ ایک بار اس کو مرض نے آدو چا اور اتنا طول پکڑا کہ وہ علاج کرتے

کرتے عاجز آ گیا۔ حتیٰ کہ اس کے رشتہ داروں میں سے ہر ایک یہ سمجھنے لگا کہ اگر اس بچے کو موت آتی ہے

تو یہ باپ بھی زندہ نہ رہ سکے گا۔"

جب اس بچے کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے مردانہ وار صبر کیا اور کسی طرح کارونا دھونا تھوڑا بہت بھی

ان سے ظاہر نہ ہوا۔ بعض نا سمجھ لوگوں نے طعنہ بھی دیا کہ یا تو وہ حال تھا، یا اب یہ صورت ہے، انہوں نے

کہا کہ اس وقت مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے تھا، اور اس وقت یہی ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ میرا بیٹا تھا، اور

اس کی تیمارداری جتنی بھی ہو سکے بچہ پر واجب تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کا میں نے پورا حق

قوام العقائد

ادا کیا۔ اب جو وہ جو ارحمت حق میں پہنچ گیا ہے، تو مجھ پر صبر کرنا واجب ہے۔ اس کے بعد ایک تریخ زمین سے اٹھا کر میرے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ ”مولانا اپنے بیٹے کو یہ تریخ دو اور میری جانب سے اُسے بہت پوچھنا، کہنا کہ غم نہ کرو، سب کچھ آسان ہوگا اور تم پر اللہ کا بہت کرم رہے گا۔“

جب میں نے شیخ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تو (اپنے دل میں) کہا کہ خدمتِ شیخ نے میرے بیٹے کو وداع کر دیا۔ میں نے بیٹے سے ہاتھ دھویے اور گھر جا کر خدمتِ خواجہ کا فرمانِ بعینہ بیٹے کو سنا دیا۔ اُس کی ہمت بندھ گئی اور دل قوی ہو گیا۔ چند روز کے بعد وہ بیٹا ارحمتِ حق سے جا ملا۔ مگر اس وقت جب اُس کا انتقال ہوا، ایسا تجربہ ہوا جیسے کسی نے میرے جگر سے ایک ٹکڑا کاٹ کر جدا کر دیا ہو۔ اگرچہ یہ حال تھا مگر شیخ کے انفاس کی برکت سے، جنھوں نے صبر کی دعادی تھی، مجھے صبر میسر ہو گیا۔

حکایت (۳۹) مولانا شہاب الدین امام نے کہا: ایک بار قاضی محی الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ایک زمانے میں گھر والی سے میرا ایسا جھگڑا ہوا کہ میرا دل اہل خانہ سے قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہو گیا، مگر پھر یہ خیال ہوا کہ یہ بات خدمتِ شیخ سے عرض کروں، اُس کے بعد علیحدگی ہو۔ جب میں نے خدمتِ خواجہ سے یہ ماجرا عرض کیا تو اُنھوں نے کچھ سوچا۔ پھر فرمایا: ”تھامے درمیان جدائی ہونی نہیں ہے، بلکہ صلح ہو جائے گی، اور صلح کے بعد ایک بچہ بھی ہوگا“۔ شیخ کے الفاظ کی برکت سے ہمارے درمیان صلح ہو گئی، حالانکہ اُس کی ہرگز کوئی اُمید نہ تھی، اور کچھ زمانے کے بعد ایک بیٹا بھی پیدا ہوا۔

حکایت (۵۰) اس ضعیف کے دادا نے فرمایا: خواجہ احمد باؤنی ایک شوریدہ حال شخص تھے۔ جہاں کہیں دیا کا کنارہ یا قبرستان یا غیر آباد مسجد دیکھتے، وہاں رہتے تھے۔ مخلوق سے دور بھاگتے تھے، اور مجھ پر پوری شفقت رکھتے تھے۔ میرے پاس آتے جاتے تھے، اور خلوت میں اس کام (درویشی) کی باتیں بہت سمجھ داری کی اور مبنی بر حقیقت کرتے تھے، مگر خلق کے درمیان خود کو شوریدہ حال ظاہر کرتے تھے۔ کبھی کبھی میں اُن سے پوچھا کرتا تھا کہ تم نے یہ شورش اور گریز کا طور طریقہ کہاں سے اختیار کیا ہے؟ اس کا جواب نہ دیتے تھے۔ تا آنکہ ایک بار میں نے یہی سوال کیا تو اُنھوں نے اپنی شوریدگی کا بھید اُگل دیا اور کہا: اے خواجہ کیا پوچھتے ہو؟ ایک رات کو میں دریا کے کنارے بیٹھا، دیکھا کہ خدمتِ شیخ کھڑاؤں پہنے ہوئے دروازے سے باہر نکلے اور اسی طرح کھڑاؤں پہنے پانی کے اوپر سے گزر گئے اور اس جزیرے میں چلے گئے۔ میں ایک کونے میں دُجا رہا۔ یہاں تک کہ رات کے پچھلے پہر میں نے دیکھا کہ خدمتِ شیخ کھڑاؤں پہنے ہوئے کد آئے پھر دریا کے اس طرف آئے اور اپنے گھر میں چلے گئے۔ مجھے اُس وقت

لے کدارا (بروزن غبارہ) قدیم زبان کا لفظ ہے، یا کسی مقام کا نام ہے، جواب مٹ چکے۔ یہ لفظ کتب

لغات میں نہیں ملا۔

قوام العقائد

حیرت نے پکڑ لیا۔ میں بے خود ہو گیا۔ چند روز تک اسی طرح شوریدہ حال پھرتا رہا۔ اسی زمانے میں موسم گرما کے ایک دن لوہ چل رہی تھی، اور خلقِ خدا ادھر ادھر ہو گئی تھی۔ میں نے ٹیک دوپہر میں خدمتِ شیخ کو دیکھا کہ وہ گھر سے باہر نکلے اور حظیرہ یاراں کی طرف چلے۔ میں خدمتِ شیخ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا یہاں تک کہ خدمتِ شیخ حظیرہ یاراں سے بھی گزر گئے اور صحراے جوڈا کی جانب چلے اور اُس صحرا میں دو تین کوس تک کوئی چیز حائل نہ تھی۔ چٹیل میدان تھا۔ خدمتِ شیخ جا رہے تھے اور جوڈا کے پاس اُس صحرا میں ایک حظیرہ تھا۔ خدمتِ شیخ اُس حظیرے کے پیچھے محراب کی طرف گئے۔ جب میرے اور شیخ کے درمیان وہ حظیرہ حائل ہو گیا تو میں نے قدم بڑھائے۔ آگے بڑھ کر دیکھا کہ خدمتِ شیخ اُس جگہ سے غائب ہو گئے۔ میں نے دائیں بائیں نظر دوڑائی، چاروں طرف صحرا تھا، اور کوئی چیز حائل نہ تھی۔

جب دیکھا کہ خدمتِ شیخ غائب ہو گئے ہیں تو میں نے اُن کے نشانِ قدم پر چلنا شروع کیا۔ حظیرے کی محراب کے نزدیک آ پہنچا۔ دیکھا کہ محراب کا تکیہ شیخ کے قدموں پر جھک رہا ہے۔ وہاں میں نے شیخ کے قدموں کی دھول اپنے سر اور چہرے پر ملی اور میرے اندر ایک شوریدگی پیدا ہو گئی۔ اس وقت سے اسے عزیز میں ایسا شوریدہ و آوارہ پھر رہا ہوں۔“

حکایت (۵۱) | مولانا بد الدین علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ”ایک بار میں شیخ کے گھر کی دہلیز میں رات کے وقت مشغول تھا، ننھڑی رات گزر چلی تھی، میں نے دیکھا کہ ایک اونٹ آیا۔ ایک دریچہ دروازے کے سامنے تھا، جس سے باہر دیکھا جاسکتا تھا۔ وہ اُس کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ میں نے شیخ کو دیکھا کہ وہ دریچے سے باہر نکلے اور اُس اونٹ پر سوار ہو گئے، وہ ہوا میں اڑ گیا۔ میں بے خود ہو گیا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد اپنے آپے میں آیا۔ آنکھوں سے نیند اڑ گئی۔ یہاں تک کہ رات آخر ہو گئی پھر میں نے دیکھا کہ وہ اونٹ آیا اور اُسی دریچے کے نیچے کھڑا ہوا۔ شیخ نے دریچہ کھولا اور اندر چلے گئے، وہ اونٹ واپس ہو گیا۔“

حکایت (۵۲) | مولانا فخر الدین مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا :- ایک دن میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا: ”ایک بار مجھے سخت پیاس لگی، سامنے کوئی شخص نہیں تھا، جس سے پانی مانگوں۔“

اے صحراے جوڈا (بروزن کوڈا) قدیم دہلی کے کسی علاقے کا نام ہے، اب یہ نام معدوم ہو چکا ہے۔

قوام العقائد

اچانک پانی کا بھرا ہوا ایک کوزہ ظاہر ہوا۔ میں نے اُس پر آستین ماری اور وہ کوزہ توڑ دیا۔ پانی بکھر گیا۔ میں نے کہا کہ میں کرامت کا پانی نہیں پیوں گا۔“

خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ پی لینا چاہیے تھا۔ ایسا بھی ہو جاتا ہے ایک بار میں کنگھی کرنا چاہتا تھا کوئی موجود نہیں تھا۔ اسی میں دیکھا کہ دیوار میں شرگاف پڑا اور دیوار سے ایک کنگھی برآمد ہوئی۔ میں نے لے لی اور کنگھی استعمال کی۔

(۵۳) مولانا عماد الدین مُذکّر نے برسرِ منبر بیان کیا کہ جب میں امر وہہ میں جلا وطن تھا، ایک دن قید کی حالت میں تلاوتِ قرآن کر رہا تھا۔ خطیر نام کا ایک دیوانہ امر وہہ میں ہے۔ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا، ”مولانا اٹھو اور سو جاؤ۔“ طالب علموں میں جو رعوت ہوتی ہے، اُس کی وجہ سے

میں نے اُس کی بات پر دھیان نہیں دیا۔ وہ یہ کہہ کر واپس ہو گیا۔ اسی وقت سے میرا سر بھاری ہونے لگا۔

یہاں تک کہ تلاوت کرنے کی سکت باقی نہیں رہی۔ مجبوراً سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ یہ شہرت ہو رہی ہے کہ میرے والد مولانا خُصام درویش و عَظ کہیں گے۔ میں گھر میں آیا اور دیکھا کہ والد صاحب کپڑے پہن رہے

ہیں۔ میں نے کہا: کیا ہے؟ آپ و عَظ کہیں گے؟ اُنھوں نے کہا کہ خواجہ جنید تشریف لائے ہیں۔ ان کے سامنے کچھ بیان کروں گا۔ میں نے کہا۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ اُنھوں نے فرمایا۔ بہت اچھلے

ہم مسجد میں آئے۔ میں نے والد صاحب سے پوچھا کہ خواجہ جنید کہاں ہیں؟ اُنھوں نے ایک شخص کی جانب اشارہ کیا۔ میں نے کہا کہ یہ تو شیخ نظام الدین ہیں۔ والد نے کہا کہ ہمارے زمانے کے جنید ہی ہیں۔

(۵۴) علی شہ جاندار نے کہا: ایک بار میں نے ایک طالب علم کو دیکھا کہ وہ شیخ کے دروازے پر آیا۔ اُس کا آدھا سر گھٹا ہوا تھا جو لوگ موجود تھے اُنھوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا حال بنا رکھا

ہے؟ اُس نے کہا کہ میں فلاں قبصے میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا تو خواب میں دیکھا، گویا دو بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا: شیخ فرید الدین اور شیخ نظام الدین قدس اللہ ذہبہما

ہیں۔ میں شیخ فرید الدین کے سامنے گیا کہ مجھے اپنی مریدی میں قبول فرمائیں۔ اُنھوں نے فرمایا: اب یہ ہمارا کام نہیں رہا۔ اُن کے پاس جاؤ۔“ اور خدمتِ شیخ (نظام الدین) کی جانب اشارہ کیا۔ میں شیخ کے سامنے آیا۔ شیخ نے میرا سر تھوڑا سا مونڈا اور فرمایا کہ ”غیاث پور میں آنا، وہاں اِسے پورا کر دیں گے“

اب میں حاضر ہوا ہوں، دیکھتا ہوں کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔ وہ خواجہ کی خدمت میں گیا۔ بیعت اور حلق کی سعادت حاصل کی۔

حکایت ۵۵ مولانا بدر الدین علیہ الرحمہ نے کہا: ایک شخص نے حکایت بیان کی کہ ایک بار میں خواجہ قوام العقائد

قدس اللہ سرہ کی خدمت میں زیارت کے لیے حاضر ہوا تھا۔ جب وہاں سے اٹھا اور اندر پت میں شمس گازورنی کے پاس گیا تو انھوں نے پوچھا: تم کہاں تھے؟ اس شخص نے کہا: ”خواجہ کی خدمت میں تھا۔ اس نے کہا: کون خواجہ؟ میں نے کہا: خدمتِ شیخ۔ اس نے کہا: کون شیخ؟ میں نے کہا: شیخ نظام الدین کی خدمت میں تھا۔ کہنے لگا: تم ان کی اتنی تعظیم کرتے ہو اور انھیں شیخ کہتے ہو؟ میں نے کہا: کیوں؟ کیا وہ شیخ نہیں ہیں؟

پھر میں نے اس سے کہا: ”آؤ مہیا بلہ کر لیں، اگر وہ حقیقی شیخ ہوں تو تم اسی ہفتے میں مرجاؤ گے ورنہ میں مرجاؤں گا۔“ اس نے کہا: ٹھیک ہے، ایسا ہی کیا۔ میں وہاں سے گھبرایا ہوا، حواس باختہ شیخ کی خدمت میں آیا۔ خواجہ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ تم آج ہی گئے تھے اور پھر واپس آگئے؟ میں نے خواجہ کی خدمت میں سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا: ”بے چارہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔“ اس کے بعد شمس گازورنی کا اسی ہفتے میں انتقال ہو گیا۔

حکایت (۵۶) ایک بار شہر کے کوتوال نے شاہی محل کے چیف خواجہ رشید کو طلب کیا۔ اس وقت کوٹوال چمنہ کے کنارے دکت پر کھڑا تھا۔ رشید کو اس کے سامنے لایا گیا۔ ملک (کوٹوال) نے اس پر غصہ کیا اور ایک کوڑا رسید کیا۔ مہتر رشید بہت محترم اور بزرگ آدمی تھے۔ اسی حالت میں نہایت شرمندہ و غمگین ہو کر واپس آئے۔ اور اس عہدے سے استعفادے دیا، اور یہ رشید شیخ کے خدمت گاروں میں سے تھے۔ انھوں نے یہ قصہ کسی سے بیان نہ کیا، یہاں تک کہ اس پر چند مہینے گزر گئے۔ اب سلطان کا اس کوٹوال شہر پر عتاب نازل ہوا اور حکم دیا کہ اس کے تمام اسباب اور املاک بہ حق سرکار ضبط کر لیا جائے۔ نیز فرمان ہوا کہ چکی کا پاٹ اس کی گردن میں باندھ کر اسے دریاے جمنہ میں ڈال دیں۔ قصداً اسی دکت پر جہاں اس نے رشید کے کوڑا مارا تھا، اسے لایا گیا، اور دریا میں ڈبو دیا گیا۔ اس بات کو بھی چند مہینے گزر گئے۔ ایک دن یہ رشید اور خواجہ محمد امام شیخ کے سامنے بیٹھے تھے۔ خدمتِ شیخ نے رشید کی جانب رخ کیا اور فرمایا: ”جس نے تمہارے کوڑا مارا تھا، اس کا کیا ہوا؟ رشید کو حیرت ہوئی۔ وہ اٹھے، اور زمین بوس ہو کر عرض کیا: ”خدمتِ شیخ خوب جانتے ہیں۔“ شیخ نے فرمایا: ”میں تو جانتا ہی ہوں، تم بناؤ۔“ رشید نے ساری کیفیت جو گزری تھی، بیان کی تو خدمتِ شیخ نے اپنا ہاتھ اپنی کمر پر رکھ کر فرمایا: ”رشید۔ اس نے وہ کوڑا تمہاری پیٹھ پر نہیں ہماری کمر پر مارا تھا“ اور فرمایا: ”جو کوئی ہمارے فرزندوں اور ساتھیوں سے محبت اور یگانگی کا تعلق رکھے گا، وہ گویا ہم سے تعلق رکھے گا۔ اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ مخالفت بھی ہم سے ہوگی۔“

حکایت (۵۷) ایک بار خواجہ منہاج نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں یارانِ سلسلہ کی دعوت کرنا چاہتا

ہوں، خدمتِ شیخ بھی اپنے مریدوں کے ساتھ کرم فرمائیں۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”سب اصحابِ جہانیں کھانا کھائیں، سماع سنیں۔ میں بھی حاضر ہو جاؤں گا۔“ خواجہ منہاج نے فرمان کے مطابق اصحاب کو کھانا کھلایا اور پھر سماع شروع کر دیا گیا۔ خواجہ منہاج شیخ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ یہاں تک کہ محفلِ سماع خوب گرم ہو گئی۔ سب ساتھی سماع میں مشغول ہو گئے۔ خواجہ منہاج نے دیکھا کہ خدمتِ شیخ اُس مجمع میں کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ سمجھے کہ خدمتِ شیخ اسی وقت آئے ہیں۔ جب سماع روکا گیا تو خدمتِ شیخ نظر نہ آئے۔ یہ سوچ میں پڑ گئے۔ دوبارہ سماع شروع کیا اور اصحاب سماع میں غرق ہو گئے تو پھر خدمتِ شیخ کو دیکھا کہ اُس محفلِ سماع میں کھڑے ہوئے ہیں۔ جب بھی سماع شروع کرتے تھے، خدمتِ شیخ کو کھڑا ہوا پاتے تھے اور جب سماع روکتے تھے تو وہ فاب ہو جاتے تھے۔ جب سماع ختم ہو گیا تو خواجہ منہاج نے یہ ماجرا خدمتِ شیخ سے عرض کیا۔ شیخ نے فرمایا: ”جس محفل میں بھی ہمارے ساتھی سماع سنیں، وہاں ہمیں موجود ہائیں۔“

حکایت (۱۵) ہندوستان میں کسی طرف ایک علاقہ ہے۔ اُس میں شیخ کے مریدوں میں سے چند لوگ علاؤ اللہ علیہ السلام کے عہد میں اپنا روزگار کرتے تھے۔ ایک امیر وہاں گیا اور اُس شہر بر آدمی نے اُن کمانے والوں پر سختی کی۔ یہاں تک کہ وہ اُس کے ہاتھوں عاجز آ گئے۔ آپس میں سے ایک شخص کو چنا اور شیخ کی خدمت میں روانہ کیا، اُس نے آکر خدمتِ شیخ میں صورتِ حال بیان کی۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: کچھ لکھ کر اس کو دیدیں تاکہ یہ اپنے ساتھ لے جائے۔ شیخ کی طرف سے ملک کے نام (سفارش) لکھ کر اُس کو دیدی گئی۔ وہ چلا گیا۔ وہاں جا کر وہ تحریر اپنے ساتھیوں کو دکھائی۔ دوسرے دن سب جمع ہوئے اور ملک کے پاس گئے۔ اتفاق سے اُس روز ملک دریا کے کنارے چبوترہ بندھوا رہا تھا اور اُس پر کھڑا تھا۔ لوگ آئے اور آداب بجالا کر وہ تحریر اُس کے ہاتھ میں دی۔ اُس نے پڑھی، اور اُن پر غصہ کرنے لگا، اُس کاغذ کو دریا میں پھینک دیا۔ یہ لوگ دم بخود واپس آ گئے اور اسی شخص کو جو شیخ کا خط لایا تھا، دوبارہ شیخ کی خدمت میں بھیجا۔ اُس نے آکر ساری کیفیتِ شیخ کی خدمت میں بیان کر دی۔ خدمتِ شیخ نے کھوٹی دیبر سوچا اور فرمایا: ”سبحان اللہ! اگر کوئی خود کو پانی میں جھونک دے تو ہم کیا کریں؟“ کچھ عرصہ کے بعد سلطان علاؤ الدین کا مزاج اُس سے برگشتہ ہو گیا اور اُس نے حکم دیا کہ اُس کو باندھ کر دریا میں ڈال دیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اتفاق یہ کہ اسی چبوترے پر اُسے لے کر آئے، جہاں سے اُس نے کاغذ دریا میں ڈالا تھا، اور وہیں اُس کو غرق کر دیا گیا۔

حکایت (۱۶) خواجہ رشید الدین نے کہا: جب میں خانہ کعبہ کی زیارت سے واپس ہوا تو راستے میں مجھ پر تشنگی

قوام العقائد

کاغلبہ ہوا۔ میں ہر طرف پانی کی تلاش کرتا تھا۔ یہاں تک کہ مجھ پر بے ہوشی سی طاری ہونے لگی۔ اس حالت میں خدمتِ شیخ کو دیکھا کہ آئے ہیں اور فرماتے ہیں: ”اے رشید اٹھو پانی تو یہ ہے“ میں اٹھا اور جس جانب شیخ نے اشارہ کیا تھا، ادھر تھوڑا سا چلا۔ دیکھا کہ ایک چشمہ بہہ رہا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر پانی پیا اور وہاں سے اٹھا تو لوگوں کی ایک جماعت سامنے آئی اور انھوں نے کیفیت پوچھی۔ میں نے ان سے کہا کہ یہاں اُس طرف پانی موجود ہے۔ انھوں نے کہا: ”وہ جگہ ہمیں دکھاؤ کہاں ہے؟“ جب میں واپس (اسی جگہ) آیا تو دیکھا کہ پانی نہیں ہے۔ میں نے جان لیا کہ یہ عنایتِ شیخ کی خاص میرے حق میں تھی، اور یہ اُن کی ولایت کا اظہار تھا۔

حکایت (۶۰) شہر (دہلی) میں ایک شخص تھا۔ اُسے خواجہ بہاؤ الدین ملتانی کہتے تھے۔ وہ شہر کے سوداگروں میں سے تھا اور شیخ کی خدمت میں آتا جاتا تھا۔ اُسے بھی اس کام (درویشی) کا شوق چڑھایا اور اس نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بھی شیخ کے خادموں کی صف میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”خیر تم وہاں شیخ رکن الدین کے پاس جاؤ۔ وہاں دین بھی ہے، دنیا بھی۔ یہاں تو نرا فقر ہے۔ تم دنیا والے آدمی اس کی تاب کہاں لاسکو گے۔“

اُس نے اسی طرح کئی بار التماس کیا اور بہی جواب ملتا رہا۔ آخر ایک دن شیخ نے فرمایا:

”بہاؤ الدین! یہاں تو بس فقر ہی ہے، تم اچھی طرح سوچ لو۔“

اُس نے پھر کسی وقت التماس کیا تو خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”بہاؤ الدین! جیسے ہی تم بیعت کرو گے، یہ مال جو تمہارے پاس ہے سب چلا جائے گا اور برباد ہو جائے گا۔ تم دیکھ لو کہ اس کا تحمل کرسکو گے؟ اچھی طرح سوچ لو، ورنہ میں تم سے کہتا ہوں کہ وہاں چلے جاؤ۔ وہاں دونوں چیزیں (دین اور دنیا) ہیں۔“

وہ وقت بھی گزر گیا۔ پھر کسی موقع پر اُس نے یہی گزارش کی: ”بندے نے خواجہ کے فرمان کے مطابق اچھی طرح غور کر لیا، میں فقر اختیار کرتا ہوں اور یہ مال چلے اسی وقت چلا جائے۔ اس کو بقا ہی کب ہے؟“

خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”تو اب آؤ۔“ انھیں بیعت کیا اور خرقے کی خلعت سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد کچھ ہی مدت میں یہ بہاؤ الدین تلاش ہو گئے۔ اُن کے جو ایجنٹ تجارت میں لگے ہوئے تھے، جس طرف سے بھی آتے تھے، یہی کہتے تھے کہ مال ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا بہاؤ الدین نے مردانہ وار سب کچھ برداشت کیا اور یادِ الہی میں مشغول ہو کر واصلانِ حق میں سے ہو گئے۔

حکایت (۶۱) ایک عالم تھے۔ میرٹھ کے باشندے۔ وہ شیخ کی خدمت میں ازنا و محبت آنا جانا رکھتے

توام العقائد

تھے۔ ایک بار اُنھوں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ خواجہ میری ایک بیٹی ہے اور اتنی میری حیثیت نہیں کہ اُس کا نکاح کر سکوں۔ اس معاملے میں سخت پریشان ہوں۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: مولانا، جب تم کہیں اُس کا نکاح کرنا چاہو تو ہمیں خبر کرنا۔ مولوی مذکور نے چند بار ایسی ہی گزارش کی اور ہر بار یہی جواب پایا۔ حتیٰ کہ وہ وقت آگیا جب وہ لڑکی کا بیاہ کریں، شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ خدمتِ شیخ نے چاندی کا ایک تنکہ اُن کے ہاتھ پر رکھ دیا اور فرمایا: ”بسم اللہ۔ مولانا“ مولانا سخت حیران ہوئے کہ خدمتِ شیخ نے چند بار وعدہ کیا تھا کہ شادی کے وقت ہمیں بتانا اور اب یہ ایک تنکہ دے رہے ہیں، اس سے کیا کام نکلے گا؟ مولانا مذکور اسی طرح سوچتے ہوئے شہر کی طرف جا رہے تھے اور اپنے آپ سے (دل ہی دل میں) اُلجھ رہے تھے۔ قضا را وہ بالکل بے ارادہ سلطان علاء الدین (غلیجی) کی حرم سرا کے دروازے پر جانکلے۔ حرم کے اُس راستے میں کوئی آتا جاتا نہیں تھا۔ وہ الگ تھلگ ایک جگہ تھی۔ مولانا ٹابک ٹویئے مارتے ہوئے حرم سرا تک پہنچ گئے۔ دیکھا کہ حرم سرا کے اندر سے چند خواجہ سرا باہر آئے، اُنھوں نے مولانا کو پکڑ لیا اور پوچھا کہ تم کہاں کے ہو؟ مولانا کے لیے اس بدحواسی کے عالم میں اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ یہ کہا کہ میں شیخ الاسلام نظام الدین کے خادموں میں سے ہوں۔ مولانا کو پکڑ کر اندر لے گئے اور کہا کہ مولانا گھبراؤ مت، یہ اچھا ہی ہوا ہے۔ اُس وقت سلطان معز الدین (کیقباد) کی بیٹی یعنی سلطان علاء الدین کی بیگم نے ایک بیٹے کو جنم دیا تھا، اور یہ منت مانی تھی کہ اگر سر سے بیٹا ہو گا تو اُسے زمین سے اُس وقت اٹھایا جائے گا کہ جب شیخ کے خادموں میں سے کسی کی گود میں دیں۔ الغرض اُس بچے کو مولانا کی گود میں ڈالا گیا اور سنتوں کے سونے کے یا چاندی کے اللہ بہتر جانے، اُن کی نذر کیے۔ مولانا کو پوری عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ جب یہ باہر نکلے تو سمجھے کہ یہ سب کچھ خدمتِ شیخ کی برکت سے ہوا، اپنے کھیلے خیالات سے توبہ کی اور شیخ کی خدمت میں آئے۔ یہ سارا قصہ بیان کیا۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”مولانا جاؤ، کاہ خیر (شادی) کی تیاری کرو اور جس طرح (مناسب) سمجھو اُسے انجام دو۔“

(۶۲) حکایت | ایک دن ایک شخص شیخ کے پاس آیا اور کہاں کہ یہاں میری کچھ جاگیر ہے۔ میں اس سلسلے میں دیوان میں گیا تھا۔ جاگیر کا فرمان آستین سے کہیں گر گیا۔ شیخ کے سامنے نہایت عاجزی سے گرا گزرنے لگا اور کہا کہ آپ سے فاتحہ کی درخواست کرتا ہوں، تاکہ اللہ تعالیٰ وہ دستاویز مجھ تک پہنچائے۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا کہ ”اقبال ایک سلطانی (سکہ) لاؤ۔ خدمتِ شیخ نے وہ سلطانی اُن کو دی اور فرمایا: جاؤ اس کی مٹھائی لے کر کھا لو۔“ یہ شخص حلوانی کی دوکان پر آیا اور اُسے سلطانی دیکر کہا، ”اس کی

حلوانی نے مٹھائی نکالی اور اُسے کاغذ میں لپیٹا، یہ کاغذ وہی فرمان تھا۔ اُس شخص نے کاغذ لے لیا اور خوش ہو گیا۔ کہنے لگا: ”مجھے میرا مقصود مل گیا۔“

حکایت ۳۳ | ایک دن خواجہ عزالدین (حضرت بابا فریدؒ) کے پوتے رخصت ہو رہے تھے، تاکہ کوہ (مانک پور) کی طرف جائیں۔ اُس وقت ایک ترک بچہ جو سلطان علاء الدین (غلیجی) کے اُمراء میں سے تھا نہایت پریشانی کے عالم میں آیا۔ خدمتِ شیخ نے پوچھا: ”کیا بات ہے؟“ اُس نے کہا کہ میری ایک کینز تھی، مجھے اُس سے بہت محبت تھی، وہ چلی گئی۔ اگر مجھے نہ ملی تو میرے زندہ رہنے کی اُمید بھی نہیں۔“

خدمتِ شیخ مسکرائے اور فرمایا: ”تو یہ مسکین کیا کرے؟“ پھر فرمایا: ”یہ ہمارے خواجہ زادے یعنی خواجہ عزالدین سفر پر جا رہے ہیں، تم ان کے ساتھ چلے جاؤ۔“ شیخ نے خواجہ عزالدین کو رخصت کر دیا۔ اُس شخص نے بھی ادب سے سر جھکایا اور روانہ ہو گیا۔ باہر آئے، اُس ترک بچے نے ایک اچھی نسل کا گھوڑا خواجہ عزالدین کی خدمت میں پیش کیا۔ سوار ہو گئے۔ پہلی منزل کالنی گاؤں میں پڑاؤ ہوا۔

وہاں سے دوسرے دن دریائے جون کے کنارے پہنچے تو دیکھا کہ سلطان کا پایگاہ گذر رہا ہے۔ سب کشتیوں کو گھوڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ خواجہ عزالدین اُن کے درمیان گئے تو دیکھا کہ پایگاہ کے انچارج نے ایک کشتی میں ایک ڈولہ ڈھانپ کر رکھا ہوا ہے۔ جب پایگاہ کے انچارج نے خواجہ عزالدین کو دیکھا تو کھڑے ہو کر آداب بجالایا، اور بہت تعظیم کے ساتھ عرض کیا: ”بسم اللہ۔ تشریف لائے۔“ خواجہ عزالدین اور وہ ترک بچہ دونوں اندر آکر بیٹھ گئے۔ گھوڑوں کو کشتیوں میں سوار کیا جا رہا تھا۔ قضا کا ایک منہ زور گھوڑا اُس ڈولے کے نزدیک تھا۔ دوسری کشتی لے کر آئے تو دونوں گھوڑے لڑ پڑے، وہ عورت جو ڈولے کے اندر تھی، پامال ہونے کے ڈر سے اچھلی اور ڈولے سے باہر گر پڑی۔ اُس ترک بچے نے اُس کو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ میری کینز ہے، دوڑ کر اُس کے پیروں سے لپٹ گیا اور کہنے لگا: ”تو یہاں کیسے؟“ پایگاہ کا افسر پریشان ہو گیا۔ ترک بچے نے شیخ زادہ سے رخصت لی اور اپنی کینز کو ساتھ لے کر واپس آ گیا۔

۱۔ یہاں لفظ ”جنیت“ استعمال ہوا ہے۔ بظاہر یہ فنِ اسپ شناسی کی اصطلاح ہے۔ ہم نے قیاسی ترجمہ کر دیا ہے۔

۲۔ یہاں لفظ ”کشن“ استعمال ہوا ہے، یہ بھی فنِ اسپ شناسی کی اصطلاح معلوم ہوتی ہے۔ ترجمہ قیاسی ہے۔

قوام العقائد

حکایت (۶۴) | اس ضعیف کے دادا نے فرمایا کہ سنہ ۷۷۸ھ میں رجب کا مہینہ تھا، جب میں شیخ کے خادموں کی صف میں شامل ہوا۔ بیعت اور خرقے سے مشرف کیا گیا۔ حلق بھی کیا۔ اس کے بعد خدمتِ شیخ نے ارشاد فرمایا کہ ”ہمیں رہو۔“ فرمانِ شیخ کے مطابق میں وہیں رہتا تھا۔ پھر ایک وقت آنکھوں نے فرمایا: ”کیا تمہاری نیت کعبہ کا سفر کرنے کی ہو رہی ہے؟“ بندے نے زمین بوس ہو کر عرض کیا: ”جی، ایسا ہی ہے جو خواجہ فرماتے ہیں۔“ فرمایا: ”اچھا ہے، ہم تمہیں رخصت کریں گے، مگر تین دن یہاں اُدر رہو۔ جو مسئلہ تمہیں درپیش ہو اور اُسے تحقیق کرنا چاہو تو کسی واسطے کے بغیر ہمارے پاس آؤ اور بیان کرو۔“

جب دوسرا دن ہوا تو میں خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا: ”آؤ۔ بیٹھو“ میں آگے بڑھا۔ زمین بوس ہو کر بیٹھ گیا۔ خواجہ نے سفر کی باتیں شروع کر دیں، اسی میں فرمایا کہ ایک بار ہمارے خواجہ یعنی شیخ الاسلام فرید الدین کی خدمت سے ایک فرید سفر کعبہ کی نیت سے روانہ ہو رہا تھا۔ خواجہ نے اُس سے فرمایا کہ ”اگر تمہیں کوئی دشواری پیش آئے تو ہمیں یاد کرنا۔“ یہ شخص آداب بجالا کر چلا گیا۔ اُسے شیخ کی وہ بات ہر وقت یاد رہتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک دن جہاز میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک پانی میں گر پڑا۔ اُس نے کہا۔ ”خواجہ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر تجھے کوئی دشواری پیش آئے تو ہمیں یاد کر لینا۔ اب آج ایسا ہی وقت ہے کہ آپ دستگیری فرمائیں۔“ اُس نے دیکھا کہ ایک شخص پانی کے اندر سے تباہ کر برآمد ہوا۔ ایک ہاتھ اُس شخص کی گڈی پر اور دوسرا کشتی پر رکھ کر اُس کو پکڑ لیا، اور جہاز کے اندر پھینک دیا۔ اس کے بعد شیخ نے دعا گو سے فرمایا: ”تم سے بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ اگر کوئی تکلیف پیش آئے تو (ہمارے) خواجہ کو یاد کرنا۔“ بندے نے سمجھ لیا کہ آپ یہ بات کمالِ ادب کی وجہ سے فرما رہے ہیں کہ ”ہمارے خواجہ کو یاد کر لینا۔“ اس سے مقصود یہی ہے کہ خود شیخ کو یاد کیا جائے۔ اس کے بعد خدمتِ شیخ پر گریہ طاری ہو گیا۔ جب ذرا سنبھلے تو مجھ سے فرمایا: ”آگے آؤ،“ اپنے سر مبارک سے دستار اتار کر مجھے عطا فرمائی۔ میں زمین بوس ہو کر رخصت ہوا۔

تیسرے دن پھر مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر ہوا، فرمایا: ”بیٹھ جاؤ۔“ بیٹھ گیا۔ آپ نے سفر کی حکایتیں شروع کر دیں۔ ہر طرح کی باتیں کرتے رہے۔ فرمایا: ”انسان کی پہلی نظر جب کعبے پر پڑے، اُس وقت خدا سے جو کچھ مانگے وہ پالیتا ہے۔ جب تم وہاں پہنچو تو دنیا طلب نہ کرنا۔“ یہ بات کہہ کر آپ نے تھوڑا سا توقف کیا، پھر فرمایا: ”عقبنی بھی مت مانگنا۔ یہ دونوں ایچ ہیں!“ دعا گو نے سمجھ لیا کہ شیخ کا مطلوب کیا ہے۔ جب میں اٹھنے لگا تو فرمایا: ”یہ چاہیے کہ جمعہ کا غسل ناغہ نہ ہو، اور جن لوگوں سے بھی ملنا جلنا ہو، کسی کے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہونا۔“ پھر فرمایا: ”سلامت جاؤ گے“

قوام العقائد

سلامتی سے واپس آؤ گے اور تندرست رہو گے۔“ اور بھی بہت کرم فرمایا کہ اگر میں سب کچھ بیان کروں تو فقہ دراز ہو جائے گا۔ میں آداب بجالا کر واپس ہوا۔

(۶۵) جب میں خدمتِ شیخ سے رخصت ہو کر روانہ ہوا تو بوندی پہنچا۔ شیخ ماہن بوندی سے ملا۔ یہ حکایت شیخ ماہن بہت بڑے بزرگ تھے۔ لوگوں نے ان کے بہت سے کشف اور کرامات دیکھی تھیں۔

اُس علاقے کی مخلوق ان سے عقیدت رکھتی تھی اور وہ خود شیخ (نظام الدین) کی محبت میں مبتلا تھے۔ اکثر اپنے کاموں میں خدمتِ شیخ کی طرف توجہ کرتے تھے۔ جب یہ دعا گو ان کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے

ازراہ کرم و شفقت چند روز تک اپنا مہمان رکھا۔ ایک دن نمازِ اشراق ادا کرنے کے بعد دعا گو سے فرمایا: ”اے فلاں، آؤ باہر نکلیں۔“ وہ اکثر پہاڑ کے اوپر جایا کرتے تھے۔ وہاں مشغول ہو جاتے تھے، اور جس کسی پر شفقت فرماتے تھے، کبھی کبھی اُس کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ دعا گو نے کہا:

”بہت اچھا“ شیخ ماہن آگے آگے چل رہے تھے، میں ان کے پیچھے پیچھے دامن کوہ تک گیا۔ وہاں ایک بہت گہرا بائیں (سیڑھی دار کٹواں) تھا۔ شیخ ماہن اُس میں نیچے اتر گئے۔ میں بھی شیخ

ماہن کے عقب میں چلتا رہا۔ یہاں تک کہ پانی کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں بیٹھے۔ مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ انہوں نے ازراہ کرم ہر طرح کی باتیں شروع کر دیں۔ دعا گو بھی سلوک سے متعلق

سوال کرتا رہا، اور وہ جواب دیتے رہے۔ اسی درمیان میں دعا گو نے عرض کیا کہ مخدوم یہ بات طے شدہ ہے کہ جو مرد ہوگا وہ جو ابی حملہ نہیں کرتا، اور نامرد کر نہیں سکتا۔ فرمایا: ایسا ہی ہے۔ دعا گو نے عرض کیا

کہ ”پھر سزا کہاں سے ملتی ہے؟“ فرمایا کہ تم نے ایک مشکل سوال کیا ہے۔ خیر اب سنو، کسی بزرگ سے یہی سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ”مرد نہیں مارتا، یہ سچ ہے، اس لیے کہ وہ کسی کو آزار پہنچانا

نہیں چاہتا۔ مگر حق تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ تو اگر چہ وہ (مرد خدا) دگدر کرتا ہے، مگر حق تعالیٰ نہیں بخشتا، یعنی جیسے دو دوست ہوں۔ آپس میں بہت زیادہ محبت کرنے والے، کوئی غیر

آجائے اور ان میں سے کسی ایک کو آزار پہنچائے، اُس کا برداشت کرنا اُس پر واجب ہے، کیونکہ اس برداشت کرنے میں اُسے کوئی نعمت ملنے والی ہوگی، مگر یہ دوسرا دوست جو ہے اُس کے لیے

برداشت کرنا مناسب نہیں۔ اگر ایسے موقع پر وہ تحمل کرتا ہے تو اُس سے محبت ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا سزا حق کی جانب سے ہوتی ہے۔“

پھر فرمایا: ”شیخ صدر الدین ملتانی“ سے بھی یہی سوال کیا گیا، انہوں نے فرمایا کہ فقر کی تلوار عرش کے نیچے ایک بال سے بندھی ہوئی لٹک رہی ہے۔ یہ تلوار اتنی بے ضرر بھی ہے کہ اُس بال کو کوئی نقصان

ہیں پہنچاتی۔ حالانکہ معلوم ہے ایک بال میں طاقت ہی کیا ہوتی ہے، لیکن اولیاء اللہ کو ایذا دینے والے خود کو اُس تلوار سے الجھا دیتے ہیں۔ لہذا خود بہ خود اپنی سزا کو پہنچ جاتے ہیں۔“

یہ بات پوری کر کے وہ کچھ دیر سوچتے رہے۔ پھر کہا: ”سنو، اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ تمہارے شیخ کے حق میں کوئی ناپسندیدہ بات کہہ رہا ہے تو دو باتوں میں سے ایک بات ہوگی، یا تو تم چاہو گے کہ وہ سزا پائے یا سزا سے بچ نکلے۔ اگر چاہتے ہو کہ اُسے سزا ملے تو تمہیں چاہیے کہ جواب نہ دو اور اُس کا معاملہ شیخ کے سپرد کر دو۔ خود درمیان سے نکل جاؤ اور انتظار کرو کہ اُسے کب سزا ملتی ہے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ وہ سلامت بچ نکلے، تو اُسے جواب دو تاکہ کچھ وہ کہے تو کچھ تم بھی کہو، سزا درمیان سے نکل جائے گی۔“

اور اس ضعیف کے دادا نے حکایت بیان کی کہ جب ہم تفریس پہنچے، ایک دن کچھ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، چنانچہ شیخ الاسلام بہاؤ الدین کے ہم خرقہ شیخ عماد الدین تھے جو برسوں تک شیخ بہاؤ الدین اور شیخ صدق الدین کی صحبت میں رہے تھے۔ چند سال اُنھوں نے بزرگوں کی خدمت میں گزارے تھے، اور اُن کی صحبت اُٹھائی تھی اور اس کام (سلوک) میں بہت سی نعمتیں حاصل کی تھیں، اور شیخ ابو بکر تھے، جو ایک رشتے سے شیخ بہاؤ الدین کے داماد ہوتے تھے۔ وہ بھی نہایت مشغول تھے۔ چنانچہ دن رات میں تین ختم کرنا، اُن کا وظیفہ تھا۔ اسی طرح چند دوسرے بزرگ تھے۔ علی شہ دہلوی ایک قلندر تھے، وہ بھی موجود تھے۔ یہ علی شہ دہلوی بہت بے باک اور منہ پھٹ تھے۔ یہ دعا گو بھی ان بزرگوں کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ علی شہ قلندر نے اس دعا گو کی طرف رخ کر کے پوچھا: ”اے فلاں، تم کس کے مرید ہو؟“ دعا گو خاموش رہا۔ اُنھوں نے اسی طرح دو تین بار سوال کیا۔ اب دعا گو کے لیے (جواب دینے کے سوا) چارہ نہ رہا۔ میں نے کہا: ”شیخ الاسلام نظام الدین کے خدمت گاروں میں سے ہوں۔“ اُنھوں نے پھر کہا: ”شیخ نظام نے تمہیں کیا بتایا ہے۔ درویشی کیا چیز ہے؟“ دو تین بار یہی بات پوچھی۔ میں نے کہا: ”جو کچھ خدمت شیخ نے فرمایا ہے، وہ میں کسی کو بتا نہیں سکتا۔“ اس پر وہ بھڑک گئے کہنے لگے: ”مجھے تم ”کسی“ کہتے ہو؟“ پھر چند ناشائستہ باتیں کہیں، اور خدمت شیخ تک پہنچ گئے۔ میں نے دیکھا کہ اُس کی باتوں سے حاضرین مجلس میں ناگواری پیدا ہوئی، اور ان باتوں سے سب نے بُرا مانا۔ اسی اثناء میں دیکھتا ہوں کہ گویا شیخ ماہن بوندی مجھ سے کہہ رہے ہیں، ”میں نے تم سے کہا تھا نا کہ اگر تم چاہتے ہو یہ اپنی سزا کو بھگتے تو اُسے شیخ کے سپرد کر دو۔ تم درمیان سے دُور ہو جاؤ۔“ میں نے ایسا ہی کیا اور خاموش رہا۔ محفل کے دوسرے لوگ بھی دم بخود رہے، وہ بھی کہنے سے رک گیا۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو اپنے خادم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا ”اے فلاں، اُسے لاؤ تاکہ ہم جھگڑا ہی

نمٹادیں۔ " غلام گیا، اُسترے لے آیا، اور لا کر درمیان میں رکھ دیے۔ جب اُس نے ایسا کیا، میں نے سمجھ لیا کہ اب اس پر بھٹکا ضرور پڑے گی۔ کیوں کہ یہ ان لوگوں کے درمیان اس بات کا اشارہ ہوتا ہے، اگر بات چیت میں اُسترے درمیان میں آجائیں تو اُن کے پیچھے لازماً سزا بھی آنے والی ہے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو آداب کر کے جلدی سے اُٹھ کر چلا گیا۔ ظہر کی نماز کا اول وقت ہو چکا تھا۔ میں نے وضو کیا اور مسجد کی طرف گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ علی شہ کے مُریوں میں سے ایک شخص بھاگا ہوا میرے پاس آ رہا ہے کہ شیخ تمہیں بل رہے ہیں، کرم کیجیے، جلدی سے آجائیے۔ میں وہاں گیا۔ علی شہ کو دیکھا کہ پیٹ کے درد سے تڑپ رہا ہے۔ جب میں داخل ہوا تو کہنے لگا۔

" ارے بھائی اب مجھے معاف کر دو۔ " میں نے کہا، خواجہ میں کون ہوں اور کیا چیز ہوں جو آپ ایسی بات کہتے ہیں؟ " ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ علی شہ نے جان جان آفریں کو سونپ دی۔

تو اے عزیز ہمارے اندر صبر کی برداشت نہیں ہے ورنہ ان بد گویوں کو کیا کم سزا ملتی ہے۔ الغرض پھر وہ وقت آیا کہ ہم سب چھ اشخاص نے مکے کا قصد کیا۔ رمضان کی آخری تاریخ کو مکہ میں وارد ہوئے۔ عید کی چاند رات وہیں تھے۔ جب چند روز گزرے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابھی حج میں بہت وقت پڑا ہے۔ ہمیں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنی چاہیے۔" سب ساتھیوں نے اس تجویز کو منظور کیا۔ ہم زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روانہ ہوئے۔ سترہ یا اٹھارہ دن کے بعد جمعرات کا دن تھا کہ مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے اور زیارت کی سعادت حاصل کی۔ شیخ کا نام سن کر مدینے کے بزرگوں کو دیکھا کہ اگر کوئی کہتا تھا "وقتِ پاکِ شیخ نظام الدین" تو خلق میں ایک غلغلہ پڑ جاتا تھا، اور سب تعظیم سے سر جھکا لیتے تھے۔ دو شنبہ کے دن مدینہ سے مکہ کی زیارت کے لیے احرام باندھا۔ راستے میں میرے پاؤں بوجھل ہو گئے۔ چنانچہ زمین پر ایڑیاں نہیں ٹکاسکتا تھا۔ عاجز ہو گیا۔ میرے ساتھی موافقت کرنے کے لیے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ جب تیسرا دن ہوا تو ساتھیوں نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی اور نگاہوں سے اوجھل ہونے لگے۔ مجھے خدمتِ شیخ کا فرمان یاد آیا، درہلی کی طرف رُخ کر کے میں نے سر جھکایا اور کہا کہ آپ نے فرمایا ہے، اگر کوئی دشواری پیش آئے تو ہمیں یاد کر لینا۔ اب یہ وہ وقت ہے کہ اپنے کرم سے دست گیری فرمائیے۔"

یہ کہہ کر میں ٹھہر گیا۔ اپنے پاؤں کو میں نے ہلکا محسوس کیا، جب غور سے دیکھا تو ایڑیاں بھٹ گئی تھیں اور اُن سے زرد رنگ کا پانی نکل رہا تھا، جن سے جوتے بھی تر ہو گئے۔ میں نے پانی کی مشک اپنی گردن میں ڈالی اور ڈر لگائی۔ ساتھی اگرچہ آگے جا رہے تھے، مگر میری وجہ سے پیچھے ٹھہر گئے۔

کردیکھتے بھی جاتے تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ میں دوڑا چلا آ رہا ہوں، تو میرے پہنچنے تک رُکے رہے۔ انھوں نے پوچھا ”کیا حال ہے؟“ چونکہ یہ بات مجھ سے صبط نہیں ہو سکتی تھی، میں نے شیخ سے مدد ملنے کا حال انھیں بتا دیا۔ انھوں نے دہلی کی طرف رُخ کر کے ادب سے سر جھکایا اور رونے لگے پھر تکبیر و فاتحہ پڑھی، اور آگے روانہ ہو گئے۔

حکایت (۶۶) | یہ حج جو ہم نے ادا کیا اور واپس ہوئے تو عدن میں آئے۔ کھبایت کے جہاز میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔ قضا را چند روز تک رات دن مخالف ہوا چلتی رہی اور جہاز کو سہیل کے نیچے لے گئی۔ جہاز کے لوگ ہر روز مُعلم سے پوچھتے تھے: ”مُعلم کہتا تھا: ”جہاز سہیل کے نیچے جا رہا ہے، اور جب یہ سہیل کے نیچے چلتا ہے تو اس کا باہر نکلنا تقریباً محال ہوتا ہے۔ میں بادبانِ کشتی کے تیر کے نیچے بیٹھا رہتا تھا۔ دوسری کوئی جگہ نہیں تھی۔ ایک شخص جو مخلوق تھا، اُس کا نام قتلو تھا اور وہ شیخ صدر الدین ملتانی قدس اللہ روحہ کے مُریدوں میں سے تھا۔ وہ اکثر اوقات رونا تھا اور کہتا تھا: ”کیا ہو گیا، ہم کہاں پھنس گئے؟“ اور کنا تیز کہتا تھا: ”شیخ کہاں ہیں؟ شیخ کی مدد کہاں ہے؟“ اس بلے میں مجھے سنا کر بہت سی جلی کٹی باتیں کرتا تھا۔ اسی حالت میں کم و بیش چالیس دن گزر گئے۔ یہاں تک کہ ایک دن اُس نے مجھ سے اس طرح کی بہت سی باتیں کہیں۔ چنانچہ وہ مجھے بُری لگیں۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور نوک جہاز کی جانب جہاں کسی کا آنا جانا کم تھا، کبیل اوٹھ کر لیٹ گیا۔ خدمتِ شیخ کی یاد میں مشغول ہو گیا، اور کہا: ”آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مصیبت پیش آجائے تو مجھے یاد کرنا۔ اب یہ وہ وقت ہے کہ اندازہ کرم آپ میری دستگیری فرمائیں۔“ دن بھر میں ایسا ہی رہتا تھا۔ نماز ادا کرتا تھا، پھر لیٹ جاتا تھا۔ رات کو بھی ایسا ہی کرتا تھا۔ یہاں تک کہ رات کے پچھلے پہر میں نے دیکھا گویا ایک کچی مٹی کا بنا ہوا حصار ہے، اُس میں سارے گھر آتے ہیں، جیسے آباد گھر ہوتے ہیں۔ خود کو میں نے حصار کے اندر پایا۔ غور کیا تو سب گھر بچے ہوئے، ساری نعمتیں موجود، مگر آدمی ندارد۔ اسی خیال میں تھا کہ دیکھا خدمتِ شیخ ہاتھ میں عصا لیے ہوئے ظاہر ہوئے۔ میں نے لپک کر شیخ کے قدموں کو بوسہ دیا۔ خدمتِ شیخ بیٹھ گئے اور میرے پاس جو توشہ موجود تھا، وہ میں نے کھول کر شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ انھوں نے اس میں سے ایک نان لیا، اُس کے اوپر تھوڑا سا گوشت رکھا، پھر اُسے ایک اور نان سے ڈھانپ کر مجھے دیا اور فرمایا ”لے جاؤ، یہ نظام کے والد کو پہنچا دو۔“ میں سمجھ گیا کہ یہ شیخ الاسلام فرید الدین کی خدمت میں بھیج رہے ہیں۔ میں توشہ اپنی کمر سے باندھ کر میختر کھڑا تھا، انھوں نے فرمایا: ”جانتے کیوں نہیں؟“ میں نے عرض کیا کہ مجھے راستہ معلوم نہیں، کس طرف سے باہر جاؤں۔“ خدمتِ شیخ

قوام العقائد

کھڑے ہو گئے۔ میرا ہاتھ پکڑا اور اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "اس راستے سے جاؤ۔" میں نے دیکھا کہ ایک دروازہ ظاہر ہوا۔ جب میں چلنے لگا تو آنکھوں نے پھر فرمایا: "اگر تمہیں اس سامان میں سے کسی چیز کی ضرورت ہو تو لے جاؤ۔" میں نے بہت اچھی لکڑی کی ایک تختی (یا تختہ) دیکھی اُسے اٹھالیا اور چل پڑا۔ اُس دروازے کے راستے باہر نکلا تو ایک صحرا دیکھا۔ جہاں تک میری نظر کام کرتی تھی کسی طرف کوئی شے حائل نہ تھی اور مخلوق کو دیکھا کہ اُس صحرا میں پڑی ہے، مگر ایک شخص اُن کے درمیان میں سوار ہے۔ میں نے جانا کہ یہ روزِ حشر ہے۔ لوگوں سے پوچھا: "شیخ الاسلام فرید الدین کہاں ہیں؟" سب نے اُس سوار کی جانب اشارہ کیا۔ میں اُن کی طرف چلا۔ اسی حالت میں آنکھ کھل گئی۔ میں نے اسی وقت خواب کی یہ تعبیر لی کہ یہ مٹی کا بنا ہوا حصار اور اُس میں سجے ہوئے مکان، جن میں نعمتیں موجود ہیں، یہی جہاز اور اُس کے اسباب ہیں اور یہ کہ ان گھروں میں کوئی آدمی نہیں۔ یہ ہم ہی ہیں، بظاہر زندہ ہیں، مگر زندگی سے ہاتھ دھوئے بیٹھے ہیں اور نا اُمید ہو چکے ہیں، پس تعبیر یہی ہے۔ جب صبح نکلی تو میں اٹھا اور خود کو دریا میں ڈال دیا۔ نہا کر باہر نکلا، پھر اپنی جگہ بیٹھ گیا، مشغول ہو گیا، یہاں تک کہ اشراق کا وقت آگیا۔ نمازِ اشراق پڑھی۔ قتلوانے پھر اول نول بنا شروع کیا اور رونے لگا۔ کہتا تھا: "شیخ کہاں ہیں؟ اور شیخ کا وقت پاک کہاں ہے؟" میں نے چاہا کہ (اپنے خواب کا) یہ قصہ اُس سے بیان کروں۔ پھر یہ خیال ہوا کہ وہ سخت مخالف ہے اس سے نہیں کہنا چاہیے۔ میں جا کر اُس کے پاس بیٹھ گیا اور کہا: "اطمینان رکھو۔ اسی وقت با اس کے بعد کسی وقت ہم اس خطرے سے باہر نکل جائیں گے۔ جب میں نے یہ بات کہی تو اُس نے اور بھی زیادہ بڑبڑانا شروع کر دیا کہنے لگا: "خجہ۔ یہ تم کہاں سے کہہ رہے ہو؟ کیا سنا ہے اور کیا دیکھا ہے؟ کس نے تم سے کہا؟" اسی طرح کی بہت سی باتیں کہتا رہا۔ میں نے اپنا خواب دیکھنا اُس سے بیان کیا۔ اُس نے اسی وقت دہلی کی طرف رُخ کر کے ادب سے سر جھکایا اور بولا: "اب یقیناً ہم (خطرے سے) باہر نکل جائیں گے۔" میں نے کہا: قتلوانے اتنی مخالفت کے باوجود میری اس بات کو کیسے قبول کر رہے ہو؟" اُس نے کہا: "کیسے قبول نہ کروں، ایک بار میں اور احمد کتھر، احمد کارہ، اور مولانا تاج الدین اچّہ اور چند دوسرے لوگ جو سب شیخ رکن الدین کے مُرید تھے اور بعض اُن میں سے مولانا صدر الدین سے بیعت تھے، یہ سب لوگ بزرگ اور معتبر حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے واپس ہو رہے تھے۔ اثنائے راہ میں ہمارے رہنما راستہ بھٹک گئے۔ تین دن گذر گئے، اور ہمیں صحیح راستہ نہ ملتا تھا۔ ہم سب بڑی جماعت تھے۔ پانی ختم ہو گیا۔ سب لوگوں کے قدم لڑکھڑانے

لگے۔ تیسرے دن ہر ایک بدحواس ہو کر ادھر ادھر گر پڑا۔ اسی بے ہوشی کے عالم میں دیکھا کہ شیخ الاسلام نظام الدین ظاہر ہوئے، اور انہوں نے اپنے پاتوں سے ٹھوکا دے کر مجھ سے فرمایا: ”ارے قتلو، کیا گرے پڑے ہو، اٹھو اور چلو“ میں نے کہا: ”خواجہ ہم راستہ بھٹک گئے ہیں، یہ نہیں جانتے کہ کس طرف جائیں۔“ شیخ نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کر اشارہ کیا اور فرمایا کہ ”اسی طرح تھوڑا سا بیدھے جاؤ۔ تم دیکھو گے کہ بائیں جانب سے ایک اونٹ آئے گا اور داہنی طرف کو جائے گا، اُس اونٹ کا پیچھا کرو، چلتے رہو، جب تھوڑی دُور چلو گے تو وہاں ایک کنواں ہے۔ اُس سے پانی پو، اور اُسی کنوئیں سے پانی بھر لو۔“ یہ فرما کر وہ غائب ہو گئے۔ میں ہوش میں آیا تو خود کو تندرست اور تازہ دم محسوس کیا کہ کسی طرح کی تھکن یا پیاس کا مجھ پر اثر نہ تھا۔ جس طرف شیخ نے اشارہ کیا تھا ادھر میں نے ایک لکیر کھینچی اور اپنا عصا اُس پر رکھ دیا۔ پھر احمد کتھر کے پاس گیا، وہ بھی بدحواس ہوئے پڑے تھے۔ اُن سے میں نے کہا: ”اے احمد اٹھو، کہ شیخ الاسلام نظام الدین ہماری مدد کے لیے آگئے ہیں جیسے ہی یہ الفاظ اُن کے کان میں پڑے، اٹھ بیٹھے اور خود کو تندرست محسوس کیا۔ اسی طرح میں ہر ایک ساکتی کے پاس باری باری گیا۔ سب اٹھ کر بیٹھ گئے اور کوئی بھی تھکن یا پیاس کا اثر اپنے اندر محسوس نہیں کر رہا تھا۔ ہم نے اپنے اونٹوں کو جمع کیا، اُن پر کجاوے کئے اور روانہ ہو گئے۔ سب اسی سمت میں جا رہے تھے، جدھر خدمت شیخ نے اشارہ کیا تھا۔ تھوڑا سا ہم چلے تو دیکھا کہ ایک اونٹ بائیں جانب سے آکر داہنی طرف گیا۔ ہم نے اُس کا پیچھا کیا۔ اور چلتے رہے۔ ایک کنوئیں پر پہنچ گئے۔ رہبروں نے جب وہ کنواں دیکھا تو خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ ہم فلاں کنوئیں پر پہنچ گئے ہیں۔ ہر ایک نے وہاں غسل کیا، ہم نے اُس سے پانی بھرا اور چل پڑے؛ تو بھائی جب مجھے ایسا تجربہ ہو چکا ہو تو دمتمھاری بات، کو کیسے قبول نہ کروں؟“ اس کے بعد مجھے یہ خیال ہوا ایسے منہ بھٹ آدمی کی دست گیری کرنے کا سبب کیا ہو گا؟ میں نے اُس سے پوچھا کہ تم نے کبھی شیخ کو دیکھا ہے؟ اُس نے کہا: نہیں۔ مگر اس سفر پر روانہ ہونے سے قبل میرے دل میں آئی کہ ساری خلق خدا شیخ الاسلام نظام الدین کو بزرگ مانتی ہے۔ اُس وقت میں جاؤں اور رخصت ہونے کے لیے اُن سے ملوں، فاتحہ کی درخواست کروں تو کیسا نقصان ہے؟ میں گیا۔ خدمت شیخ کو دیکھا اور عرض کیا: ”یہ بندہ کب سے کا سفر کر رہا ہے۔“ خدمت شیخ نے دعا دی اور فرمایا: ”بسم اللہ۔ جاؤ۔“ اس کے بعد میرے دادا نے فرمایا: ”میں نے سمجھ لیا کہ شیخ کے دست گیری کرنے کا سبب یہی ہوا۔ پھر میں نے کہا: ”اے قتلو تم اب کب مسلمان ہو گے؟ ایسی کرامت دیکھنے کے بعد بھی منکر ہو؟ کہنے لگا: نہیں میرے بھائی، میں منکر نہیں ہوں، ہلاکت کے

خوف اور تکلیف سے ایسی باتیں کہتا تھا۔ "الغرض وہ دن گذر گیا، رات آگئی۔ دوسرے دن نصف النہار کے وقت ہم نے ایک جہاز دیکھا کہ آگے جا رہا ہے۔ بادبان کھول دیے گئے اور طبل بجائے گئے۔ وہ جہاز رُک گیا۔ یہاں تک کہ ہمارا جہاز اُس کے پاس پہنچ گیا۔ ہمارے جہاز کے معلوموں نے اُس سے ملیبار کے بندرگاہ کو پہچان لیا اور کہا: "ہم ملیبار کی بندرگاہ پر پہنچ گئے ہیں۔ (۴۶) دن کے بعد کھبایت میں آئے اور خواجہ عمر عجاج تراش سے ملاقات کی۔ جس کا حال چوتھے باب میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

(۶۷) **حکایت** دادا صاحب نے فرمایا کہ میں نے خواجہ کریم الدین سے سنا ہے، وہ کہتے تھے: "ایک بار خدمت شیخ حجرے کے اندر تشریف فرما تھے۔ میں حاضر ہو کر زمین بوس ہوا، فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔" میں بیٹھ گیا۔ خدمت شیخ ازراہ کرم مجھ سے باتوں میں مشغول ہوئے۔ اسی دوران میں نے دیکھا کہ کچھ کالے گتے حجرے کے کونے میں رکھے ہوئے ہیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ کالے گتوں کا موسم تو کبھی کا گذر چکا، اب یہ شیخ کے واسطے کہاں سے لائے جاتے ہیں۔ اسی وقت خدمت شیخ نے گتوں کی بات شروع کر دی اور فرمایا: "کریم مجھے کالے گتے بہت ہی پسندیدہ ہیں اور اچھے لگتے ہیں۔ چونکہ یہ بات دوستوں اور عزیزوں کو معلوم ہے کہ مجھے پسند ہیں تو جہاں سے بھی ملیں، وہ کھرج کر لے آتے ہیں، لیکن اس سال گتوں کی ساری فصل آئی بھی اور چلی بھی گئی، میں نے حق نعمت خواجہ کے طور پر گتے کی صرف ایک پوری کھائی ہے۔" اب اے عزیز خدا کے لیے انصاف سے کہو اور دیکھو کہ جو چیز اُنھیں پسند ہو اُس سے صحنکیں بھر بھر کر خلیق خدا کے سامنے دو روپہ رکھی جائیں، وہ اُس مجلس میں تشریف فرما ہوں، خلیق اُن کی نگاہوں کے سامنے کھائے اور وہ اتنی مرغوب ہونے کے باوجود اُس چیز سے احتراز کریں۔ کیا یہ کسی سے ہو سکتا ہے؟ اس سے بڑی اور کون سی ریاضت کہی جاسکتی ہے؟

(۶۸) **حکایت** اس ضعیف کے دادا صاحب نے فرمایا: ایک بار میں شیخ کی خدمت میں حاضر تھا، اور اُس وقت خدمت شیخ کی طبیعت کچھ سست تھی۔ ایسی دوا کھائی تھی کہ جس کے بعد بدقہ کے طور پر، اگر کچھ دودھ نہ پیاجائے تو وہ دوا زور دکھاتی۔ میں نے عرض کیا کہ اگر خدمت خواجہ تھوڑا سا دودھ نوش فرمائیں تو یہ دوا زور نہیں دکھائے گی۔ فرمایا: "خیر، یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اگر دو چھپے دودھ ہی لے لیا جائے، تو اس دوا کی تیزی کم ہو جائے گی۔ اُس وقت زبان مبارک پر یہ بات آئی: "خیر، خواجہ یہ نہیں کر سکتا۔" میں نے اُس روز ازراہ گستاخی

قوام العقائد

خدمتِ شیخ کی غذا کا حال پوچھ لیا۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا: ”افطار کے وقت ایک روٹی کھا لیتا ہوں۔“ میں نے پھر عرض کیا کہ ”کیا اتنی ہی بھوک ہوتی ہے؟“ آپ پھر مسکرائے اور فرمایا کہ ”خیر، اگر چاہوں تو ایک روٹی اور کھا سکتا ہوں، مگر کھاتا نہیں۔“

اور یہ روٹی جو خواجہ کی خدمت میں لائی جاتی تھی وزن میں سات یا آٹھ درم سنگ کے برابر ہوتی تھی۔ یہ تورات کا معمول تھا، افطار کے بعد جب اوپر تشریف لے جاتے تھے، کچھ دیر آرام فرماتے تھے پھر اٹھ بیٹھتے تھے۔ تھوڑے سے انار کے دانے گلاب میں تر کر کے پیش کیے جاتے تھے۔ اُس میں سے تھوڑے سے تناول فرماتے تھے۔ ایک بار میں اُس موقع پر حاضر تھا، تھوڑے سے دانے مجھے عنایت فرمائے۔ میں نے چند دانے منہ میں ڈالے، حیران رہ گیا کہ کیا یہ اسی دنیا کا انار ہو سکتا ہے؟ کیونکہ میں نے اس سے پہلے ایسی لذت اور لطافت کا کوئی انار نہیں دیکھا تھا، اور آج تک نہیں دیکھا۔ پھر سحر کے وقت ایک صحنک طاہری کی پیش کی جاتی تھی۔ اُس صحنک میں کوئی تینتیرا کسی بھی قسم کا کوئی پرندہ پکا ہوا اور گھی میں تلا ہوا نہایت خوشبودار، خوش ذائقہ ہوتا تھا۔ وہ پرندہ طاہری کے اندر چھپا دیا جاتا تھا۔ خدمتِ شیخ اُس میں سے ایک لقمے کے برابر، جو کوئی شخص اچھی مقدار میں لیتا ہے اپنے صرف میں لاتے تھے، اور کبھی یہ صحنک کسی کے لیے بھجوا دیتے تھے، کبھی اقبال لے آتے تھے، اور صبح تک اُس کو اٹھا کر رکھ لیتے تھے، پھر اصحابِ خانہ میں سے جس پر چاہنے تھے، خرچ کر دیتے تھے، میں نے یہ صحنک بار بار دیکھی ہے۔ بس یہی ایک اچھے بڑے لقمے کی برابر اُس میں سے کھایا ہوتا تھا۔ یہ میں نے کبھی نہیں دیکھا، اُس پرندے کو کھولا ہو یا اُس پر آپ نے انگلی لگائی ہو۔ تو اسے عزیز اب سمجھ لو کہ اس سے زیادہ ریاضتِ نفس کیا ہو سکتی ہے کہ طرح طرح کی نعمتیں اُن کے نفس کے سامنے پیش کی جائیں، وہ خلقِ خدا کو کھلا دیں اور اپنے نفس کو محروم رکھیں؟۔

(۶۹) حکایت | ایک دن خضر خاں اور شادی خاں چند دور سے بھائیوں کے ساتھ حاضر ہوئے۔ خدمتِ شیخ حجرتے کے اندر تشریف رکھتے تھے۔ فرمان ہوا، بیٹھ جاؤ۔ یہ دعا گو دروازے کے کواڑے سے لگا کھڑا تھا۔ خدمتِ شیخ اُن لوگوں سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ (مجلس) برخواست ہونے کا وقت آگیا۔ خضر خاں نے عرض کیا کہ میری والدہ نے مجھ سے کہا ہے کہ جب شیخ کی خدمت سے واپس آؤ تو کھلنے کی کوئی چیز میرے لیے (بہ طور تبرک) مانگ کر لانا۔ اُس حجرتے کے اندر ایک اور حجرہ تھا۔ اس طرح کا سامان اُس میں رکھا ہوتا تھا۔ اقبال اُس حجرتے کے دروازے پر کھڑے تھے۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”دروٹیاں لا کر انھیں دے دو“ اقبال دو روٹیاں لائے اور خضر خاں کے ہاتھ میں دیں۔

قوام العقائد

میں حیرت میں تھا کہ سبحان اللہ۔ پانچ چھ صاحبِ چتر شاہزادے ہیں اور اُن کو دو روٹیاں مرحمت فرما رہے ہیں۔ میں یہی سوچ رہا تھا کہ ایک تنہا شخص آیا۔ زمین بوس ہو کر عرض کیا: میرے لیے کچھ (تبرک) دینے کا حکم فرمائیے۔“ اقبال وہ دو روٹیاں (خضر) خاں کو دے ہی رہے تھے۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”دو روٹیاں ان کو بھی دے دو۔“ اقبال دو روٹیاں لائے اور اُس تنہا شخص کو بھی دیدیں۔ اب مجھے دوسری حیرت پیش آئی کہ سبحان اللہ۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ چار پانچ صاحبانِ چتر شاہزادے التماس کرتے ہیں تو اُنھیں دو روٹیاں ملتی ہیں اور یہ تنہا آدمی التماس کرتا ہے تو اسے بھی دو روٹیاں مرحمت فرمائی جاتی ہیں؟

تو اے عزیز بہت دانائی، منصفی اور سمجھ داری کی ضرورت ہے کہ خدمتِ شیخ کے اس معاملے کو کوئی سمجھ سکے اور جان لے کہ اُن کی نگاہ میں شاہ و گدا سب برابر تھے۔

ضمیر اصحاب پر روشن رہے کہ اگر خدمتِ شیخ کے معاملات ہزار میں سے ایک کی برابر بھی بیان کیے جائیں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔ اب حضرت کے خدمت گاروں کے بعض معاملات کا حال سنو۔

حکایت (۱۰) اس ضعیف کے دادا صاحب نے فرمایا: ”میں کچھ زمانے تک مولانا شہاب الدین دینا دیباہی کی خدمت میں تھا۔ اُن کی ایسی بہت سی مشغولی کا حال میں نے دیکھا، جس سے کوئی شخص

یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ مولانا کس کام میں مشغول ہیں۔ وہ عشاء کی نماز ادا کر کے لیٹ جاتے تھے۔ جب (دوسرے) لوگ ادھر ادھر ہو جاتے تھے تو اُٹھ جاتے اور آخر شب تک بیٹھے رہتے تھے۔ میں مولانا سے

کوئی بات ایسی نہ سنتا تھا اور نہیں جانتا تھا کہ وہ کس کام میں ہیں۔ اکثر وہ مراقبے میں ہوتے تھے اور اُن کی مقبولیت اس حد تک تھی کہ جس گروہ میں بھی پہنچ جاتے تھے۔ وہ جماعت یہی سمجھتی تھی کہ یہ بھی

اُن میں سے ہی ہیں۔ اُنھیں شیخ کی خدمت میں خاص قرب اور مرتبہ حاصل تھا۔ ایک دن وہ شیخ کی خدمت میں آئے۔ فرمان ہوا: بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ اُس وقت شیخ کے سامنے گل لالہ کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔

خدمتِ شیخ نے فرمایا۔ ”مولانا آگے آؤ“ یہ آگے بڑھے۔ چند بار حضرت نے یہی فرمایا۔ جب بالکل شیخ کے نزدیک آگئے، خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”دستار اُتارو“ اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا۔ کلاہ بھی

اُتارو۔ ایسا ہی کیا۔ پھر خدمتِ شیخ نے وہ پھول مولانا کے سر پر بچھرے اور فرمایا: ”مبارکباد مولانا مبارکباد“ خدا ہی جانتا ہے کہ اُس وقت اُنھوں نے کیا نعمتیں پائی ہوں گی۔“

مولانا کی بزرگی میں سے ایک یہ ہے، جس زمانے میں تلنگ کے قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا، مولانا مذکورہ دیوگیر (دولت آباد) میں تھے۔ ایک دن اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ”آؤ ذرا تلنگ کا تماشا دیکھیں جب

قوام العقائد

تلنگ میں پہنچے تو کہا: ”جدھر جنگ ہو رہی ہے اور مورچہ بندھا ہوا ہے، مجھے اُدھر لے چلو، اُس کا تماشا دیکھیں گے، پھر شہر میں آئیں گے۔“ جب مولانا کو وہاں لے گئے تو اُس جگہ قیلے کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے اور چپکے چپکے اپنے آپ سے یہ بات کہی کہ ”ساکنک“ ایک ساتھی نزدیک تھا۔ اُس نے سن لیا اور دوسرے ساتھیوں سے کہا۔ یہاں ہم اس کام کے لیے تو نہیں آئے ہیں۔ پھر اُنھوں نے دو رکعت نفل ادا کیے۔ اور کہا: آداب شہر کے اندر چلیں۔ شہر میں آگئے۔ اُسی رات کو قلعہ میں بند لوگوں میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ صبح کو اُنھوں نے امان طلب کی اور قلعہ فتح ہو گیا۔

(۷۱) | مولانا سراج الدین ناگوری بھی سخت مشغولی رکھتے تھے۔ چند مدت میں اُن کی صحبت میں رہا حکایت | تو دیکھا کہ جب عشاء کی نماز پڑھ چکے تھے تو کبھی تلاوت میں مشغول ہو جاتے تھے اور کبھی نماز کے بے کھڑے ہو جاتے۔ زیادہ کھڑے رہنے سے اُن کے دونوں پاؤں سو ج گئے تھے۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ نماز کی حالت میں اگر کوئی نثارہ بھی بجاتا تو مولانا کو خبر نہ ہوتی۔ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے، تو طالب علموں کو سبق دینے میں مشغول ہو جاتے۔ اُن کے بہت سے اصحاب کی مشغولی بھی اسی انداز کی تھی اور جو کچھ درم و دینار موجود ہوتے، وہ اپنے اصحاب (مریدوں) پر خرچ کر دیتے تھے اور کسی سے کسی چیز کے ایشار کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے۔

مولانا کے معاملات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک بار میں سفر پر جا رہا تھا۔ مولانا سراج الدین ناگوری سے رخصت ہونے کے لیے گیا۔ اُنھوں نے ازراہ کرم مجھے روک لیا۔ یہاں تک کہ عشاء کی نماز کا وقت ہو گیا۔ مولانا ازراہ شفقت کچھ دُور تک مجھے پہنچانے کے لیے باہر آئے۔ ہم گلی کے کنارے تک آگئے۔ وہاں رُک گئے اور مجھ سے ازراہ شفقت فرمایا: ”تمہیں چاہیے کہ ایسے رہو اور ایسا کرو۔ اس طرح کی بہت سی مہربانی کی باتیں فرماتے رہے۔ پھر اپنا قصہ شروع کر دیا کہ ایک بار میں ایک دوست کے پاس گیا۔ وہاں رہنا ہوا، یہاں تک کہ عشاء کی نماز کا وقت ہو گیا۔ جس وقت نوبت ہی جاتی ہے، اُس وقت میں اُن سے رخصت ہوا، باہر نکلا، مجھے پیشاب کرنے کی حاجت ہوئی، میرا گھر دُور تھا۔ یہ ڈر ہوا کہ ایسا نہ ہو نوبت بجا دی جائے۔ میں نے سوچا کہ عام راستے میں پیشاب کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کوئی دیکھے، اس وقت یہاں کوئی موجود نہیں ہے، لوگوں کا آنا جانا بھی نہیں ہو رہا ہے۔ میں ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ جب اس کام سے فارغ ہوا تو میرے پاس ہی ایک دروازہ تھا، میں نے دیکھا کہ اُس دروازے کے کواڑ کھلے۔ اندر سے ایک شخص باہر نکلا۔ اُس نے میرے ایک گھونسا مارا، پھر دوسرا مارا، اور گھر کے اندر چلا گیا۔ دروازہ بند کر لیا۔ میں نے اپنے اندر غور کیا اور کہا میاں سراج! تم شرعی

مسئلے کو اپنے آرام کی خاطر جیلے سے دُور کرتے ہو تو اس کا لازماً یہی پھل ملے گا۔ میں نے اُسی وقت توبہ کی کہ آئندہ کبھی حکم شرع کو کسی جیلے سے دفع نہیں کروں گا۔

ایک بار اور میں کھمبایت میں اُن کے ساتھ سفر میں تھا کہ ایک دن عصر کی نماز کے وقت ایک مسجد کے دروازے پر پہنچا۔ خدمت مولانا نے فرمایا: ”عصر کی نماز ہم اسی مسجد میں پڑھیں۔ دعا گو نے کہا: اچھی بات ہے۔ ہم دونوں مسجد کے اندر آگئے۔ میں نے کہا: ”مخدوم، حکم ہو تو تجدید وضو کر لیں“ فرمایا: ”اچھی بات ہے۔ وہ بھی مسجد کے اندر بیٹھ گئے۔ میں گیا، تجدید وضو کی اور مسجد کے دالان میں آیا۔ میرے پاس نامد کپڑا نہ تھا، مجبوراً انگریزی کا ایک سر میں نے کھولا اور منٹھ صاف کیا۔ جب اُنھوں نے یہ دیکھا تو مجھ پر ناراض ہوئے اور کہا: ”سنو، اتنے دنوں سے تم یارانِ طریقت کی صحبت میں رہ رہے ہو، اور تمہیں ابھی تک وضو کے پانی کا حکم (مسئلہ) معلوم نہیں ہوا! جس کپڑے پر نماز پڑھی جاسکتی ہے، اُس کپڑے سے یہ (وضو کا) پانی پونچھ رہے ہو؟“ میں نے عرض کیا: ”مخدوم معاف فرمائیں۔ آئندہ ایسا نہ ہوگا“ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، چالیس برس سے کچھ زیادہ ہی ہو گئے، مجھے یاد نہیں کہ کبھی یہ فعل مجھ سے سرزد ہوا ہو۔ تو اے عزیز سمجھ لو کہ شیخ کے خدمت نگاروں میں سے ہر ایک زہد و تقویٰ اور شریعت کے ظاہری احکام کی نگہداشت میں ایسا کمال رکھتے تھے تم اُن کے حق میں جو چاہتے ہو کہہ ڈالتے ہو اور کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ایسی باتیں کہنا اُن کے حال کے لائق ہے یا نہیں۔ اگر تمہیں ایک دم کا کوئی کام پیش آتا ہے تو چاہتے ہو کہ ستوا جیلوں اور تندرہ بیروں سے نجات اُسے لے لو اور اپنی ملکیت بنا لو، اسے اپنے لیے کچھ عیب نہیں سمجھتے!

حکایت (۷۲) دادا صاحب نے فرمایا: ایک بار قاضی محی الدین کا شانی اور چند دوسرے بزرگ شیخ کے جماعت خانے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ریاضتِ نفس (کے موضوع) پر باتیں ہو رہی ہیں۔ ہر ایک بزرگ اس بارے میں کچھ فرما رہا تھا۔

میں نے قاضی رفیع الدین کا شانی سے عرض کیا: ”خداوند! آپ بھی اس بارے میں کچھ فرمائیے“ قاضی نے اصحاب کی طرف رخ کر کے کہا: ”بات وہی ہے جو یہ سب خداوند کہہ رہے ہیں۔“

میں نے کہا: اگر آپ سے بھی کچھ بات سنی جاتی تو اچھا ہوتا۔ قاضی نے فرمایا: ”نفس کے لیے اس سے زیادہ سخت کوئی ریاضت نہیں ہے کہ اُسے تم کسی شرعی مسئلے کا تابع بنا کر رکھو۔ جو ریاضت بھی اُس کے سامنے رکھو گے، وہ قبول کر لے گا، مگر یہ (ریاضت) جو میں نے کہی اور ایک بار خدمتِ شیخ بھی فرماتے تھے کہ اگر کسی شخص کو کوئی مسئلہ پیش آئے تو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ حدِ شرع سے باہر نہ نکلے

قوام العقائد

معاذ اللہ اگر شرع سے باہر نکل گیا تو پھر جگہ کہاں ہے؟ اور مشائخ نے بھی کہا ہے: مرید کو لازم ہے کہ شریعت کی محافظت حد درجہ کرے۔ معاذ اللہ اگر شرع سے ذرہ برابر انحراف کرے گا، تو جس مقام میں بھی ہوگا وہاں سے گر پڑے گا۔“

(۳) **حکایت** دادا صاحب نے فرمایا:۔ خواجہ کریم الدین خدمت شیخ کے خادموں میں سے تھے۔ علم وزہد و تقویٰ و سلوک میں آراستہ تھے۔ چنانچہ عشاء کی نماز پڑھ کر سلوک کی کوئی کتاب سامنے رکھ لیتے تھے اور آخر شب تک اُس کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ کبھی روتے تھے، کبھی انھیں فرحت ہوتی تھی۔ اسی طرح ساری رات گزر جاتی تھی۔ الغرض میں کچھ زمانے تک اُن کی صحبت میں رہا ہوں، بس یہی جانتا ہوں کہ سلوک کے موضوع پر کوئی کاغذ نہ لکھا گیا ہوگا، جو اُن کے پاس موجود نہ ہو۔ اکثر وہ سلوک کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور مجھے اُن کی بہت سی مشغولیاں ایسی معائنہ ہوتی ہیں کہ کوئی شخص اُن کو جان ہی نہ سکتا تھا کہ وہ کس کام میں (مصروف) ہیں۔ میں نے اُن سے سنا ہے۔ وہ کہتے تھے، اور اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ برسوں سے شیخ کے معمولات کا معائنہ کر رہا ہوں کہ کوئی سنت خدمت شیخ سے ترک نہیں ہوتی اور کہتے تھے کہ میں نے سنن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تلاش (و تحقیق) کی ہے اور کتابوں سے اُن کو چھانٹ چھانٹ کر نکالا ہے، اُن سب میں سے یہ دیکھا ہے کہ کوئی ایک بھی خدمت شیخ سے فوت نہیں ہوتی، اور قسم کھا کر کہتے تھے کہ اس (اتباع سنت کے) معاملے کو خدمت شیخ نے کس حد تک پہنچا دیا ہے، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی قول میں یا کسی فعل میں ان سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت فوت ہوئی ہو، اور اس پر بھی قسم کھاتے تھے اور زور دیکر کہتے تھے کہ مشائخ سلف کے مقامات کی جو حکایتیں میں نے کتابوں میں مطالعہ کی ہیں، اُن میں کسی کو بھی تسلیم نہ کرتا، اگر میں نے شیخ کو نہ دیکھا ہوتا یعنی بشر ایسا بھی ہو سکتا ہے جو اُنھوں نے لکھا ہے، مگر جب میں نے شیخ کو دیکھا تو اُن سب کو بھی تسلیم کر لیا اور مجھے تحقیق ہو گیا کہ بشر ایسا بھی ہو سکتا ہے!

چھٹا باب

(۶)

سلاطین و شاہزادگان اور ملوک و خانان کے خدمتِ شیخ
سے عقیدت و ارادت کے ساتھ و البتہ ہونے کا بیان۔

اصحاب کے ضمیر پر روشن رہے کہ جب خدمتِ شیخ کی عظمت و جلالت کا ڈنکا دینا بھر میں بچنے لگا اور خاص و عام نے خدمتِ شیخ کی کرامتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو صاحبِ تخت و تاج سلاطین اور چتر و دواج (۶) کے مالک شہزادے، خانانِ نامار و ملوک، شیخ کی کرامتوں کا مشاہدہ کرنے اور امتحان لینے کے بعد اُن کے آستانے پر ماتھا ٹیکنے لگے اور پورے اعتقاد کے ساتھ خدمتِ گاری و ارادت کا دم بھرنے لگے۔ اُن میں بعض کا تذکرہ اس باب میں کیا گیا ہے۔

(۷۲) حکایت | چونکہ مخالفین سلطان علاؤ الدین تک ہر بات پہنچاتے تھے اور سلطان بہت غیرت مند انسان تھا۔ یہ نہیں چاہتا تھا کہ دوچار لوگ بھی ایک جگہ بیٹھیں، یا کسی مینزبانی اور دعوت کے نام پر اکٹھے ہوں، چنانچہ اُس نے اس مقصد سے جاسوس مقرر کر رکھے تھے، تاکہ وہ ہر روز اس طرح کی خبریں دیتے رہیں، اور خدمتِ شیخ نے اُن دنوں بندگانِ خدا پر دعوت کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ ہر طرح کے لوگوں کا آنا جانا بہت ہو گیا تھا۔ دسترخوان اتنا وسیع تھا کہ سب آنے جانے والے اپنا حصہ پاتے تھے اور ساتھ میں بھی لے جاتے تھے۔ یہ خبر سلطان علاؤ الدین کو پہنچائی گئی، اس سے وہ بہت جزیبہ ہوا، مگر عقلمند اور تجربہ کار انسان تھا، اس بات کو کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا، یہ سوچا کہ دیکھوں ہوتا کیا ہے؟ ایک دن ایک جاسوس دسترخوان پر آیا اور سب سے آخر میں بیٹھ گیا۔ خواجہ محمد امام خدمتِ شیخ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ اُنھوں نے شیخ سے کہا: ”وہ شخص جو صفِ نعال میں بیٹھا ہوا ہے، جاسوس

قوام العقائد

ہے۔ ”خدمتِ شیخ نے بلند آواز سے بات شروع کر دی، ”ہے تو کیا ہوا؟ یہاں سے لے کیا جائے گا، اور کیا کہے گا؟ سوائے اس کے کہ ہم اپنے ساتھیوں، عزیزوں اور فرزندوں کے ساتھ بیٹھے نان گوشت کھا رہے ہیں۔“ پھر فرمایا: ”مبشر یہاں آؤ۔“ مبشر دسترخوان پر حاضر رہتے تھے۔ آئے آداب بجالا کر کھڑے ہو گئے۔ فرمایا: ”ساتھیوں کے لیے نان اور شوربا سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کسی کو پسند نہ ہو، جاؤ دسترخوان پر طاہری کا اضافہ کر دو اور دو شخصوں کے سامنے ایک صحنک طاہری کی ہونی چاہیے۔“

خدا جانے اُس مجلس میں یا دوسری مجلس میں ارشاد فرمایا: ”اگر مجھے عوام کا خیال نہ ہو کہ چرچا ہونے لگے گا تو نعمتِ خواجہ کی قسم یہاں سے شہر تک تندور لگوادوں، جہاں طرح طرح کی نعمتیں دن رات میسر رہیں اور بندگانِ خدا کسی وسیلے کے بغیر وہاں آئیں، کھائیں اور ساتھ میں باندھ کر بھی لے جائیں۔“ یہ خبر سلطان تک پہنچائی گئی، اور زیادہ نملایا، مگر چونکہ بہت ہی سمجھدار تھا، ضبط کیا۔ خدمتِ شیخ کو بھی یہ خبریں دی جاتی تھیں کہ سلطان بہت جڑ بڑ ہو رہا ہے۔ خدمتِ شیخ بھی خاموش رہتے تھے، کوئی جواب نہ دیتے تھے۔ ایک بار ایسے ہی دسترخوان پر بیٹھے تھے۔ فرمایا: ”مبشر، یہاں آؤ! جو لوگ روزے رکھتے ہیں اُن کی سحری کا کیا ہوتا ہے؟ حلوا پوری اور سموسے دسترخوان پر اضافہ کر دو۔ ہر شخص کے سامنے ایک پوری، دو سموسے رکھ دیا کرو، اور اُن سے کہو یہ سحری کے لیے اُٹھا رکھیں۔“ ایسا ہی کیا گیا۔ یہ خبر بھی سلطان کو پہنچائی گئی۔ سلطان علامہ الدین نے اپنی فراست سے سمجھ لیا کہ یہ کام خاص اللہ کے لیے ہے۔ جب تک کسی کو حق کی طرف سے کمالِ قوت نصیب نہ ہو، یہ سب کر نہیں سکتا۔ اس کے بعد وہ پورے اعتقاد کے ساتھ خدمتِ گاروں کی صف میں شامل ہو گیا، اور جب تک زندہ رہا، اپنی عقیدت میں ثابت رہا، لامحالہ اُس کا کوئی کام رکا نہیں۔ اُس نے خضر خاں و شادی خاں کو شیخ کی خدمت میں بھیجا اور التماس کیا کہ خدمتِ شیخ اُکھیں اپنی خدمتِ گاری میں قبول فرمائیں۔ کچھ زمانے تک وہ آتے جاتے رہے، پھر ایک دن دونوں نے التماس کیا کہ ہم بندگانِ شیخ کی صف میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ ”خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”تم بادشاہ زادے صاحبِ چتر ہو، بادشاہی، سلطنت، لشکر کشی و جہانگیری بھتیں زیب دیتی ہے۔ ہمارا تو فقر و مسکنت، خاکساری و بیچارگی کا گھر ہے، تم اس کا تحمل کہاں کر سکو گے؟“

اُکھوں نے چند بار ایسا ہی التماس کیا۔ خدمتِ شیخ نے بھی ہر بار وہی جواب دیا۔ پھر وہ کہنے لگے: ”خواجہ ہم اسی فقر کو اختیار کرنا چاہتے ہیں۔“ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”اس بار تو تم واپس جاؤ، اپنے والد سے مشورہ کرو اور دیکھو وہ کیا فرماتے ہیں؟“ اُکھوں نے ایسا ہی کیا۔ سلطان نے کہا:

قوام العقائد

”میں تو پہلے ہی دن کہہ چکا ہوں کہ خدمتِ شیخ ازراہِ کرم ان کو اپنی خدمتِ گاری میں قبول فرمائیں“
 دوسری بار وہ آئے اور سلطان کی طرف سے ایک امیر کو اپنے ساتھ لائے اور اسی بات کا التماس
 کیا۔ جو شخص سلطان کی طرف سے (بطورِ نمائندہ) آیا تھا اُس نے کہا:۔ خداوندِ عالم (سلطان) کو یہی
 بات مطلوب ہے“ (کہ شہزادوں کو مرید کر لیا جائے) اس کے بعد خدمتِ شیخ نے انھیں دستِ بیعت
 دیا اور مشائخ کے خرقے سے مُشرّف فرمایا۔

(۷۵) **حکایت** | جب یہ شہزادے خدمتِ شیخ کے مرید ہونے کی سعادت سے مُشرّف ہو گئے تو انھوں نے
 عرض کیا کہ ”اگر فرمان ہو تو ہم یارانِ سلسلہ کی دعوت کریں۔“ خدمتِ شیخ نے فرمایا ”اچھا
 ہے۔“ اس بار تو چلے گئے، دوسری بار پوری تیاری کے ساتھ آئے، اور غیاث پور کے جنگل میں خیمے لگا دیے
 گئے۔ بارگاہِ بن گئی اور سات روز تک رات دن میں ہر طرح کی نعمتیں مہیا کر دی گئیں۔ اس کے بعد یہ
 دونوں بھائی شیخ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ خواجہ کے خدمت گاروں کی دعوت کے سب
 اسباب موجود ہو گئے ہیں، اب کیا حکم ہے؟ کب خرچ کیا جائے؟ خدمتِ شیخ نے دن کا تعین فرما دیا
 اور انھیں واپس کر دیا۔ شاہزادے سلطان کے پاس آئے اور یہ گزارش کی کہ کل خدمتِ شیخ کے مریدوں
 کی دعوت ہے۔ سلطان نے کہا: ”مبارک ہو، ضرور کرو۔“ سب خانانِ نامدار و اُمراء کبار کو طلب
 کیا اور فرمایا: ”شہزادوں کے ساتھ جاؤ، کمر پر پٹکے باندھ لو اور درویشوں کی خدمت کرو“ ان لوگوں سے
 فرمایا: ”طشت و آفتابہ خود اٹھانا، سب کے ہاتھ خود دھلانا، شربت اور پان اور میوہ جہاں تک
 ہو سکے (درویشوں تک) خود پہنچانا۔ سونے چاندی کے سکو کی تھیلیاں باندھ کر ہر شخص کے سامنے رکھنا“
 پھر سلطان نے ملوک و اُمراء کی طرف رُخ کیا اور کہا: ”یہ سب خدمت تو مجھے کرنی تھی، مگر کیا کروں، میرا
 وہاں گذر نہیں ہے۔“

صبح کو ان شہزادوں نے سب لوگوں کے جمع ہونے کے لیے تین مقامات تیار کیے اور خدمتِ شیخ
 میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ”محفل کا تمام انتظام مکمل ہو گیا ہے۔ صرف آپ کی تشریف آوری کا انتظار
 ہے۔ کیا حکم ہے؟“ خدمتِ خواجہ نے فرمایا: ”بہت اچھا“ سوار ہوئے اور جہاں سب اصحاب جمع ہوئے
 تھے، وہاں تشریف لائے۔ پھر خلق جمع ہو گئی۔ شہزادے چاروں پانچوں بھائی، ملکِ نائب کے ساتھ اور
 دوسرے خانان و ملوک نے کمر سے پٹکے باندھ کر طشت اور آفتابہ سنبھال لیے۔ خدمتِ شیخ کے پاس
 آئے اور آداب بجالا کر کھڑے ہو گئے۔ خدمتِ شیخ نے انھیں اشارہ کیا کہ ہاتھ دھلائیں۔ اُمراء اور
 خانان ہر صحن میں دس دس بیس بیس مقرر تھے، وہ وہاں ہاتھ دھلوا رہے تھے۔ خاص دسترخوان پچھلے

قوام العقائد

گئے۔ کھانا، شربت، پان، میوے وہ خود پہنچا رہے تھے۔ جب کھانا خرچ ہو چکا، شاہزادوں نے زمین بوس ہو کر سماع کی اجازت طلب کی۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”اچھا“ وہ آداب بجا لاکر واپس ہو گئے، قوالوں کو جمع کر کے لائے۔ سماع شروع ہوا۔ بعض مخالفین بھی، کچھ مجمع کا امتحان لینے کے لیے اور بعض شاہزادوں اور اُمراء و ملوک کی خوشنودی کے لیے، جن کے ہاں اُن کا آنا جانا رہتا تھا، اس مجمع میں حاضر ہوئے تھے۔ جب اُنھوں نے یہ دیکھا کہ شاہزادے اور ملوک و اُمراء کھڑے ہو کر درویشوں کی خدمت کر رہے ہیں تو اس پر تعجب کر رہے تھے۔ اسی میں ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ خدمتِ شیخ وہاں سے اُٹھ کر اپنی خانقاہ میں آ گئے۔

حکایت ۶۶ جب نایب فوجیں لے کر مغرب کی طرف گیا ہوا تھا، چند مہینے گزر گئے، اُس کی طرف سے کوئی خبر نہیں ملی۔ سلطان علاؤ الدین کو فکر اور پریشانی ہونے لگی۔ مولانا حمید الدین صدر جہاں کو شیخ کی خدمت میں بھیجا اور کہا: ”جاؤ میری طرف سے خدمتِ شیخ سے گزارش کرو اور کہو کہ خاصی مدت گزر چکی ہے، ہمارے پاس ہزار سوار مغرب کی طرف گئے ہوئے ہیں اور اس مدت میں مجھے اُن کی کوئی خبر نہیں ملی ہے۔ التماس یہ ہے کہ خدمتِ شیخ توفیق فرمائیے تاکہ اس لشکر کی سلامتی کی خبر مجھے مل جائے۔ اور دیکھو کہ خدمتِ شیخ کیا فرماتے ہیں؟ صدر جہاں آئے۔ معروضہ جو تھا شیخ کی خدمت میں پیش کیا۔ خدمتِ شیخ نے اقبال کو اشارہ کیا کہ وہ قاضی کے لیے کچھ کھانا لے آئے۔ صدر جہاں کھانے میں مشغول ہو گئے۔ خدمتِ شیخ نے ایک حکایت شروع کی۔ وہ ختم ہوئی تو دوسری، اسی طرح چند حکایتیں بیان فرمائیں۔ اسی ضمن میں اُنھوں نے فرمایا کہ فلاں شہر میں ایک بادشاہ تھا، اُس نے کسی مہم کے لیے کسی طرف لشکر بھیجا تھا۔ کچھ دن گزر گیا اور بادشاہ کو لشکر کی خبر نہیں ملی۔ اُس شہر میں ایک بزرگ تھے۔ بادشاہ نے اپنے حاجب کو اُن بزرگ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ”ہمارا سلام اور دُعا اُن کو پہنچاؤ اور لشکر کی خبر نہ ملنے کا حال بیان کرو۔“ حاجب نے ایسا ہی کیا۔ اُن بزرگ نے حاجب سے فرمایا ”چالیس دن کے بعد لشکر کی خبر آ جائے گی۔“ خدمتِ شیخ نے یہ قصہ بھی ختم کر کے دوسری حکایت شروع کر دی۔ یہاں تک صدر جہاں کھانے سے فارغ ہو گئے۔ اقبال نے صدر جہاں کے ہاتھ پر (رخصت کا) بیڑہ رکھ دیا اور کہا: ”بسم اللہ“ صدر جہاں اُٹھے اور زمین بوس ہو کر واپس ہو گئے۔ چونکہ شیخ کا رعب مانع تھا، سلطان کی عرضداشت کا جواب دوبارہ پوچھنے کی ہمت بھی نہ ہوئی۔ شیخ کی حصنوری میں یہ تھا کہ جو بھی علماء اور ملوک یا دوسرے لوگ آتے تھے، وہ شیخ کے رعب کی وجہ سے کچھ عرض کرنے کی ہمت نہیں کر پاتے تھے۔ الغرض مولانا حمید الدین سخت حیران ہوئے کہ خدمتِ شیخ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اب میں سلطان سے کیا کہوں۔؟

سلطان کے پاس گئے۔ سلطان نے پوچھا: "خدمتِ شیخ نے کیا فرمایا؟" مولانا حمید الدین نے کہا: "اس بارے میں تو کچھ نہ فرمایا۔" سلطان کو اور بھی سخت پریشانی ہو گئی۔ کچھ دیر سوچ کر اُس نے مولانا حمید الدین سے کہا: "خدمتِ شیخ نے تم سے کیا حکایتیں بیان کیں؟ سناؤ۔" مولانا نے وہ حکایت

یلاقتہ جو سنا تھا، وہ بھی بیان کیا۔ جب سلطان نے یہ سنا تو خوشی سے اُچھل پڑا اور کہنے لگا: "مولانا خدمتِ شیخ نے اس مسئلے میں جو جواب ہو سکتا تھا، وہ فرمایا، مگر تم اُسے سمجھے نہیں۔"

سلطان نے شیخ کے ارشاد کے مطابق تین دن کے بعد حکم دیا کہ دہلی سے بیانہ تک دھاوے کی جگہ سوار کھڑے رہیں کہ ملکِ نائب کے عریضے آتے ہوں گے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ چالیسویں دن غروبِ آفتاب کے وقت ملکِ نائب کے عرائض آئے اور جیسا شیخ کی زبانِ مبارک سے نکلا تھا، اُس کے مطابق چالیسویں دن لشکر کی سلامتی کی خبر سلطان کو مل گئی۔

(۷۷) حکایت | جب ظالم ملکِ نائب نے خضر خاں اور شادی خاں کی آنکھیں نکالیں اور انہیں قید کر کے گوالیار بھیج دیا تو ان مخالفوں میں سے ایک نے شہزادوں سے حجت کی اور کہا: "جب تم پورے اعتقاد کے ساتھ شیخ کے مرید ہوئے تھے، اور اپنے آپ کو اُن کی غلامی و خدمت گاری کے لیے سنبھ دیا تھا، تو پھر ایسا حال کیوں پیش آیا؟"

شہزادوں نے کہا: "اے مدعیِ خامکار! اس میں کوئی قصور یا نقصان نہیں ہے، بلکہ شیخ کی خدمت سے وابستہ ہونے کی برکت سے اُنہوں نے ہمارے ہاتھوں کو دنیا میں تصرف کرنے سے روک لیا، اور خونِ ناحق کرنے یا کسی کا مال ہتھیانے سے بچا لیا اور اس وعید سے ہمیں نکال لیا کہ: وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مَّتَعِدًا فِجْزَاؤُكَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا (النسار: ۹۳) جو کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا، اُس کی جزا دوزخ ہے، جس میں وہ سدا پڑا ہے گا" اور کلامِ مجید کی اس آیت سے بھی ہمیں خارج کر دیا کہ:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَ
سَيَصْلُونَٰ سَعِيرًا (النسار: ۱۰)

"جو لوگ زور زبردستی سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ دراصل آگِ نکل رہے ہیں، اور جہنم میں ڈالے جائیں گے۔"

اگر ہماری ظاہری بینائی لے لی گئی تو باطن کی روشنی ہم پر کھول دی گئی ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ سب اسی کی برکت سے تھا کہ میں نے خدمتِ شیخ کا دامن پکڑ لیا اور اپنے سارے کام اُن کے

حوالے کر دیے۔ اب ہمیں یہ امید ہے کہ کل قیامت کے دن بھی ہمارا حشر خدمتِ شیخ کے جھنڈے کے نیچے ہی ہوگا۔

(۷۸) حکایت | سلطان محمد بھی اپنی امیری کے زمانے سے اُن کا معتقد تھا۔ اُسے جو بھی ہم پیش آتی تھی، اُس میں خدمتِ شیخ سے ہی التجا کرتا تھا، اور خود کو اُن کی پناہ میں رکھتا تھا۔ لامحالہ دیکھ لو کہ اُس کا کوئی کام بھی اٹکانہ رہا، اور جو دشمن بھی اُٹھا دبا دیا گیا، کسی کا اُس پر قابو نہ چل سکا۔ یہ سب اس لیے تھا کہ وہ خود کو ہر سانس میں شیخ کی پناہ میں رکھتا تھا، اور اپنے کاموں میں اُن سے ہی التجا کرتا تھا۔ میں نے مولانا شہاب الدین امام سے سنا ہے، وہ کہتے تھے: "ایک دن میں حاضر تھا۔ یہ خبر آئی کہ اُلغ خاں آ رہا ہے۔ اقبال شیخ کے سامنے گئے اور کہا: "اُلغ خاں آنے والے ہیں۔" خدمتِ شیخ نے کہا: "سلطان کہو!" اقبال نیچے آئے تو خبر ملی کہ اُلغ خاں دروازے تک آچکا ہے۔ اقبال پھر خدمت میں گئے اور کہا: "اُلغ خاں دروازے پر آچکے ہیں۔" شیخ نے فرمایا، "سلطان کہو!" اقبال پھر واپس آئے اور اُلغ خاں آکر زینے کی سیڑھی پر کھڑے ہو گئے۔ اقبال گئے اور کہا: "اُلغ خاں کھڑے ہیں۔ اس بار شیخ نے ذرا نیر لہجے میں فرمایا: "ارے لالہ، کیا میں تم سے یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ سلطان کہو۔"

اُلغ خاں قریب آچکا تھا، اُس نے یہ بات سُن لی اور اپنی چادر کے پلو میں گرہ باندھ لی۔ اندر داخل ہو کر زمین بوس ہوا۔ خدمتِ شیخ نے بڑی بشاشت سے حال پوچھا۔ بہت نوازش فرمائی اور کہا: "اقبال انھیں کچھ پیش کرو۔" اقبال کچھ لے کر آئے۔ سلطان محمد نے (وہ تبرک) لے لیا اور آدابِ بجالا کر رخصت ہوا۔ بیٹھنے کا موقع نہ تھا۔

(۷۹) حکایت | مولانا شہاب الدین امام نے کہا: "جس زمانے میں سلطان تغلق لکھنؤنی کی طرف تھا، اور سلطان محمد کو اپنا نائب بنا کر دہلی میں چھوڑ گیا تھا، ایک دن سلطان محمد اور خواجہ جہاں شیخ کی خدمت میں آئے۔ اُن دنوں خدمتِ شیخ صاحبِ فراش تھے۔ اقبال خادم اُن کو فرمانِ شیخ کے مطابق شیخ کی خدمت میں لائے۔ اُنھوں نے ادب سے سر جھکایا اور کھڑے رہے۔ خدمتِ شیخ نے سلطان محمد سے فرمایا: "تم اسی کھاٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

سلطان نے ادب سے سر جھکا کر عرض کیا: "میری کیا مجال ہے؟" خدمتِ شیخ نے فرمایا: "ہم تمہیں کھاٹ پر بٹھا رہے ہیں تو بیٹھ جاؤ۔" سلطان کو اب عذر کرنے کا موقع نہ رہا۔ شیخ کے حکم کی تعمیل میں کھاٹ کے اوپر ایک زانو ٹیک کر بیٹھ گیا۔ پھر حضرت نے اقبال سے فرمایا: "جاؤ ایک کرسی لے کر آؤ۔" جب وہ کرسی

لائے تو خواجہ جہاں سے فرمایا: ”تم کرسی پر بیٹھو“ خواجہ جہاں نے بھی شیخ کے فرمان کی تعمیل کی۔ اس کے بعد جب یہ دونوں شیخ کی خدمت سے واپس ہونے لگے، اور باہر نکلے تو سلطان نے خواجہ سے کہا: ”خدمتِ شیخ نے مجھے تخت اور تمھیں کرسی عطا کی ہے، جو وزارت کی طرف اشارہ ہے۔ اب اس کام کی تیاری کرنی چاہیے۔ جب سلطان محمد بادشاہ ہوا تو اُس نے وزارت خواجہ جہاں کو سونپی، اور جب تک وہ دونوں زندہ رہے، نہ کوئی اُن کے ملک میں دخل اندازی کر سکا، نہ کسی کا خواجہ جہاں پر قابو چل سکا۔ جو کوئی اُن کا مخالف ہو یا اُن سے اُلجھا، اُس نے نچا دیکھا۔ سچ یہ ہے کہ مردانِ خدا کی دی ہوئی (نعمت کو) کوئی نہیں لے سکتا۔“

حکایت (۸۰) جب کیشلو خاں سلطان محمد سے مخالف ہو کر باغی ہو گیا تو اُس نے دہلی کی طرف چڑھائی کر دی اور سلطان محمد نے بھی لشکر جمع کیا اور ملتان کی طرف بڑھا۔ اسی طرح جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے، اور دونوں طرف سے قاصد آنے چلنے لگے تو جنگ کے لیے ایک دن مقرر ہو گیا کہ فلاں روز ہم مقابلہ کریں گے۔ اس (جنگ کی) رات کو سلطان محمد نے گھوڑے ہتھیار وغیرہ اُمراد و ملوک میں تقسیم کیے اور کہا کہ کل کو رن پڑے گا۔ تم سب تیار رہو۔ اسی اثناء میں اُس نے قطب دیر کی جانب جو شیخ کے خدمت گاروں میں سے تھے اور شیخ کی نگاہ میں اعتبار بھی رکھتے تھے، متوجہ ہو کر کہا: ”قطب کیا تمھیں خدمتِ شیخ کا بتایا ہوا کوئی وظیفہ یاد ہے، جو اس وقت کام آسکے؟“ قطب نے کہا: ”جی ہاں ہے۔“

سلطان نے کہا: ”بتاؤ۔“ قطب نے کہا: ”خدمتِ شیخ ایک دن فرماتے تھے کہ اگر کسی کو کوئی ہم پیش آجائے تو چاہیے کہ اُس رات کو خدا کی یاد میں مشغول رہے۔ جب صبح ہونے لگے تو فلاں آیت پڑھے اور دشمن کی سمت میں دم کر دے۔ پھر سوار ہو جائے، جنگ میں کود پڑے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے دشمن کو زیر کر دے گا اور اُسے فتح و نصرت بخشے گا۔“

سلطان نے کہا: قطب، جلدی سے ہمارا فرمان شائع کر دو کہ سب خلق واپس ہو جائے، اور اپنی اپنی جگہ ہر شخص تیار اور چوکس رہے۔“

پھر فرمایا: ”پانی لاؤ۔“ پانی لایا گیا۔ وضو کیا اور جانماز پر کھڑا ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اسی طرح صبح تک کھڑا رہا۔ پھر نماز کا سلام پھیر کر وہ آیت جو خدمتِ شیخ نے بتائی تھی پڑھی اور کیشلو خاں کے لشکر کی طرف دم کر دی۔ پھر فرمایا: ”ہمارے ہتھیار لاؤ۔“ اسی دوران میں قطب آگے، آداب بجا لائے اور کہا ”کیا خداوندِ عالم کو فرمانِ شیخ کے مطابق رات کی مشغولی میسر آئی؟“

سلطان نے کہا: "ہاں۔ قطب آگے بڑھے اور کہا: "خداوندِ عالم فتح مبارک ہو۔" گھوڑوں کی زین کسی گئی۔ سلطان سوار ہوا، اور جنگ میں کود پڑا۔

اس دوران میں کشلو خاں کا لشکر بھاری پڑ گیا، چنانچہ سلطان کی پوری فوج کو پکڑ لیا اور ادھر ادھر لے گئے۔ سارا لشکر تتر بتر ہو گیا ایک کو دوسرے کی خبر نہیں تھی اور سلطان محمد ایک گوشے میں کھڑا ہوا یہ منظر دیکھ رہا تھا کہ سارا لشکر ٹوٹ کر بکھر چکا ہے۔ اُس وقت قطب دبیر پاس ہی کھڑا تھا۔ سلطان نے کہا: "قطب یہ سب کیا ہو رہا ہے؟"

قطب نے کہا: "خداوندِ عالم ہونا وہی ہے جو خدمتِ شیخ نے فرما دیا ہے۔ اس شکست کا کچھ اعتبار نہیں۔"

اسی اثناء میں کشلو خاں نے جنگ بند کر دی اور خوش ہو کر رکاب سے اپنے پانوں نکال کر گھوڑے کی گردن پر رکھ لیے اور اپنے سر سے خود اتار کر زین سے لٹکا دی اور لشکر کا تماشا دیکھنے لگا، قضارا کسی طرف سے ایک تیر آیا، اور کشلو خاں کی شہ رگ پر لگا۔ وہ گھوڑے سے لڑھک کر نیچے گرا۔ سلطان محمد نزدیک ہی تھا، جب اُس نے یہ دیکھا تو اپنی کمین گاہ سے نکلا اور (کشلو خاں پر) ٹوٹ پڑا۔ جو سوار کشلو خاں کے ساتھ تھے، جب انھوں نے دیکھا کہ سردار ہی گر پڑا تو وہ بھی تابِ مقاومت نہ لاسکے اور ہار مان گئے۔ اس طرح سلطان محمد کی جیت ہوئی اور تم جانتے ہو کہ بہتوں نے سر اٹھایا، مگر کوئی بھی (سلطان محمد بن تغلق کے) سامنے ٹک نہیں سکا۔ یہ سب اُس کے عقیدے کا پھل تھا، جو وہ شیخ کے خادموں سے رکھتا تھا اور انھوں نے بھی کسی موقع پر اُس کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

(۸۱) حکایت | ایک بار سلطان قطب الدین نے نشے کی حالت میں ملک تلبغہ بغداد سے کہا "یہ کلاہ اپنے سر سے اتار دو۔" یہ نلک خدمتِ شیخ سے بیعت رکھتا تھا۔ جب سلطان نے یہ حکم دیا تو وہ خاموش رہا۔ سلطان نے پھر کہا: "اٹھو" وہ پھر خاموش رہا۔ تیسری بار سلطان نے تلوار کھینچ لی اور کہا: "یہ کلاہ اپنے سر سے دور کر دے، ورنہ تیرا سرا اڑا دوں گا۔"

ملک نے اپنے بالوں کی لٹ پکتوں میں پکڑی اور سر سامنے رکھ دیا۔ کہنے لگا: "خداوندِ عالم میں نے شیخ کی دی ہوئی کلاہ اپنے سر پر رکھی ہے تو اس لیے نہیں کہ جان کے خوف سے اتار پھینکوں، اگر اس کلاہ کے ساتھ سر جاتا ہے تو جاتے۔"

یہ بات سنتے ہی سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اُس نے تلوار نیام میں رکھ لی اور دباویوں کی طرف رخ کر کے کہنے لگا: "مرید ہو تو ایسا ہو۔"

پھر کہا:۔ ”شاباش اے تبلیغہ، مرید ایسا ہی ہونا چاہیے۔“ جو مصاحب کھڑے تھے، اُن سے کہا کہ دیکھو مرید ایسا ہوتا ہے کیا جانوں تم لوگ بھی ایسے ہو یا نہیں۔“

پھر تبلیغہ سے پوچھا: ”تمہیں کتنی تنخواہ ملتی ہے؟“

ملک نے کہا: ۳۵ ہزار تنکے۔ سلطان نے اُس کی تنخواہ دوگنی کر دی اور ۷۰ ہزار تنکے انعام میں دیے۔ خلعت بھی عطا کیا۔ ملک مذکور یہ خلعت پہن کر اور یہ ستر ہزار تنکے لے کر شیخ کی خدمت میں آیا۔ جب شیخ کے سامنے گیا تو انہوں نے فرمایا: ”بیٹھ جاؤ۔“ بیٹھ گیا۔ پھر ملک نے سارا ماجرا شیخ سے بیان کیا۔ اس کے بعد ملک کے دل میں خیال گذرا کہ اگر انعام کی یہ رقم خدمتِ شیخ کے مطبخ میں خرچ ہو جائے تو کیا ہی اچھا ہو۔

خدمتِ شیخ نے اقبال کی طرف دیکھا اور فرمایا: ”کچھ لاکر ملک کو دو۔“ اقبال حجرے کے اندر گئے۔ اپنے دو ہتھریں سونے کے تنکے بھر کر لائے اور ملک کے دامن میں ڈال دیے۔ پھر شیخ نے فرمایا: ”ہمیں ضرورت نہیں۔“ جس جگہ خدمتِ شیخ تشریف فرما تھے، وہاں ایک طاق تھا، جس سے دریا کے کنارے اور صحرا کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ خدمتِ شیخ نے اُس وقت اُس طاق کی طرف اشارہ کر کے ملک سے فرمایا: ”اس طرف دیکھو۔“

جب ملک نے نگاہ ڈالی تو سارے دریا کو دیکھا کہ سب سونا بہ رہا ہے۔ اور سارا صحرا سنہری ہوا پڑا ہے۔ ملک کے دل میں ہیبت بیٹھ گئی اور وہ بے خود ہو گیا۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”ہیں، تمہیں کیا ہوا؟“ تو ملک ذرا آپے میں آیا اور زمین بوس ہو کر رخصت ہوا۔

دنیا والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اُمرار، خانان، و لوک جو خدمتِ شیخ سے بیعت رکھتے تھے۔ اُن میں سے ہر ایک اپنی قبا میں سالکِ طریقت تھا۔ اور حدیث: ”جو ہم گداریوں میں تلاش کرتے تھے، وہ ہم نے قباؤں میں پایا۔“ اُن کے بارے میں صادق تھی۔ وہ اس راستے میں اپنا جان و مال سب بچھا کر کے راہِ حق میں خرچ کرتے تھے۔

مرادِ اہلِ طریقت لباسِ ظاہر نیست

کمر بہ خدمتِ سلطانِ بَندِ و صوفیِ باش

(اہلِ طریقت کے لیے ظاہری لباس ہی ضروری نہیں ہے۔ تم سلطان کی خدمت کا پڑکا کمر سے

باندھو اور صوفی بن کر رہو۔) ان میں سے ہر ایک ایسا تھا کہ اُن کی مشغولی باطن اور (روحانی) معاملات کا شتمہ بھربیان کیا جائے تو یہ کتاب بہت طویل ہو جائے گی۔

قوام العقائد

سائوال باب

(۷۱)

علماء، خانان اور ملوک و امراء، خاص و عام اور
اہل سلوک کو خدمتِ شیخ کے عطیات کا بیان

دوستوں کو معلوم رہے کہ مشائخ کے خصائلِ حمیدہ میں سے بذل و عطا اور ایثار و سخا
بھی ہے۔ خواجہ بایزیدؒ فرماتے ہیں: ”تصوف یہ ہے کہ اپنے اوپر آسائین کا دروازہ
بند کر لے اور خلقِ خدا پر راحت کے دروازے کھول دے۔“ اور یہ بہت اعلیٰ مقام ہے
اس کی شرح حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ اس معاملے میں جو کچھ خدمتِ شیخ نے کیا وہ دنیا و عقبیٰ
کے سلاطین میں سے اور کسی سے بھی بن نہیں پڑا۔

اس بارے میں خدمتِ شیخ اتنا غلور کھتے تھے کہ اللہ کے بند سے خواہ وہ شریف
ہوں یا پس ماندہ، خاص ہوں یا عام، انہیں ان کے مطلوب تک پہنچاتے تھے اور سب کو خوش
کر دیتے تھے۔ عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ ساری مخلوق کو خوش رکھنا اور سب کی خوشنودی حاصل
کرنا کسی شخص کے بس کی بات نہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی قوت عطا کر دی ہو، یہ
اسی سے ہو سکتا ہے، اگر خدمتِ شیخ کی بخشش کا حال پورا پورا لکھا جائے، تو یہ کتاب اُسے سہارا
نہیں سکتی۔ البتہ ہزاروں سے ایک اور مٹتے نمونہ از خروائے یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

حکایت (۸۲) | جب خدمتِ شیخ نے بندگانِ خدا پر ایثار کے دروازے کھول دیے تو
خدمتِ شیخ کی بخششوں کا یہ حال ہوا کہ علماء، مشائخ، امراء، ملوک و شاہزادگان
سبھی ان کے وظیفہ خوار ہو گئے اور ان ملوک و امراء اور شاہزادوں میں سے ہر ایک کے
لیے دس تنکے، پانچ تنکے، چار تنکے چاندی کے مقرر ہو گئے۔ مگر عام لوگوں میں سے کسی کو روزینہ،
بعضوں کو ہفتہ، اور بعض کو درماہہ، بعض کو چار ماہہ، بعض کو شش ماہہ اور کسی کو سالانہ (وظیفہ)
ملتا تھا۔ روزینہ ان کا تھا جو پاس پڑوس میں رہتے تھے۔ ہفتہ ان کا تھا جو
شہر سے آتے تھے اور ماہانہ وہ پاتے تھے جو اس پاس کے قصبات سے آتے تھے شش ماہہ

قوام العقائد

ہشت ماہہ اور سالانہ اُن مسافروں کو دیا جاتا تھا جو اوتچہ، ملتان، گجرات، دیوگیر اور دوسرے دور دراز علاقوں سے آتے تھے مگر جو آنے والے شیخ کی خدمت میں پہنچتے تھے فجر کی نماز سے عشاء کی نماز تک جو بھی آتا تھا اُس کے لیے کوئی روک ٹوک نہ تھی، البتہ قیلوے کے وقت ملاقات ممنوع تھی۔ اور جتیل یا چاندی سونے کے تنکے وغیرہ دس بیس پچاس سو پھرخص کی حیثیت کے مطابق دیے جاتے تھے جنس (سامان) میں ہر قسم کے بہترین کپڑے جو تصور کر سکتے ہو دیے جاتے تھے چنانچہ لوگ حیرت میں رہتے تھے کہ آخر یہ کپڑا کون سے ملک کا ہے، اور کہاں سے آ رہا ہے اور کون لا رہا ہے؟ امراء اور بڑے مملوک اور منصب دار جو روز آنے کی فرصت نہیں پاتے تھے اور ہر علاقے سے اسی طرح کے آنے والے پہنچتے تھے اور چاہتے تھے کہ پہلے خدمت شیخ کا دیدار کر لیں پھر سلطان کے پاس جائیں۔ رات کے ابتدائی حصے میں اور آخر شب میں اُنہیں بار ملتا تھا، وہ قدیموسی کی سعادت حاصل کرتے تھے اور کچھ بخشش بھی پاتے تھے پھر چلے جاتے تھے اور خدمت شیخ کے گھر کے دو دروازے تھے دونوں دروازے دریا کی طرف تھے۔ لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم ہو جاتا تھا جس کسی کا گھڑا ٹوٹ جاتا تھا وہ (اپنا ٹوٹا ہوا) گھڑا دروازے کے سامنے لاتا تھا اُسے نیا گھڑا دے دیا جاتا تھا۔ خدمت شیخ کے گھر کے اندر کسی جگہ بھی چار پانچ بادش گھڑے ایک جگہ رکھے ہوئے نظر نہ آتے تھے اور لوگ اس حیرت میں رہتے تھے کہ یہ گھڑے کہاں سے لا کر دے دیتے ہیں۔ لوگوں کو راحت پہنچانے میں خدمت شیخ کو اتنا اہتمام تھا کہ اتنی سی بات میں بھی کوتاہی نہ کرتے تھے۔

حکایت ۱۸۳ ایک دن خضر خاں شیخ کی خدمت میں ایک تسبیح لائے اور شیخ کے سامنے رکھ دی اُس تسبیح میں موتیوں کے ستودانے تھے اور ہر موتی ایک شہر کی قیمت کے برابر تھا۔ خدمت شیخ اُس سے کچھ دیر تک باتوں میں مشغول رہے پھر رخصت کر دیا جب خضر خاں چلا گیا تو شیخ کی نظر مبارک تسبیح پر پڑی اُسے ہاتھ میں اٹھالیا اور غور سے دیکھا، اقبال سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اقبال نے کہا: ”مروارید کی تسبیح ہے۔ یہ سنتے ہی خدمت شیخ نے اُس تسبیح کو اپنے ہاتھ سے باہر کی طرف اس زور سے پھینکا کہ وہ اُڑتی ہوئی کوٹھے کی چھت پر جا پڑی اور فرمایا: ”اسے دُور کرو“ اقبال نے وہ اٹھالی اور اللہ جانے اُس کا کیا کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدمت شیخ (اسباب) دنیا سے کتنا پختے تھے اور اُس کی اُن کی نظر میں کوئی وقعت نہ تھی۔

قوام العقائد

حکایت (۸۴) خدمتِ شیخ چند روز کے بعد تجرید کیا کرتے تھے، زعفران کی نماز کے بعد یا رانِ طریقت کو طلب کیا جاتا تھا اور فرماتے تھے، " اقبال آؤ۔ جو کچھ نقدی، کپڑے وغیرہ موجود ہوں، سب لے آؤ۔ " اقبال ہر قسم کا سامان جو موجود ہوتا تھا، لا کر رکھ دیتے تھے۔ خدمتِ شیخ اُس سامان میں سے ہر شخص کو دس دس بین بین لوگوں کے حصے تقسیم کرنے کے لیے دیتے تھے، تاکہ یہ اُن تک پہنچا دیں۔ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ بیٹھ جاتے تھے، جو مسافرات کو جماعتِ خانے میں رہے تھے، اُن کو وداع کرتے تھے۔ ہر شخص زمین بوس ہوتا تھا اور کچھ عطیہ لے کر واپس جاتا تھا۔ سب ساتھی اس حیرت میں رہتے تھے کہ رات تو خدمتِ شیخ نے تجرید کی ہے۔ اب اس وقت یہ سب بخشش کہاں سے ہو رہی ہے؟

یہ اُن لوگوں کا قصہ ہے جو آمد و شد رکھتے تھے، مگر جو لوگ گوشہ نشین تھے، اور اطراف میں رہنے والے بزرگ تھے، انھیں جو حصہ تبرک کا پہنچتا تھا، اُس کا کسی کو کیا علم ہو سکتا ہے؟ مگر ایک شتمہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

حکایت (۸۵) ایک بار ایک شخص شیخ کی خدمت میں آیا۔ شیخ نے فرمایا: " اقبال انھیں کچھ دے دو۔ " اقبال شکر کی ایک پٹیا لائے اور اُس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ وہ شخص چلا گیا۔ اپنے گھر پہنچ گیا۔ کاغذ میں لپیٹی ہوئی شکر کو کھولا تو دیکھا کہ شکر میں سونے کے دس تنکے رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے پھر پٹیا ویسے ہی باندھ لی اور شیخ کی خدمت میں لایا۔ کہنے لگا: " مجھے شکر دی گئی تھی، اور اُس میں سے سونے کے تنکے نکلے۔ "

خدمتِ شیخ نے فرمایا: " ارے خواجہ، یہ خدا تمہیں دے رہا ہے۔ ہم اس بیچ میں کون ہوتے ہیں؟ تم جیسے چاہو انھیں خرچ کرو۔ " وہ آداب بجا کر رخصت ہو گیا۔

اسی طرح ایک بار ایک اور شخص خدمتِ شیخ کے پاس آیا۔ اقبال سے فرمایا کہ انھیں کچھ دو۔ " اقبال نے سلاہتی کپڑے کا ایک تھان اُسے دیا۔ وہ شخص زمین بوس ہو کر رخصت ہو گیا۔ جب گھر پہنچ کر سلاہتی کا تھان کھولا تو دیکھا کہ اُس کی ہر پرت میں سونے کے تنکے رکھ کر لپیٹ دیا گیا ہے۔ یہ دیکھا تو وہ کپڑا لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کیفیت بیان کی۔ خدمتِ شیخ نے فرمایا: " یہ خدا تمہیں دے رہا ہے، اس میں ہمارا کیا اختیار ہے، جاؤ جیسے جی چاہے خرچ کرو۔ "

اے عزیز۔ شیخ کی بخششوں کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ مخالفین کہتے تھے: شیخ کی خدمت میں خلق کا ہجوم، اس بخشش و عطا کے سبب سے ہے، تو اے عزیز جب سارے ملوک

اُمراء، خانان، شاہزادے، شیخ کا دیا ہوا وظیفہ تبرک جان کر اعتقاد کے ساتھ قبول کرتے تھے، حالانکہ ان سب کا منصب مقرر تھا۔ مگر شیخ کے دیے ہوئے وظیفے سے اپنی غذا لیتے تھے، اور مضافات کے دنوں میں جو کھانا شیخ کے دسترخوان سے پہنچتا تھا، اُس سے روزہ انظار کرتے تھے۔ ساری خلق کو معلوم ہو گیا کہ مخالفین جو کچھ کہتے ہیں، حسد کی وجہ سے کہتے ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ ایسے (اعلیٰ) طبقے کے لوگ کھانے اور وظیفے کے لیے التجا نہیں کیا کرتے۔

آٹھواں باب

(۸)

خرقہ، بیعت اور ارادت کی کیفیت کا بیان

معلوم ہونا چاہیے کہ مشائخ نے مرید کرنے اور خرقہ دینے میں بہت احتیاط کی ہے۔ خرقہ دینا ہر ایک کا حق بھی نہیں ہے، مگر وہ جسے شیخ کا بل نے اجازت دے رکھی ہو۔ چونکہ اس زمانہ میں بعض بے انصاف لوگوں نے خرقہ دینا شروع کر دیا ہے، حالانکہ انہیں اس کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے اس طریقے سے مخلوق کا راستہ کھوٹا ہو رہا ہے۔ خرقہ اور بیعت و ارادت کا حال اس باب میں بیان کیا جاتا ہے، تاکہ لوگ حق اور باطل میں فرق کریں، اور گمراہ نہ ہوں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۸۶) دادا صاحب نے فرمایا: ایک دن جماعت خانے میں خواجہ کریم اللہ سے میری گفتگو اس بارے میں ہوئی کہ مرید ارادت سے کب خارج ہو جاتا ہے۔ جب بحث کچھ طویل ہو گئی تو ہم دونوں شیخ کی خدمت میں گئے، آداب بجالانے۔ فرمان ہوا: "بیٹھ جاؤ۔ ہم بیٹھ گئے۔ کریم اللہ نے کہنا شروع کیا کہ خداوند مرید کب ارادت سے خارج ہو جاتا ہے؟ خدمتِ شیخ نے فرمایا: "مرید کسی کبیرہ گناہ سے بھی ارادت سے خارج نہیں ہوتا، جس طرح مومن ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔" اس کے بعد آپ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ شبِ معراج میں جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہونے لگے، تو فرمان ہوا، آپ کو بہشت کے دروازے پر کھڑا کیا جائے، اور ایک خلعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنائی گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خلعت پہن لی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خیال گزرا کہ یہ خلعت جس سے مجھے مُشرف کیا گیا ہے، اس سے میری اُمت کو بھی حصہ ملنا چاہیے۔ اسی وقت جہر پیل آئے اور کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، اس خلعت میں آپ کے اُمتیوں کو بھی حصہ ملے گا، لیکن اس شرط کے ساتھ؛ اور وہ شرط بتادی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس آ گئے۔ صبح کو اپنے اصحاب کے درمیان معراج کی

قوام العقائد

حکایت بیان فرما رہے تھے۔ جب اس واقعہ پر پہنچے کہ مجھے خلعت پہنائی گئی اور میں نے تمنا کی کہ میری امت کو بھی اس میں حصہ ملے۔ جبرئیل آئے اور انھوں نے فرمان (الہی) پہنچایا کہ آپ کی امتوں کو بھی اس میں حصہ ملے گا، مگر اس شرط پر۔ اب میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کون ہوگا جو وہ شرط بیان کر دے تاکہ میں یہ خلعت اُس کو بخش دوں۔ امیر المومنین ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ آپ مجھے عنایت فرمادیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ میں تمھیں بخش دوں تو کیا کرو گے؟ انھوں نے کہا: میں ایسی سخاوت کروں گا اور ایسا صدق وزہد اور تقویٰ۔ ایسی ہی بہت سی باتیں کہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”بیٹھ جاؤ۔“ اب عمرؓ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے بھی اسی طرح کی بہت سی باتیں کہیں۔ اُن کو بھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) ویسا ہی جواب ملا۔ عثمانؓ کھڑے ہوئے، انھوں نے بھی مشغولی (ریاضت) اور اُس جیسی بہت سی باتیں کہیں۔ انھیں بھی وہی جواب ملا۔ علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا: ”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے عنایت فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”اے علی! اگر یہ خلعت) میں تمھیں عطا کروں تو تم کیا کرو گے؟“ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے میں بندگانِ خدا کی پردہ پوشی کروں گا، اور اُن کے عیبوں کو ڈھانپوں گا۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہی شرط تھی۔“ اور خرقہ علیؓ کو دیدیا۔ جب اس مقام پر پہنچے تو خدمتِ شیخ پر گریہ طاری ہو گیا اور فرمانے لگے:

”اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ درویشی ہی عیب پوشی ہے۔“

حکایت (۷۷) فرمایا: ”بیعت کہاں سے ہے؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو سفارت پر مکہ والوں کے پاس بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ مکہ والوں نے عثمانؓ کو قتل کر دیا۔ یہ اطلاع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو بہت غمگین ہوئے، اور اپنے اصحاب کو طلب فرمایا۔ سب اصحاب آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آؤ مجھ سے بیعت کرو تاکہ میں مکہ والوں پر چڑھائی کروں۔“ اسے بیعتِ رضوان کہتے ہیں۔ اصحاب ایک ایک کر کے آئے اور بیعت کی۔ اسی دوران میں ایک صحابی جو بیعت کر چکے تھے، دوبارہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم نے اس سے پہلے بیعت کر لی ہے؟“ انھوں نے عرض کیا ”جی ہاں۔“ یا رسول اللہ! بیعت کر چکا ہوں، مگر اب تجدیدِ بیعت چاہتا ہوں۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک بڑھا دیا اور انھیں (دوبارہ) بیعت کیا۔ مشائخ جو تجدیدِ بیعت فرماتے ہیں (اُس کی سند) یہیں سے

ہے اور مشائخ نے مریدوں سے فرمایا ہے، چاہیے کہ جلدی جلدی کچھ زمانے کے بعد تجدید بیعت کر لیا کرو۔ کیونکہ ایسا نہ ہو اس (مرید) سے کوئی ایسی بات ہوگئی ہو، جس سے بیعت میں خلل پڑ جائے۔ پس یہ ضروری ہے کہ کچھ مدت کے بعد تجدید بیعت کر لیا کریں۔ اگر شیخ موجود ہو تو شیخ سے (تجدید بیعت) کریں، ورنہ شیخ کا خرقہ ہو یا کوئی اور چیز ہو جو شیخ سے ملی ہو، اُسے سامنے رکھ کر تجدید کر لی جائے تاکہ اس کام (سلوک) میں پورا استحکام حاصل ہو جائے۔

حکایت (۸۸) ارادت کا ایک تو بطن ہے، ایک حرم ہے، ایک کعبہ ہے۔ ارادت کا بطن کیلئے، ارادت کا بطن یہ ہے کہ کسی کو اپنے ہاتھ اور زبان سے آزار نہ پہنچائے، کسی کو برا نہ کہے، نہ برا سنے اور اپنے ظاہر کی نگہداشت کرے۔

ارادت کا حرم یہ ہے کہ آنکھ، زبان اور ہاتھ اور جو کچھ شرع کے موافق ہے، اس کی نگہداشت کرے، اور دل کو حق سے وابستہ رکھے اور ہمیشہ ذکر و تسبیح اور تہلیل میں (مشغول) رہے اور ارادت کا کعبہ یہ ہے کہ اپنے باطن کی حفاظت کرے، اور شیطانی دشمنوں کو دور کرتا ہے۔

حکایت (۸۹) خدمت شیخ - قدس سرہ - نے فرمایا: مرید کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اسمی، دوسری حقیقی۔ اسمی یہ ہے کہ پیر اُسے تعلقین کرے۔ دیکھے کو اُن دیکھا، اور سنے ہوئے کو اُن سنا کر دو اور سنت و جماعت کے طریق پر رہو۔

حقیقی مرید وہ ہے کہ اُس سے تعلقین کے وقت کہے۔ "کہ تم ہماری صحبت میں رہو اور ہم تمہاری سنگت میں رہیں گے۔"

حکایت (۹۰) اگر ایک شخص خود کو کسی شیخ کا مرید کہتا ہے، اور شیخ کہتا ہے کہ وہ میرا مرید نہیں ہے، تو وہ مرید ہوگا۔ کیونکہ ارادت اُس کا فعل ہے اور وہ اپنے فعل کا اقرار کر رہا ہے۔ اگر پیر کہے کہ فلاں میرا مرید ہے اور وہ مرید اس سے انکار کرے کہ میں تمہارا مرید نہیں ہوں تو وہ مرید نہیں مانا جائے گا۔ کیوں کہ وہ اپنے فعل سے خود انکار کر رہا ہے۔

حکایت (۹۱) خدمت شیخ نے فرمایا، جو کوئی کسی پیر کی خدمت میں جاتا ہے اور اُس سے ارادت کرتا ہے، اس کو حکیم (حاکم بنانا) کہتے ہیں، یعنی وہ اپنے پیر کو اپنا حاکم بنا لیتا ہے۔ لہذا اگر کچھ پیر کہے اور مرید نہ سنے تو حکیم نہ ہوئی۔ مرید کو چاہیے کہ وہ شیخ کی ولایت کا عاشق ہو جائے، تب ہی اپنے انادے اور اختیار کی گردنت سے باہر نکل سکتا ہے اور مرید شیخ کا مراد بن سکتا ہے۔ مبتدی مرید کو چاہیے کہ (پیر کے) حضور میں با ادب اور اُس کی غیبت میں پیر کا مراقب (حشم تصور سے پیر کو دیکھنے والا)

قوام العقائد

رہے، مگر منہتی (باکمال) مرید کے لیے (پیر کی) غیبت اور حضور برابر ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ مولانا شمس الدینؒ بھی جب اپنے گھر سے خدمت شیخ میں حاضری کے لیے روانہ ہوتے تھے تو گھر سے راستے بھر ہاتھ باندھ کر آتے تھے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ راستے میں ہاتھ باندھ کر کیوں چلتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا: "جب میں اپنے گھر سے روانہ ہوں تو مجھ پر خدمت شیخ کی نظر پڑتی ہے، لہذا کس طرح خدمت شیخ میں بے ادب ہو کر آسکتا ہوں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منہتی مرید کے لیے پیر کی موجودگی اور غیبت دونوں برابر ہیں اور مرید فرمایا، "یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر شیخ کے فرمودات میں کوئی بات ظاہر میں خلاف شریعت نظر آئے تو مرید کو اُس کا انکار کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اس نکتے کو آپ نے بیان فرمایا کہ پیر ایسا ہونا چاہیے جو شریعت اور طریقت اور حقیقت کے احکام کو جانتا ہو، جب ایسا پیر ہوگا تو وہ خود کوئی بات خلاف شرع نہیں کہے گا، اور اگر ایسی بات کہے جس (کے جواز اور عدم جواز) میں اختلاف ہو کہ بعض کے نزدیک وہ جائز اور بعض کے نزدیک ناجائز ہو، تو مرید کو وہ کرنا چاہیے جو پیر کا حکم ہو۔ کیونکہ وہ کسی قول پر ہی حکم کرتا ہوگا۔ خواہ بعضوں کو اُس قول سے اختلاف رہا ہو۔ مگر مرید کو اپنے پیر کے اشارے پر کام کرنا چاہیے؛ اور فرمایا کہ ایک شخص جب علم سیکھتا ہے تو اُسے ایک شرف حاصل ہوتا ہے، جب وہ عبادت کرتا ہے تو خود پسندی پیدا ہوتی ہے۔ ایسے موقع پر پیر کی ضرورت ہے تاکہ وہ دونوں باتوں یعنی علم اور عمل کو شکستہ کر کے اُس کی نظر سے گرا دے کہ وہ غرور میں مبتلا نہ ہو سکے اور (خود بینی کا) نقصان نہ اٹھائے۔"

دادا صاحبؒ نے فرمایا کہ خرقے کی پانچ قسمیں ہیں:

حکایت (۹۲) خرقہ تبرک اور خرقہ صحبت اور خرقہ محبت اور خرقہ ارادت اور خرقہ حقیقی۔

اس کے بعد فرمایا: "ایک بار اس دعا گو نے یہ کہانی سنی جو شیخ (نظام الدین اولیاءؒ) کے ہم خرقہ بہت بزرگ اور صاحب نعمت تھے، نیز اُن عبادات کے والد تھے جو شیخ کی خدمت میں رہتے تھے، اس بزرگ نے مجھے بھی بیٹا بنا لیا تھا۔ سنا کہ اُنھوں نے فرمایا: "مشائخ کے خرقے کی چار قسمیں ہیں، تبرک، صحبت، محبت، ارادت۔ پھر فرمایا:

"ارادت کے وقت شیخ ان چار قسموں میں سے کون سا خرقہ کسی مرید کو دیتے ہیں۔ یہ راز حق تعالیٰ اور شیخ کے درمیان ہے اور کسی کو خبر نہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ (مرید میں) کمال قابلیت دیکھ لیتے ہیں تو ابتداء ہی میں مرید کو خرقہ ارادت دیدیتے ہیں۔ ورنہ درجہ بدرجہ اُس کے معاملات میں کمال دیکھ کر پھر خرقہ ارادت دے دیتے ہیں۔"

جب میں نے یہ بات سنی تو میرے دل میں دوسوہ پیدا ہوا، حیران و پریشان ہو کر شیخ

کی خدمت میں آیا، اور زمین بوس ہوا۔ فرمان ہوا۔ ”بیٹھ جاؤ۔“ میں بیٹھ گیا، عرض کیا۔ ”مخدوم، اس وقت میں سید کرمانی کے پاس تھا، وہ خرقة کا بیان کر رہے تھے کہ اس کی چار قسمیں ہیں۔“ خدمتِ شیخ نے فرمایا ”جی ہاں، ایسا ہی ہے۔“ میں نے بہت عاجزی سے عرض کیا کہ ”مخدوم، میں بے چارہ ایک مدت تک فوج میں اس امید پر ملازم رہا کہ مجھے شہادت کی سعادت حاصل ہو جائے، پھر وہ کام چھوڑ دیا اور خواجہ کے خادموں کی صف میں شامل ہو گیا۔ اب مجھ بندے کا کیا حال ہو گا؟ میں کن میں شمار کیا جاؤں گا؟“

خدمتِ شیخ نے نہایت شفقت و مرحمت سے فرمایا کہ ”ہم نے تمہیں خرقة ارادت دیا ہے۔“ اس کے کچھ زمانے کے بعد جب میں سفر سے واپس آیا، تو ایک دن جماعت خانے میں یارانِ (طریقت) بیٹھے ہوئے تھے۔ چنانچہ قاضی محی الدین کاشانی اور ان کے بھائی قاضی رفیع الدین کاشانی اور چند دوسرے بزرگ تھے۔ خرقة پر گفتگو ہو رہی تھی، کہ خرقة کی چند قسمیں ہیں۔ چار تو یہی جو میں نے بندے سے نقل کیں۔ پانچواں خرقة ارادتِ حقیقی۔ ان بزرگوں کے درمیان بحث نے طول پکڑا کہ شیخ دن بھر میں ایک دو گھڑی کم و بیش کسی پر توجہ ڈالتا ہے، مگر شیخ کی آسودگی ہمیشہ اُس شخص پر توجہ کرنے میں ہوتی ہے جسے حقیقی ارادت کا خرقة دیا ہو، کہ اگر اُس (مرید) اور شیخ کے درمیان مشرق سے مغرب تک کا فاصلہ بھی حائل ہو تو شیخ ہر سانس میں اُس کی طرف متوجہ رہتا ہے اور کبھی اُس پر توجہ کرنے سے خالی نہیں رہتا۔ جب میں نے یہ بات سنی تو مجھ سے ضبطانہ ہوا۔ شیخ کی خدمت میں گیا، اور زمین بوس ہوا۔ فرمان ہوا۔ ”بیٹھو۔“ میں بیٹھ گیا۔ میں نے گفتگو شروع کی: ”مخدوم۔ یاروں کے درمیان خرقة پر بحث ہو رہی تھی، خدمتِ شیخ نے فرمایا، ”وہ کیا کہتے ہیں؟“

میں نے عرض کیا کہ بات اس پر ٹھہری ہے کہ خرقة کی پانچ قسمیں ہیں۔ ”خدمتِ شیخ نے فرمایا، ”جی ہاں، صحیح ہے۔“ میں نے عرض کیا، ”مخدوم، میں نے پہلے عرض کیا تھا تو میرے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ ہم نے تجھے خرقة ارادت دیا ہے۔ اب ایک اور ارادتِ حقیقی پیدا ہو گئی۔ میرا معاملہ کیا ہو گا؟“

خدمتِ شیخ نے ازراہ کرم فرمایا، ”آگے آؤ۔“ میں آگے بڑھا۔ آپ نے میری طرف ہاتھ بڑھایا میں نے ایک ہاتھ سے شیخ کا ہاتھ پکڑ لیا، اور دوسرے ہاتھ سے شیخ کا دامن تھام لیا، اور بے خود ہو گیا۔ اپنا رخسار شیخ کے زانو پر رکھ دیا اور رونے لگا۔ میں نے کہا، ”خدا کے لیے مجھے نہ چھوڑیے گا۔“ خدمتِ شیخ پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ چنانچہ شیخ کے آنسو ان کی ریش مبارک پر ڈھلکنے لگے، اور اس کے قطرے میری کمر پر گرنے لگے۔ وہ اپنے ہاتھ سے میری کمر تھپ تھپاتے رہے، اور ایک بات فرماتے رہے

جو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اسی دوران میں خدمتِ شیخ نے ایک ٹوک بھری۔ میں بے ہوش تھا اور مجھے کچھ سُدھ نہ تھی۔ جب شیخ کی ٹوک میرے کان میں پڑی تو مجھے ہوش آیا، اور کچھ سکون سا ہو گیا۔ بہت ہی اچھا وقت تھا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ حق جلّ وعلیٰ وہ وقت ہمیں ساڑ گار کرے۔ جب اس دعا گو نے یہ بات مولانا جمال الدین کی خدمت میں بیان کی تو مولانا نے فرمایا، ”تم نے جو یہ بات کہی اس کے تھوڑے حصے کا ایک جزو بھی افسوس کو نصیب نہیں ہوا ہے اور خدمتِ شیخ نے تم سے وہی بات فرمائی ہے جو اٹھوٹا نے امیر خسرو سے کہی تھی۔“ پھر کسی دوسرے وقت یہ بھی فرمایا ہے کہ ”تم یہیں رہو۔“ اس بات سے مجھے اُمید ہے کہ جو کچھ خدمتِ شیخ قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے نکلا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔

حکایت (۹۳) جب تمہیں خرقة کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اب یہ جان لو کہ خرقة دینے کا حق کس کو ہے؟ خرقة دینا شیخ کا حق ہے۔ یعنی وہ جو اپنے شیخ کی جانب سے اجازت یافتہ ہو، کیونکہ جب شیخ نے اس کی اجازت دے دی ہے تو گویا اُس کے کاموں کی ذمہ داری قبول کر لی ہے، یعنی جسے تو (بیعت میں) قبول کرے گا، اُسے ہم نے بھی قبول کیا اور یہ (قبولیت) سلسلہ وار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے، یہ سب ہر ایک درمیانی واسطے کے ذمہ دار ہوتے ہیں، پس اس کام (سلسلہ طریقت) میں ایسا قوی استحکام ہوتا ہے، اور جس کام کی بنیاد مضبوط نہیں ہوتی، اُس میں آخر کار کچھ اڑ چن پیدا ہو جاتی ہے، جب تم نے یہ بات مان لی اور چاہتے ہو کہ (سلسلہ بیعت کا) یہ کام شروع کرو تو ضروری ہے کہ کسی ایسے شیخ کا بل کی طلب کرو جو کامل حال ہو۔ (اس راہ کی) آفتوں کو جانتا ہو، شریعت و طریقت اور حقیقت کا علم رکھتا ہو۔ جب ایسا شیخ مل جائے تو اُس کے قدموں میں اپنا سر رکھ دو اور اُس کے سامنے خود کو مُردہ بنا ڈالو، اور اپنے سارے معاملات اُس کے حوالے کر دو۔ اگر تم خدا تک پہنچنا چاہتے ہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کیونکہ اس راہ میں بٹ مار بہت ہیں، خردوار اُن کے چنگل میں نہ پھنس جانا۔“

حکایت (۹۴) جب میں سفر میں تھا تو شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ کے خدمت گاروں میں سے ایک بزرگ تھے، میں اُن کی صحبت میں رہا۔ دو اور عزیز جن کے سر پر پٹے (بال) تھے، وہ بھی اُن کی صحبت میں تھے۔ اس بزرگ نے اُن سے کہا کہ تم ہماری صحبت میں رہتے ہو۔ اگر خَلق کرا لو تو اچھا ہو۔“ انھوں نے جواب دیا کہ ”اگر آپ کو اجازت (بیعت) حاصل ہے تو بہت اچھا ہے، ہمارے لیے خَلق (سرمونڈ نے) کا حکم دیجیے۔“

انھوں نے کہا، مجھے اجازت تو حاصل نہیں ہے، مگر تم شیخ رکن الدین ملتانی سے بیعت کی نیت

سے سرمنڈ والو جب ہم اور تم خدا کے فضل و کرم سے شیخ کے سامنے پہنچیں گے تو میں (اُن سے) عرض کروں گا کہ ان عزیزوں نے آپ کی (بیعت کی) نیت سے حلق کرایا تھا، اب یہ چاہتے ہیں کہ بیعت (کا شرف بھی حاصل) کر لیں۔ خدمتِ شیخ زادہ اپنے کرم سے آپ کو قبول فرمائیں۔

ان دونوں نے اُن بزرگ کے وعدے پر حلق کرایا۔ جب وہ بزرگ واپس اپنے مقامِ کتور میں پہنچے تو یہ بہت ضعیف اور بوڑھے ہو گئے تھے۔ سفر کی تکلیف بہت اٹھائی تھی۔ گھر پہنچ کر سال دو سال، یا کم و بیش خانہ نشین رہے، ملتان نہ جاسکے۔ ان مخلوق ہونے والوں میں سے ایک میرے پاس غیاث پور آیا اور کہا کہ ”فلاں بزرگ کا تو ملتان جانا ہو نہیں رہا ہے، اب میرا کیا ہوگا؟ میں کیا کروں؟ مجھے آپ شیخ کی خدمت میں لے جائیں، تاکہ میں بندگانِ شیخ کی صف میں شامل ہو جاؤں۔“

میں نے سوچا کہ اس شخص نے فضول حلق کرایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شیخ ایسی صورت میں قبول فرمائیں۔ اس بنا پر میں نے خدمتِ شیخ میں گزارش کی، مگر یہ ساری کیفیت اُن سے بیان نہیں کی۔ خدمتِ شیخ نے ساری عرضداشت سنی، اور خاموش ہے۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ اسی طرح جب بھی موقع ملا، میں نے اُس کی طرف سے چند بار گزارش کی۔ خدمتِ شیخ اسی طرح خاموش رہے۔ کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ ایک بار موقع پا کر میں نے پھر عرض کیا۔ فرمایا، ”وہ کہاں ہیں؟ انھیں بلاؤ۔“ وہ شخص اس وقت موجود تھا۔ میں نے خدمت میں پیش کیا۔ اُس نے آ کر زمین بوسی کی اور کھڑا ہو گیا۔ شیخ نے اُس پر ایک گہری نگاہ ڈالی اور فرمایا: ”انھوں نے حلق کہاں کیا ہے؟“ اب میرے لیے چھیلنے کی گنجائش نہ رہی۔ جو کچھ بھی کیفیت تھی، وہ میں نے عرض کر دی۔ خدمتِ شیخ نے کرم کیا اور فرمایا: ”خیر، یہ ہمارا کام نہیں ہے، انھیں وہیں (ملتان) بھیج دو۔“ پھر آپ نے چند بار اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا، اور ذرا گرم لہجے میں فرمایا: ”واہ رے بٹ مار۔“ چند بار اسی طرح فرمایا اور کہا، ”کیسے ظالم ہیں۔ اب یہ مسکین کہاں جائے، کس کے پاس جائے اور اسے کون قبول کر لے گا؟“ یہ فرمایا اور سر نیچے جھکا لیا۔ میں اور وہ دونوں (حضرت کے) سامنے سے چلے آئے۔

حکایت (۱۹۵) جسے اپنے شیخ سے اجازت حاصل نہیں ہے، اُسے کسی طرح بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بیعت کے لیے ہاتھ بڑھانے یا خرقہ پہنانے یا (سر پر) قینچی چلانے کا کام شروع کرے۔ کیونکہ اُس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس لیے اس کام (بیعت) میں استحکام نہیں ہوگا اور ایسا شخص کل قیامت کے دن اپنے شیخ کے سامنے شرمندہ ہوگا۔ کیونکہ قینچی اللہ کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ اس (لامذہبی) کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ اگرچہ بعض نے کہا ہے کہ مقراض بندے اور

مولیٰ کے درمیان علاقہ کو قطع کرنے کی علامت ہے۔ لہذا مقراض کی ایسی اہمیت ہے۔ یہ ہر شخص کا ہوتا نہیں ہے کہ وہ بیعت کر لے اور فرمایا: ”مقراض چلانا مہترا براہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے۔ البتہ مقراض چلانے میں تلقین کرنا جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے ہے۔“ اور فرمایا: ”درویش کو اصل میں عالم ہونا چاہیے اور مقراض چلانے میں یا خرقہ دینے میں صاحبِ قوت (اجازت یافتہ) ہوتا کہ اُس سے مسلک سنت و جماعت کے خلاف کوئی بات سرزد نہ ہو۔“

بیعت اور خرقہ اور مقراض کا بیان تو ہو چکا، اب کچھ باتیں فتوح لینے اور اُس کے متعلقات کی بیان کرتا ہوں۔

حکایت (۹۶) | ایک بار کسی شخص نے مولانا شرف الدین جیمینکل کی خدمت میں چاندی کے کچھ تنکے بھیجے۔ اُسے فلاں شہر میں ”دودھی“ کہا جاتا تھا۔ اسی عرفیت سے مشہور ہو گیا تھا۔ مولانا شرف الدین جیمینکل وہ چاندی کے کچھ تنکے لے کر شیخ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: ”یہ میرے لیے فلاں دودھی نے بھیجے ہیں، کیا حکم ہے؟ انھیں قبول کر لوں یا نہ کر لوں؟“

خدمتِ شیخ اُن کی اس گفتگو سے بہت تنگ ہوئے اور فرمایا: ”مولانا اگر اس میں تمھاری کوشش کو دخل نہیں ہے تو جو بھی کچھ نذر لاتا ہے، وہ قبول کر لو۔“

لہذا معلوم ہوا کہ اس کام (فتوح) میں کسی طرح کی بھی کوشش نہیں ہونا چاہیے۔ شیخ کے مریدوں میں سے بیشتر بزرگ متوکل ہوئے ہیں، اور وہ اس معاملے میں کوئی کوشش نہیں کرتے تھے۔ وہ صاحبِ فتوح ہوئے ہیں، جو کچھ غیب سے ملتا تھا، وہ قبول کرتے تھے، اور شیخ کے فرمان کے مطابق اُسے خرچ کرتے تھے (شیخ نے) اُن میں سے ہر ایک کے لیے فتوح کے لینے اور اُسے خرچ کرنے کے اصول مقرر کر دیے تھے۔ کسی سے فرماتے تھے ”جو کچھ تمھیں ملے اُس میں سے اُنکال دو۔ کسی سے فرماتے تھے اُنکال دو۔ کسی کو چوتھائی اور کسی کو تہائی (رقم) جدا کرنے کا حکم دیتے تھے چنانچہ خدمتِ مولانا جمال الدین کے پاس جو کچھ (نذرانہ) آتا تھا، وہ اُس کے تین حصے کرتے تھے۔ ایک تہائی اپنی اہلیہ کو دیتے تھے اور فرماتے تھے، اِسے تم جس طرح جی میں آئے خرچ کرو اور ایک تہائی اسی دن اپنے ساتھیوں (مریدوں) پر خرچ کر دیتے تھے۔ باقی ایک تہائی مسافروں کے لیے رکھتے تھے۔

البتہ مولانا حُسام الدین ملتانی کو جو کچھ ملتا تھا، وہ اُس میں سے الگ کرتے تھے اور اسی وقت کسی کو بھی بخش دیتے تھے۔ کچھ اُس میں سے اپنے یاروں (مریدوں) پر خرچ کرتے تھے اور جو باقی بچتا تھا، وہ کسی کے سپرد کر دیتے تھے، تاکہ وہ بہ تدریج دکھوڑا تھوڑا حسبِ ضرورت خرچ کیا جائے۔ یہ

معاملہ ابتداءے حال میں تھا۔ میں نے اُن کی خدمت میں عرض کیا اور کہا: ”مخدوم، اس کو بچا کر رکھنا کیسا ہے؟“ فرمایا کہ یہ طریقہ اس لیے ہے کہ اوقات پریشان نہ ہوں، اور فکر پیدائے نہ ہو۔“

اب اگر میں ہر ایک کا حال تفصیل سے (نام بنام) بیان کروں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ بعض کے پاس جو کچھ آتا تھا، اسی وقت خرچ کر ڈالتے تھے، اور یہ مجرّدوں کا شیوہ ہے۔ چنانچہ خدمت مولانا بُہان الدین غریب قدس اللہ روحہ اور مولانا فخر الدین زراذلی اور دوسرے بھی یہی طریقہ اختیار کرتے تھے۔ بعض اُمراء و ملوک بھی ایسے ہی تھے۔ اُنھیں جو تنخواہ ملتی تھی، اُس کا ایک حصّہ وظیفہ خواروں میں تقسیم کر دیتے تھے اور باقی راہِ حق میں خرچ کر دیتے تھے اور خود مجرّد (خالی ہاتھ) رہ جاتے تھے۔ چنانچہ ملک تلبغہ بُغدہ کو ۲۵ ہزار تنخواہ ملتی تھی اور عہدِ قطبی (قطب الدین مبارک شاہ) میں یہ ستر ہزار تنگے ہو گئی تھی۔ وہ سب راہِ خدا میں خرچ کر دیتا تھا اور خود ہمیشہ مفلس رہتا تھا۔ ایسے بہت سے (امراء) ہوئے ہیں۔ چند کا ذکر نام لے کر کرتا ہوں۔

حکایت (۹۷) | ملک قیران امیر شکار سلطان کے مقرب (مصاحبین) میں سے تھا۔ چنانچہ ذرا سی دیر کے لیے بھی سلطان کے پہلو سے جُدا نہ ہوتا تھا، اور سلطان بھی اُس سے بہت خوش تھا۔ جب وہ (شیخ) کی بیعت سے مشرف ہوا تو خدمتِ شیخ میں عرضداشت کی کہ ”آپ حکم فرمائیں کہ یاروں (شیخ کے مریدوں) میں سے جس کسی کا قرض ادا ہونے سے باقی ہو، وہ بندہ ادا کرے۔“ خدمتِ شیخ نے فرمایا: ”خدا تمھیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔“ بلکہ مذکور جب تک زندہ رہا اس نے اپنے اس عہد کو پورا کیا۔ جس کسی (برادرِ سلسلہ) کا قرض واجب الادا ہوتا تھا، ادا اُسے خبر ہو جاتی تھی۔ وہ اُس قرض کو ادا کر دیتا تھا اور اس معاملے میں کبھی قدم پیچھے نہیں ہٹاتا تھا۔ اُس نے اپنا سارا مال اسی کام میں خرچ کر دیا اور خود مفلس رہتا تھا۔ چنانچہ ایک بار خواجہ تاج الدین داوری پر لوگوں کے پانچ سوتنگے واجب الادا تھے۔ لوگوں نے اُن سے کہا: ملک قیران کو خبر کر دینی چاہیے۔“ اُنھوں نے کہا: ”میں ہرگز خبر نہیں کروں گا۔ کسی سا تھی نے اُنھیں بتائے بغیر ملک قیران سے اُن کے قرض کا حال بیان کر دیا، اور (اس خبر کو نیوالے شخص) نے کہا: ملک قیران نے فوراً پانچ سوتنگے اُن (خواجہ تاج الدین) کے پاس بھجوادیے، تاکہ وہ اپنا قرض ادا کر دیں۔“

اسی طرح کتنے ہی دساندہ لوگوں کی اور خلقِ خدا کی وہ زندگی بھر مدد کرتا رہا، اور اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرتا رہا۔

حکایت (۹۸) | سلطان علاؤ الدین (خلجی) کے بھانجے ملک حُسام الدین قتلغ جب شیخ کی ارادت کے شرف سے مشرف ہوئے، تو خدمتِ شیخ میں نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ

قوام العقائد

خدمتِ شیخ اُن کے گھر کو اپنے قدم مبارک سے عزت بخشیں۔ جب خدمتِ شیخ نے اُن کی یہ درخواست منظور فرمائی تو ملک مذکور اپنے گھر آئے۔ تمام اسباب و املاک مثلاً گھوڑے، چاندی، سونا، جواہرات، چوپائے وغیرہ کی فہرست تیار کی اور کہا کہ ان کو دو حصوں میں بانٹ دیں۔ ایک فہرست اپنی والدہ کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ سب اسباب آپ کا ہے، جیسے مرضی ہو، خرچ کریں۔ مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔ اور دوسرا حصہ شیخ پر صدقہ کرنے کی نیت سے خلیق خدا کو دینے کے لیے رکھا۔ جتنے غلام اور باندیاں تھیں انھیں شیخ کے تشریف لانے کی خوشی میں آزاد کر دیا۔ اب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور گزارش کی کہ خدمتِ شیخ قدم رنجہ فرمائیں۔ خدمتِ شیخ ڈولے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جب ڈولہ پڑھنے تو دیوانے سے دگھر کے صدر مقام تک دو تین صحن درمیان میں تھے، جب شیخ وہاں پہنچے، ملک مذکور نے کہا تھا کہ دیبا اور قالین وغیرہ صحن میں اچھائے جائیں تاکہ حضرت کے ساتھی (مریدین) اور ڈولا اٹھانے والوں (کہار) کے قدم زمین پر نہ پڑیں۔ وہ سب اُن قالینوں اور دیبا (کے فرشوں) پر چل رہے تھے۔ جب خدمتِ شیخ صدر میں رونق افروز ہوئے تو وہ سب قالین اور دیبا (کے فرش) کہاروں کو بخش کر دیے گئے۔ پھر خدمتِ شیخ نے (ملک قتلغ کے لیے) دعا فرمائی:

اے عزیز، اُمراء اور ملوک جو خدمتِ شیخ سے وابستہ ہوتے تھے، اُن میں سے بھی ہر ایک ایسا تھا کہ اپنی جان و مال سب کچھ راہِ حق میں لٹا دیتا تھا۔ خود مجرّد اور مفلس رہ کر زندگی گزارتا تھا۔

حکایت (۹۹) | ایک بار ایک طالب علم شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری دو (کنواری) بیٹیاں ہیں، اور میرے اندر اتنی سکت اور ایسی حیثیت نہیں کہ اُن کو کہیں بیاہ سکوں خدمتِ شیخ نے قلم دوات طلب فرمایا اور لکھا:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا (الانعام ۱۶۰)

یہ پرچہ اُس طالب علم کو دیا اور فرمایا: ”یہ قیربک کے پاس لے جاؤ اور اُس سے اپنا حال بیان کرو۔“ وہ شخص ملک قیربک کے پاس گیا اور شیخ کا لکھا ہوا (رقعہ) اُس کو دیا، اور اپنی کیفیت بیان کی۔ جب ملک قیربک نے شیخ کا لکھا ہوا (رقعہ) پڑھا اور شیخ کے خط کو پہچان لیا تو اندگیا اور اُس وقت خود اُس نے اپنی بیٹی کی شادی کی تیاری شروع کر رکھی تھی اور اس کے لیے زیورات تیار کرائے تھے۔ وہ (زیوروں کا) پورا ڈبہ اٹھا لایا اور اُس طالب علم کو بخش دیا۔ دوسرے دن جب وہ سلطان علاؤ الدین (خلجی) کے دربار میں گیا تو سلطان نے پوچھا: ”قیربک کل کا ماہر کیا تھا؟ بتاؤ۔“ قیربک کو سخت حیرت ہوئی۔ سلطان نے کہا: ”شیخ نے کیا لکھا تھا؟“ قیربک نے ساری کیفیت بیان کر دی۔ جب سلطان نے یہ بات

سنی تو قیریک کی بہت تعریف کی، اور فرمایا: ”وہ زیور کتنے تھے، اُن کی فہرست لاؤ۔“ ملک قیریک نے فہرست لاکر پیش کر دی۔ اب یہ تو (سب کو) معلوم ہے کہ لوگ کی بیٹیوں کے کتنے (بہت سے) زیورات ہوئے ہیں۔ غرض جیب وہ فہرست سلطان کے ملاحظہ میں پیش کی گئی تو اُس نے حکم دیا کہ اسے دس گنا کر کے ملک کو دے دیا جائے۔

اے عزیز! اسی (واقعہ) سے خدمتِ شیخ کے وابستگان اور خدام کی ہمت معلوم ہو جاتی ہے کہ اُن کی نظر میں (مال و دولت) دنیا کی کوئی وقت نہیں تھی۔

حکایت (۱۰۰) | ایک بار خدمتِ شیخ صُفّہ ستون کے حجرے میں ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔ قاضی محی الدین اُن کے سامنے تھے، اور ایک دوسرے بزرگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی بزرگ کی حکایت بیان ہو رہی تھی۔ اسی اشارہ میں دُعا گو (قوام الدین) کو طلب فرمایا گیا۔ میں آیا تو حضرت نے اشارہ کیا: ”بیٹھ جاؤ۔“ میں خدمتِ شیخ کے مقابل میں بیٹھ گیا۔ آپ (دورانِ گفتگو میں) کبھی قاضی محی الدین کی طرف رُخ کرتے تھے، کبھی اُن دوسرے بزرگ کی جانب۔ مگر اس کے لیے خدمتِ شیخ کو ہر بار دونوں طرف (دیکھنے کے لیے) مُڑنا پڑتا تھا، اور میں سامنے ہی بیٹھا ہوا تھا، اس لیے زیادہ تر مجھ سے ہی کلام فرماتے رہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ”سنو، آدمی کو مُستَمان اور مَدَّہ (یعنی نہ کسی سے کچھ لینے والا، نہ کسی کو کچھ دینے والا) ہونا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہو تو.....“ اس پر آپ نے ذرا سی دیر غور فرمایا اور وہ تامل یہ تھا کہ اگر ایسا گروہ یا دِحِّق میں اتنا مستغرق ہوتا ہے کہ اُسے نہ کسی سے کچھ لینے کا ہوش ہوتا ہے نہ دینے کی سُدھ ہوتی ہے، لیکن جب حق تعالیٰ کی جانب سے اُن پر القادر ہوتا ہے کہ ہمارے بندوں کی دعوت کرو، تو اب کچھ چارہ نہیں رہتا۔ لہذا ”بِستَمان و مَدَّہ“ (لو بھی اور دو بھی) ہو جائے۔ اور مُستَمان و مَدَّہ (مت لو، اور کسی کو کچھ مت دو) سے اللہ کی پناہ۔“ پھر کچھ غور فرمایا: ”جانتے ہو، مُستَمان و مَدَّہ کیا ہوتا ہے؟“ میں نے ادب سے سر جھکایا اور عرض کیا: ”ارشاد فرمائیے۔“ فرمایا: ”مُستَمان و مَدَّہ وہ ہوتا ہے کہ کوئی یا دِحِّق میں اتنا مستغرق ہو جائے کہ اُسے نہ کچھ لینے کی سُدھ ہو نہ دینے کی۔ اگر ایسا نہ ہو تو ”بِستَمان و مَدَّہ“ جانتے ہو کیا ہوتا ہے؟“ میں نے پھر ادب سے سر جھکایا اور عرض کیا: ”آپ ہی فرمائیے“ فرمایا: ”دش دش لیتے رہو، ایک ایک دیتے رہو، تو لو تو دش دش کر کے دید و ہزار لو تو تو ستو کر کے دے ڈالو۔“ پھر آپ نے اپنی آستین مبارک میری جانب ڈال دی۔ (یعنی میری جانب سے رُخ پھر کر دوسری طرف کر لیا۔)

یہ حکایت میں نے چند دوسرے ساتھیوں سے بیان کی۔ اُن سب نے یک زبان ہو کر کہا، کہ

خدمتِ شیخ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ تمہیں جو کچھ (نذرانہ) ملے، اُس کا پُر دے دیا کرو۔ میں اس وقت تک مُجَرَّد (غیر شادی شدہ) تھا۔ کوئی جھنجھٹ نہیں تھا۔ میں نے اُن سے کہا کہ "خیر یہ حکم میرے لیے نہیں ہے، اور شیخ کا ارادہ بھی یہ نہیں تھا۔ جس وقت خدمتِ شیخ ارشاد فرما رہے تھے، میں نے اُن کی برکت سے اُسی وقت یہ جان لیا تھا کہ وہ کیا فرما رہے ہیں۔ میرے حق میں تو یہ (درست) ہے کہ ایک کسی سے دس لوں اور ایک ایک کر کے دس کو دے دوں اور بقدرِ مائتاج (ضرورت کے بقدر) اس میں سے اپنے لیے رکھوں۔ سب نے متفقہ طور پر انصاف کیا اور کہا: "یہ بات تم ہی سمجھ سکتے تھے۔"

اب میں یہ بیان کرتا ہوں کہ صاحبِ فتوح "کس کو کہا جائے گا؟" شیخ کے مریدوں میں سے زیادہ تر متوکل اور صاحبِ فتوح تھے۔ اُن کی کوئی مقررہ آمدنی نہیں تھی اور کسی طرح بھی ظاہر و باطن میں کوشش (حصولِ زر کی) نہ کرتے تھے۔ لہذا فتوح کا لینا اُس شخص کا حق ہے جو قطعاً کوئی کوشش نہ کرتا ہو۔ نہ ظاہر میں نہ ڈھکے چھپے طریقے سے، اور کسی سے مقررہ آمدنی کے طور پر کچھ قبول نہ کرے۔ نیز مندرجہ ذیل آٹھ مدوں میں سے بھی کچھ قبول نہ کرے۔ وہ یہ ہیں: (۱) زکوٰۃ (۲) امامت (۳) اذان دینے کی اجرت (۴) درس (۵) کتابت (۶) سوال (فتویٰ) (۷) تعلیم (۸) ختم (خواجگان وغیرہ) اس قول کی تائید میں یہ بات ہے کہ شیخ الاسلام فرید الدینؒ سے بیعت ہونے سے پہلے خدمتِ شیخ چاندی کا ایک تنگہ بطور وظیفہ درس پایا کرتے تھے۔ جب شیخ سے بیعت کی تو وہ چاندی کا تنگہ لینا چھوڑ دیا۔

خدمتِ شیخ نے فرمایا ہے کہ خواجہ علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جس کی روزی کا ذریعہ معلوم (مقرر) ہو، وہ الہام اور دوسو سے کے درمیان فرق نہیں کر سکتا اور مشائخ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ جو حرام (آمدنی) کھائے، وہ بھی الہام اور دوسو سے میں فرق نہیں کر سکتا۔

شیخ کے بیشتر مریدین اسی طریقہ پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار جب تاج الملک دولت آباد میں تھا، اُس نے تین سوتنگے یا کم و بیش مولانا بُرہان الدین غریب قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں، نئی چاندرات کو (بطورِ نذرانہ) بھیجے، وہ اُنھوں نے قبول فرمایا۔ جب دوسری چاندرات آئی تو اُس نے پھر تین سوتنگے بھیجے۔ خدمتِ مولانا (غریب) نے اپنے خادم سے کہا کہ ایک بار کوئی بلک خدمتِ شیخ الاسلام نظام الدین قدس اللہ سرہ العزیز کے لیے چاندرات کو کوئی چیز (بطورِ نذر) لایا۔ خدمتِ شیخ نے وہ (نذر) قبول کر لی۔ پھر دوسری چاندرات کو کچھ لے کر آیا تو خدمتِ شیخ نے فرمایا: "یہ تو لگی بندھی آمدنی ہوگئی۔" اسے قبول نہیں کیا۔ اس حکایت کے بعد مولانا نے فرمایا ہمیں بھی اس طرح قبول نہیں کرنا چاہیے اور اُسے قبول نہیں کیا۔

چنانچہ لگی بندھی (نذر) قبول نہ کرے، کھل کر یا اشاروں میں اپنا حال (کسی سے) نہ کہے کہ وہ بھی

خواہش ہے، اور کسی کے سامان کی تعریف نہ کرے کہ یہ بھی حسن طلب ہے اور اگر اس تعریف کے بعد (سامان کا مالک) وہ چیز نذر کرنے لگے تو اُسے قبول نہ کرے، اور کسی سے بھی اپنا حال بیان نہ کرے کہ وہ کسی دوسرے سے کہہ دے، یہ بھی ایک طرح سے کوشش کرنا ہے۔ جب ایسا ہو تو چاہیے کہ اب خطرات قلب کی نگرانی کرے، اور خطرات قلب پر نگاہ رکھنا ہر ایک کے قابو کی بات نہیں ہے، تو پھر کیا کرے؟ جب پہلی بار دل میں کوئی خطرہ گزے کہ فلاں شخص آتا ہے تو میرے لیے وہ فلاں چیز لایا کرتا ہے، اب آئے گا تو فلاں چیز لائے گا۔ چاہیے کہ ایسے خیال کو دل سے دُور کرے اور اُسے دل میں جمنے نہ دے، جب وہ خیال پھر گھٹنے لگے تو پھر اُسے نکال باہر کرے، یہاں تک کہ تیسری بار (وہ خیال آئے تو) یہ نذر کرے کہ اگر وہ کچھ لے کر آئے گا تو میں قبول نہیں کروں گا۔ اس طرح اپنے نفس کو محروم کرے۔ اُمید ہے کہ خطرات قلب کی نگہداشت اس طریقے سے پایدار ہو جائے گی، اور جب خطرہ دل کی نگرانی حاصل ہوگئی تو اب وہ خطرہ رحمانی اور ملکی اور نفسانی و شیطانی کے درمیان فرق کرنے لگے گا۔ جب ایسا ہو گیا تو جو کچھ بھی اُسے پہنچے گا وہ من جانب حق پہنچے گا، اُسے رد نہ کرے، کیونکہ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے۔ جو کچھ تمہاری طلب کے بغیر تمہیں پہنچے، اگر اُسے رد کرو گے تو گویا تم نے حق تعالیٰ (کے عطیہ) کو رد کیا اور مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس (فتوح) سے آگے اور کوئی (اعلیٰ) مد نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں کسی طرح کے ثبوت کا امکان نہیں۔ کیونکہ یہ آمدنی خاص حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدمتِ شیخِ قدس اللہ بترہ العزیز نے بارہا فرمایا ہے کہ ”ہم جس کو بھی کوئی چیز دیتے ہیں، اُس کے (جائز اور حلال ہونے کے) ہم ذمہ دار ہیں۔“

نواں باب

(۹)

خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز کے ملفوظات
اور بعض مشائخِ قدس اللہ سرہ اہم کے اقوال کے بیان میں

(۱) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (التکویر ۸-۹) (جب زندہ گاڑ دی جانے والی سے پوچھا جائے گا تو کس گناہ میں قتل کی گئی؟)

جو سانس بھی یادِ حق میں نہ نکلے اسی سانس کو زندہ نہیں کہا جاسکتا۔ جب اس کی صلاحیت عطا کی گئی ہے کہ سارے سانس اللہ کی یاد میں نکلیں تو جو سانس بھی اُس کی یاد میں نہ نکلے اُسے گویا زندہ درگور کر دیا، اُس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(۲) فائدہ : جب خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : ”بندے کا ایمان اُس وقت مکمل ہوتا ہے جب اُس میں یہ پانچ خصلتیں پختہ ہو جاتی ہیں : توکل، رضا، تسلیم، تقویٰ اور صبر۔“

(۳) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ ”خلق کی چار قسمیں ہیں : بعض تو ایسے ہیں کہ اُن کا ظاہر آراستہ ہوتا ہے اور باطن خراب۔ بعض ایسے ہیں جن کا باطن آراستہ ہوتا ہے ظاہر خراب۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں خراب ہوتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوتے ہیں۔“

جس گروہ کا ظاہر آراستہ اور باطن خراب ہے وہ عبادت گزار لوگ ہیں جو بہت عبادت کرتے ہیں مگر اُن کا دل دنیا میں اٹکا رہتا ہے۔ اور جس طبقے کا باطن آراستہ، ظاہر خراب ہے وہ مجذوب ہیں وہ حق سے مشغول رہتے ہیں اور ظاہر کا کوئی سرو سامان اُن کے پاس

قوام العقائد

نہیں ہوتا۔
جس گروہ کا ظاہر و باطن دونوں خراب ہیں یہ عوام ہیں اور جن کے ظاہر و باطن دونوں
آراستہ ہیں وہ مشائخ (صوفیہ) ہیں۔

(۴) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا: «ولایت کی دو قسمیں ہیں
ولایتِ ایمان اور ولایتِ احسان۔ ولایتِ ایمان یہ ہے کہ جو کوئی مومن ہے وہ ولی ہو سکتا
ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: اللَّهُ وَرِثَةُ الَّذِينَ آمَنُوا (اللہ ان کا دوست ہے
جو ایمان لائے) (البقرہ / ۲۵۷)
مگر ولایتِ احسان یہ ہے کہ کسی کو کشف و کرامات اور مرتبہ عالی حاصل ہو جائے۔

(۵) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ «توکل کے تین درجے ہیں۔
پہلا ایسا ہے جیسے کوئی اپنے جوابِ دعویٰ کے لیے کسی کو وکیل بنا لے اور اُس کا وکیل دانشمند
بھی ہو ہمدرد بھی۔ مگر وہ کبھی کبھی اُس (وکیل) سے کہے کہ فلاں کام اس طرح کرنا۔ دوسری
مثال یہ ہے کہ دودھ پیتے بچے کی طرح ہو جو اپنی ماں کی شفقت پر پورا انحصار کرتا ہے اور تقاضا
نہیں کرتا۔ مگر کبھی کبھی (دودھ کی طلب کے لیے) دیتا ہے۔
تیسرا مرتبہ یہ کہ غسل دینے والے کے ہاتھوں میں مُردے کی طرح ہو۔ یہ سب سے بلند
رتبہ ہے کیونکہ التَّوَكَّلُ هُوَ التَّقِيُّ بِاللَّهِ (توکل اللہ پر بھروسے کا نام ہے)
(۶) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا: توکل یہ ہے کہ (کسی چیز کے ہونے
یا نہ ہونے کی دونوں حالتوں میں دل مطمئن ہو۔

(۷) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا: اگر کوئی اللہ کی طرف متوجہ
ہوتا ہے اور اُس پر پورا بھروسا اور اعتماد کرتا ہے، اپنے کام اُس کے سپرد کر دیتا ہے
اور خود کو بھی اُس کے حوالے کر دیتا ہے اور جو تکلیفیں پیش آتی ہیں اُن میں ثابت قدم رہتا
ہے تو اُسے کسی چیز کی کمی نہیں رہتی اور وہ اللہ کا کرم طرح طرح سے دیکھتا رہے۔

قوام العقائد

(۸) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : ” بندے کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب رہنا چاہیے اگر تمام عمر میں ایک بار بھی رضاے حق کی تلاش کر لے تو وہی کافی ہے۔“

(۹) فائدہ : جب تک اپنے اختیار اور تدبیر کا ترک اور اطمینانِ قلب مرد کی صفت نہ ہو اور (اس کیفیت) میں ٹھہراؤ پیدا نہ ہو، ہرگز مشغولی باطن نصیب نہیں ہو سکتی۔

(۱۰) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : ”مرد کو ایسا ہونا چاہیے کہ اُس کے سر پر پاؤں رکھنا یا پاؤں پر سر رکھنا دونوں اُس کے نزدیک برابر ہو جائیں۔ ایسے (شخص) کے پاؤں پر سر رکھا جاسکتا ہے اس سے اُس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا اور اس سر رکھنے والے کو فائدہ ہوتا ہے۔ اور فرمایا : ایک بار خواجہ ابوسعید ابو النخیر قدس اللہ سرہ العزیز کسی راستے میں سوار جا رہے تھے۔ ایک مرید مل گیا۔ اُس نے خواجہ کے زانو کو بوسہ دیا۔ خواجہ نے فرمایا : اور نیچے۔ اُس مرید نے رکاب کو چوما۔ خواجہ نے فرمایا : اور نیچے اُس نے گھوڑے کے زانو پر بوسہ دیا۔ خواجہ نے فرمایا : اور نیچے۔ اُس شخص نے گھوڑے کے سُم کو چوما۔ کسی مخالف کو اس کی خبر ہو گئی اس نے خواجہ سے پوچھا کہ یہ کیا تھا ؟ تب خواجہ ابوسعید نے اُس سے فرمایا : ”وہ جتنا نیچے کو جھکتا تھا، اُس کے مقامات و درجات بلند تر ہوتے جاتے تھے۔“

(۱۱) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ مہتر عیسیٰ علیہ السلام نے کسی شخص کو سویا ہوا دیکھا اور کہا : ”اُمٹھ اور اللہ کی عبادت کر“ اُس شخص نے کہا کہ میں ایسی عبادت کر چکا ہوں جو ساری عبادتوں سے بہتر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا : وہ کون سی عبادت ہے ؟۔ اُس نے کہا : میں نے دنیا کو دنیا والوں کے لیے تیاگ دیا ہے۔“

(۱۲) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : ”اللہ کی طرف جانے کے راستے خلق کے سالنوں کی تعداد کی برابر ہیں“ ہر کام میں سچائی (اخلاص) ہوتی چاہیے تاکہ جس شغل

میں بھی ہو وہی اُسے اللہ تک پہنچا دے۔

(۱۳) قائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا: «خلق کی نظر عمل پر ہے اور حق تعالیٰ تبت کو دیکھتا ہے، اگر نیت نیک ہو اور حق کے لیے ہو تو تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے۔

(۱۴) قائدہ : خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہزار پیرِ طریقت کا اجماع ہے کہ اتنی ریاضت کافی ہے کہ جب بھی اپنے دل کو تلاش کرو تو اُسے حق سے وابستہ پاؤ۔

(۱۵) قائدہ : دلوں کے اعمال کا ایک ذرہ اعضائے اعمال کے پہاڑوں سے بھی افضل ہے۔

(۱۶) قائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا: «ایک سالک ہوتا ہے، ایک واقف ہے، ایک راجح ہے۔ سالک وہ ہے جو راستہ چل رہا ہے، واقف وہ ہے جو (راہ میں) ٹھہر گیا ہو۔ اگر سالک سے عبادت میں کچھ فتور واقع ہو جاتا ہے تو وہ ٹھہر جاتا ہے، اس کی اگر جلدی خبر لے لے اور توبہ کر لے تو پھر سالک ہو جاتا ہے (چلنے لگتا ہے) اگر عیاذاً باللہ اسی حالت پر قائم رہے تو پھر پیچھے کو پلٹنے لگتا ہے۔

(۱۷) قائدہ : جان لو کہ جو مرید مردانِ خدا کے مقام تک پہنچتا ہے وہ دو صفتوں سے پہنچتا ہے : صدق اور اخلاص سے۔ اور یہ دو باتیں درست نہیں ہوتیں مگر ان دو باتوں سے : شریعت کے حکم کا اتباع کرنا اور خلقِ خدا سے کنارہ کشی کرنا۔
(رسول) علیہ السلام نے فرمایا ہے: صدق نیکی کی راہ دکھانے والا ہے۔

(۱۸) قائدہ : مرید کے لیے ضروری ہے کہ دولت، جاہ اور خلق سے قطع نظر کیے ان سے نکل آئے تاکہ وہ خواہشاتِ نفسانی کے نہایت باریک رمز اور (نفس کے) چھپے ہوئے عیوب کو جان سکے۔

(۱۹) قائدہ : زید بن اسلم کہتے ہیں: مرد (درویش) کا کمال دو خصلتوں سے ہے صبح کو قوام العقائد

جب بیدار ہو تو کسی گناہ کا ارادہ نہ کرے، رات کو جب سونے کے لیے لیٹے تو کسی گناہ کا قصد نہ ہو۔ جب زہد و تقویٰ کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے تو (اپنا) نفس اُس پر منکشف ہو جاتا ہے، وہ حجابوں سے باہر نکل آتا ہے، نفس کی تمام حرکتیں اور خفیہ شہوات اُسے معلوم ہو جاتی ہیں۔ مُرید کو یہ زیب دیتا ہے کہ خود اپنے احوال کا اور اقوال کا محاسبہ کرتا رہے اور اپنے نفس کو اس کی چھوٹ نہ دے کہ وہ کوئی حرکت کرے یا کوئی کلمہ زبان سے غیر حق کے لیے نکالے۔“

(۲۰) فائدہ : یہ کہا گیا ہے کہ ملنے چلنے والوں کا زیادہ ہونا صدق کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ مُرید کے صدق میں کمی کی وجہ سے ہوتا ہے کہ اُس کے ہم نشین زیادہ ہوں، اس کے لیے سب سے زیادہ نفع دینے والی چیز خاموش رہنا ہے اور خلق کی باتوں سے بچنا۔ کیونکہ اس کا باطن بھانت بھانت کی باتیں سن کر متخیر ہو جاتا ہے اور مُبتدئی (مریدوں) کے باطن شمع کی طرح ہوتے ہیں جو ایک بھونک سے بجھ سکتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مُبتدئی صرف خلق کو دیکھنے سے ہی نقصان زدہ ہو جاتا ہے اسی طرح فضول نگاہ کرنے سے یا فضول چلنے سے۔

(۲۱) فائدہ : خواجہ سُفیان فرماتے ہیں: (کچھ لوگ) اُصول کو چھوڑنے کی وجہ سے وصول (خدا رسیدگی) سے محروم رہ گئے۔ یعنی جس کا قول و فعل صرف ضرورت کے بقدر نہ ہو گا وہ اس پر قادر نہیں ہو سکتا کہ اپنا کھانا پینا اور سونا ضرورت کے بقدر کرے۔ جب ضرورت سے زیادہ کرے گا تو دل کی عزیمت (ارادہ) اُس سے رخصت ہو جائے گی، اور وہ ایک ایک کر کے اپنے مقاصد سے نیچے گرتا چلا جائے گا۔

(۲۲) فائدہ : کسی مُرید کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ دُنیا داروں میں سے کسی سے شناسائی پیدا کرے کیوں کہ ان (دُنیا داروں) کی جان پہچان بھی نہ ہر قاتل ہوتی ہے۔ اہل دُنیا سے شناسائی نہ ہر قاتل ہے کیونکہ دنیا حق کی مَبغُوضہ (ناپسندیدہ) ہے جو اس کی رستی پر ہاتھ مارتا ہے وہ اُسے دوزخ کی طرف کھینچ لیتی ہے اور کوئی رستی اللہ والوں، اس کی طلب کرنے والوں اور اُس سے محبت کرنے والوں کی رستی سے زیادہ مضبوط نہیں ہے۔ کیونکہ اہل دُنیا سے شناسائی وہ چاہے یا نہ چاہے اُسے دُنیا کی طرف کھینچتی ہے۔

انہوں نے کہا، کچھ اور فرمائیے۔ کہا: ”اور تمہاری طاعت کو تم سے پوشیدہ رکھے۔“

(۲۷) **فائدہ:** خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ نے فرمایا: (رسول) علیہ السلام کا قول ہے ”رحمن کی کشتیوں میں سے ایک کشتی ثقلین کی عبادت سے اچھی ہے۔“

(۲۸) **فائدہ:** خواجہ بن عبد اللہ کہتے ہیں: ”بندے کو اللہ کی مدد اُس کی نیت کے بقدر ملتی ہے جس کی نیت پوری ہے اُسے اللہ کی مدد بھی پوری ملتی ہے۔“

(۲۹) **فائدہ:** خواجہ سلیمان دارانی نے کہا: حق تعالیٰ سے ایسا ڈرو، کہ اُس کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ اور اُس سے ایسی اُمید رکھو کہ اُس کی پکڑ سے نچشت نہ ہو جاؤ۔

(۳۰) **فائدہ:** مومن اور منافق میں فرق یہ ہے کہ مومن کا دل ہر ساعت میں ہزار بار اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور منافق کا دل ہزار برس تک غیر حق (باطل) پر جبار ہوتا ہے۔

(۳۱) **فائدہ:** خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا، ”باطن کی ساری پراگندگی بولنے سے پیدا ہوتی ہے۔“ اور مولانا منور سے فرمایا: ”دل کو حق کی طرف (متوجہ) رکھو اور مُباح باتوں سے بھی دامن بچاؤ۔“

خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا: ”شکر ادا کرنا موجود نعمت کو باندھ رکھتا ہے۔“

(۳۲) **فائدہ:** خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے کہا۔ (رسول) علیہ السلام نے فرمایا ہے ”جس کسی نے کسی زندہ (شخص) سے ملاقات کی اور (اُس کے گھر) کچھ چکھا نہیں تو گویا اُس نے کسی مُردے سے ملاقات کی۔“

اگر کوئی چیز موجود نہ ہو تو مہمان کا حق خوش اخلاقی سے (پیش آکر) ادا کرنا چاہیے چلے کوئی بھی آئے۔

(۳۳) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدسِ اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : ”جب آرہا ہے تو (حاجت مندوں کو) دو اس سے کم نہیں ہوگا، اور جب جا رہا ہے تو بچا کر مت رکھو کہ یہ دیکھا رہے پاس (ٹیکے کا نہیں۔
 خرچ کرتے ہیں اگر اخلاص بھی شامل ہو تو اچھا ہے، ورنہ بہر حال کسی کے دل کو آسائش تو پہنچتی ہے! قیامت کے بازار میں کسی چیز کے اتنے خریدار نہ ہوں گے جتنے (انسانی ہمدردی سے لبریز) دلوں کے ہوں گے۔ اور اس کام (درویشی) کی بونجی ایشا رہی تو ہے۔“ تم ہرگز نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک وہ خرچ نہ کر دو جس سے تمہیں محبت ہے۔“ (آل عمران ۹۲)

(۳۴) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدسِ اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : ”جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے کسی بندے کو عزیز بنا دے تو دنیا کو اس کی نظر میں خوار کر دیتا ہے، اور جس کو وہ خوار کرنا چاہتا ہے اس کی نظر میں دنیا کو عزیز بنا دیتا ہے۔“

(۳۵) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدسِ اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : ”ایک بزرگ نے کہا کہ اگر ساری دنیا مجھے دے دیں اور یہ کہیں کہ اسے قبول کر لو تم سے اس کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اس طرح مجھے دیں اور یہ بھی کہیں کہ اگر قبول نہ کرو گے تو تمہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو میں دوزخ قبول کر لوں گا دنیا کو لینا پسند نہیں کروں گا۔“

(۳۶) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدسِ اللہ سرہ العزیز نے فرمایا کہ ”سو نے چاندی (دولت) میں جو راحت ہے وہ انہیں خرچ کرنے سے ہے۔ انسان کسی چیز میں راحت نہیں پاسکتا جب تک زرد و سیم خرچ نہ کرے مثلاً : یہ چاہتا ہے کہ خوب اچھا لباس پہنے یا بہترین کھانے کی خواہش رکھتا ہے اسی طرح جو بھی تمنا ہو جب تک پیسہ خرچ نہیں کرے گا یہ راحت نہیں مل سکتی۔ لہذا معلوم ہوا کہ دولت میں راحت اس کے جانے سے ہے۔“

اور فرمایا کہ ”دولت جمع کرنے سے بہتر کام یہ ہے کہ اس سے کسی دوسرے کو کچھ فائدہ پہنچ جائے۔“

(۳۷) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدسِ اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : ”صبر یہ ہے کہ جب کوئی ناگوار

(حادثہ) بندے پر نازل ہو تو اُس پر صبر کرے اُس کی شکایت نہ کرے مگر رضایہ ہے کہ اُس بلا سے اُسے کوئی ناگواری نہ ہو، جیسے یہ بلا اُس پر آئی ہی نہیں!

(۳۸) فائدہ : خدمتِ شیخ قدس التذکرہ العزیز نے فرمایا: ”درولیش پیٹ بھر کر نہیں کھاتا اور خوب جم کر نہیں سوتا۔ جو پیٹ بھر شخص نماز پڑھتا ہے شیطان اُس سے معانقہ کرتا ہے اور جو بھوکا سو رہا ہوتا ہے اُس کے پاس سے بھاگ جاتا ہے۔ اِس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ پیٹ بھر جب سو رہا ہو تو شیطان اُس سے کس طرح ملے گا اور کوئی بھوکا جب نماز پڑھ رہا ہو تو اُس سے کتنا دور بھاگے گا۔

(۳۹) فائدہ : اولیاء کی نشانیاں تین ہیں: نیک انسان کی مدد کرنا، بد کردار کو معاف کر دینا اور سب کا بھلا چاہنا۔ نیک دل اور جواں مرد ہونے کی اصل کم آزار ہونا ہے۔

(۴۰) فائدہ : شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ”اگر رکھتے ہو تو پہننا اور نہیں ہے تو ڈینگ نہ مارو۔ جو کچھ ہو، وہی خود کو ظاہر کرو۔ ورنہ جو تم ہو (تمہاری وہ حقیقت) تمہیں بار بار دکھائیں گے۔

(۴۱) فائدہ : شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اولیاء اللہ دس کام نہیں کرتے۔
 (۱) کسی جیلے سے زندگی نہیں گزارتے (۲) ڈینگ نہیں مارتے (۳) رغبت سے نہیں کھاتے
 (۴) چھانٹ کر نہیں پہنتے (یعنی جو میسر ہو پہن لیا) (۵) کسی کے مال پر قبضہ نہیں کرتے (۶) اجرت لے کر کوئی کام نہیں کرتے (۷)
 (۸) توبہ کر کے پھر اُدھر کا رخ نہیں کرتے (۹) خدا پر کسی کو (یہ جملہ کتاب میں ادھورا رہ گیا ہے)
 (۱۰) ہتھیار مار کر نہیں ہنتے۔

(۴۲) فائدہ : خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ”جو گناہ اکڑ فوں کے ساتھ ہو اُس کے بچنے جانے کی اُمید نہ رکھنی چاہیے۔

(۴۳) فائدہ : سوشیر کسی جنگل میں وہ تباہی نہیں مچاتے جو شیطان ذرا سی دیر میں کر گزرتا ہے اور شیطان وہ تباہی نہیں لاتے جو ایک بُرا ساتھی لے آتا ہے اور سو بڑے ساتھی وہ تباہی نہیں کر سکتے جو تمہارا نفس کر سکتا ہے۔

(۲۳) فائدہ : خود کو گراؤ مت کہ اٹھالیے جاؤ۔ اپنے تئیں خوار سمجھو تا کہ (دوسرے) تمہیں عزیز رکھیں۔ خوش اخلاق بنو تا کہ دلوں میں گھر کر لو، اپنا سر جھکائے رکھو تا کہ ہر دروازے سے نکل جاؤ۔

(۲۵) فائدہ : ہر وہ عبادت جس کے شروع میں اطمینان (قبولیت کا) ہو اور آخر میں گھمنڈ ہو، اُس کا انجام (اللہ سے) دوری ہوتا ہے۔

(۲۶) فائدہ : انجیل میں ہے کہ اے میرے بندے جب غصے میں ہو تو مجھے یاد کر تا کہ میں بھی تجھے اُس وقت یاد رکھوں جب تجھ پر غضب واجب ہو جائے۔

(۲۷) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : ”جس طرح شہوتِ غیرِ محل پر حرام ہے اسی طرح غصہ بھی بے جا کرنا حرام ہے۔“

(۲۸) فائدہ : کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ خدا کی طرف جانے کے راستے کتنے ہیں؟ فرمایا کہ موجودات کا ہر ذرہ حق (کی طرف جانے کا) ایک راستہ ہے۔ مگر کوئی راستہ بھی دلوں کو راحت پہنچانے سے زیادہ آسان اور زیادہ نزدیک نہیں ہے۔

(۲۹) فائدہ : خدمتِ شیخِ قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا : خلق کا آپس میں معاملہ تین طرح کا ہوتا ہے۔ پہلی قسم اُن کی ہے جن سے کسی کو نہ فائدہ پہنچتا ہے نہ نقصان۔ ایسے آدمی پر جمادات (پتھر) کا اطلاق ہوتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے کہ اُس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہے نقصان نہیں تیسری قسم ان سب سے بہتر ہے وہ یہ ہے کہ اُس شخص سے دوسروں کو فائدہ پہنچے اور اگر اُسے کوئی نقصان پہنچائے تو وہ بدلہ نہ لے، اُسے برداشت کر لے۔ یہ کام صدیقیوں کا ہے۔

(۱۰۱) حکایت : اس ضعیف کے دادا صاحب نے فرمایا : ایک دن سلطانِ علاء الدین و الدین بہمن شاہ خلد اللہ ملکہ نے فرمایا کہ میں پُرانے زمانے میں ایک امیر سے وابستہ تھا، ہمارا نائب عرضِ خدمتِ شیخِ کامرید تھا۔ ایک دن خدمتِ شیخ نے اُس سے فرمایا کہ تمہارے

دفتر میں قلاں شخص "صاحبِ چتر" ہے۔ اللہ ہی جانے وہ کیا گھڑی تھی اور کیا محل تھا کہ خدمتِ شیخ قدس اللہ سرہ العزیز نے اُس سے یہ بات کہہ دی تھی، الغرض وہ وقت آیا کہ ہم اس ملک میں رہ پڑے اور نائبِ عارض کو سفرِ حج پیش آگیا۔ جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی عنایتِ بے نہایت سے اپنے اس بندے کو چُن لیا اور اُسے اپنے بندوں پر اُولوالِآئِر (حاکم) بنا دیا۔ ہم نے دولتِ آباد میں تختِ سلطنت پر جلوس فرمایا۔ اتفاق سے وہی نائبِ عرض دولتِ آباد میں آیا۔ جب اُس نے ہم سے ملاقات کی تو کہا: "خداوندِ عالم وہ بات جو خدمتِ شیخ نے فرمائی تھی کہ تمہارے دفتر میں ایک "صاحبِ چتر" ہے، وہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ صاحبِ چتر خداوندِ عالم تھے۔ چونکہ یہ ملک اور سلطنت اللہ کے حکم سے خدمتِ شیخ کی دی ہوئی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ شیخ الاسلام کی برکت سے ہی صاحبِ سلطنت کو سیکڑوں سال تک تختِ بادشاہی پر جلوہ افروز رکھے۔ آمین رب العالمین یہ کرامت اس لیے لکھی گئی کہ لوگ جان لیں مشائخ کو اللہ تعالیٰ نے کشف کی قوت عطا کی ہے کہ بعض گزرے ہوئے یا آنے والے واقعات اُن سے پوشیدہ نہیں ہیں، چنانچہ خدمتِ شیخ نے یہ بات چالیس سال پہلے اُس نائبِ عرض سے کہہ دی تھی۔ سمجھ دار لوگ اسی سے شیخ کی (روحانی) قوت اور عظمت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

حاکمہ: خدمتِ شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز کے مناقب، مقامات، مآثر اور کرامات کا یہ ایک نئمہ بیان تھا جو دادا صاحب کی رُوح افزا باتوں سے (انتخاب کر کے) اس کتاب میں درج کیا گیا۔ اور اس ضعیف کے دادا صاحب نے اس بارے میں یہ بات فرمائی کہ حق سبحانہ و تعالیٰ سب ڈھکی چھپی باتوں کو جاننے والا ہے میں نے جو کچھ اس رسالے میں لکھوایا ہے اس میں سے کچھ تو میرا آنکھوں دیکھا ہے، باقی علمائے کبار اور مقتدایانِ نامدار کا بیان کر رہے ہیں جن کے نام ان حکایتوں میں آچکے ہیں۔ یہ باتیں تحقیق اور اتفاق کے ساتھ سنی ہوئی ہیں، یا انھیں معتبر کتابوں میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اسی سے قیاس کرنا چاہیے کہ اتنی مخلوق اور معتبر علماء جن کے درجات کی بلندی ہم عمروں پر روشن ہے، شیخ کی خدمت سے وابستہ تھے، مگر چونکہ اُن کی بیعت کا حال ابتداء سے انتہا تک مجھے معلوم نہیں تھا اس لیے (اُن کا تذکرہ) اس رسالے میں درج نہیں کیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی حکایت یا کوئی بات میں نے اپنی طرف سے (گھڑ کر) بیان نہیں کی ہے اگر کوئی غیر منصف شخص اپنی نادانی کی وجہ سے اُلٹا گمان کرے تو اُس کو اللہ تعالیٰ اس بدگمانی سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ "بعضی بدگمانی گناہ ہے" (الحجرات ۱۲)

اور اس رسالے کی تالیف کا سبب وہ تھا جو دیباچے میں لکھا ہوا ہے دوسرا سبب یہ کہ جب شیخ الاسلام کی (روحانی) حکومت کا جھنڈا بلند ہوا اور اُن کی ولایت کا علم لہرایا تو سب کو شیخ کی عظمت و کرامت نظر آتے لگی جنہیں سعادت کی ہدایت نصیب ہوئی انہوں نے شیخ کے پیشوا ہونے کا اقرار کیا اور اُن سے محبت و اخلاص پیدا کیا۔ کوتاہ نظری، حسد اور جہن اور انکار و دامن کشتی جن کے لیے حجاب بن گئی وہ اگرچہ شیخ کی بزرگی اور کرامات کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر بھی انہوں نے دشمنی اور عناد (کاراستہ) اختیار کیا لامحالہ ادبار اور ذلت کے جال میں پھنس گئے، ذلیل و خوار ہوئے اور ہر طرف سے پھٹکار پڑی۔ اُن کا قصہ اُس گروہ جیسا ہے جو خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، چونکہ وہ ایمان اور اعتقاد نہ رکھتا تھا قطب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات سے محروم رہ گئے۔ ہمارے زمانے میں بھی بعض دشمن اُن کا بقیہ تھے جنہوں نے مخالفت کی بنیاد رکھی اور اسلاف کو گالیاں دینے کے لیے زبان کھولی یہ رسالہ اس لیے لکھا گیا کہ وہ لوگ جو شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہونے سے محروم رہ گئے اپنے و فور علم اور کمال دانش سے یہ حکایات اور معاملات و کرامات جو اس کتاب میں درج ہیں پڑھ کر شیخ الاسلام کی عظمت جان جائیں اور اُن بے انصاف (مخالفوں) کی باتوں پر کان نہ دھریں، انہیں بد دعا سے یاد نہ کریں۔ (شعر)

تم اُن مسکینوں کے لیے کیا بد دعا کرتے ہو
جو خود ہی اپنی بدی کی سزا میں گرفتار ہیں

”اللہ ہمیں اور ان (مخالفوں) کو ہدایت دینے والا اور ہدایت پانے والا بنائے گمراہ

کرنے والا اور گمراہ ہونے والا نہ بنائے۔“

حق سبحانہ و تعالیٰ قطب الاقطاب والاولیاء مقتداء المقربین والأصفياء، ملاذ الشیوخ
والمحققین، ملجأ المجتہدین والعارفین نظام الحق والطریقة والمہدی والذین قدس اللہ سرہ العزیز کے
انفاس مبارک کی برکتیں تمام مسلمانوں کے درمیان کبھی منقطع نہ کرے۔ اس رسالے کے موقوف
اور پڑھنے والے اور لکھنے والے کو اُن کی شفاعت کا شرف نصیب کرے۔ یہ رسالہ پڑھنے والوں
سے التماس ہے کہ خادم درویشاں بلکہ خاک پاے ایثاں تو ام درویش کو جو اس مجموعے کا تیار
کرنے والا ہے ایمان اور خاتمہ بالخیر کی دعا سے یاد کریں۔

(اشعار)

ہفتم ماہ رجب از ہجرت ختم رسل
 ہفصد و پنجاہ و پنج از سال بد کہین شد تمام
 آرزو دارم زرگاہ خداوند کریم
 این رسالہ را بگر داند قبول خاص و عام
 رحمت ایند بود بر صاحب تالیف و ہم
 از مضرت ہا و نقصان ہوش دارد و السلام

ماہ رجب کی ساتویں تاریخ اور ہجرت کا
 سات سو پچپن واں (۵۷۵۵ھ) سال تھا
 جب یہ (رسالہ) ختم ہوا
 خداوند کریم کی درگاہ سے یہ التجا ہے
 کہ اس رسالے کو خاص و عام میں مقبولیت نصیب ہو
 اسے تالیف کرنے والے پر اللہ کی رحمت ہو
 اور اسے ہر نقصان اور بلا سے اللہ بچائے رکھے
 والسلام

تَمَّتِ الْكِتَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ
 كَاتِبُهُ : عَبْدُ الْقَادِرِ سَلَمَةُ

الحمد لله آج بتاریخ ۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
 یوم جمعہ مطابق ۸ جولائی ۱۹۹۴ء
 اس کتاب کا اردو ترجمہ تمام ہوا
 وما توفیقی الا باللہ
 عبد القادر

قوام العقائد

146